Aqaid-e-Jafria 3

By

Alama Muhammad Ali
Naqshbandi

باب اول

کلمہ اسلام

اور

کلمہ اہل تشیع

باب

کلمۂ اسلام
اور
کلمہ اہل تشیع

کلمہ توحید ایک ایسا امر اور فرقانِ مبین ہے۔ کہ جس کی وجہ سے ایک مسلمان اور کافر کے مابین خطِ امتیاز کھنچ جاتا ہے۔ اس کی تصدیق اور اقرار نہ ہو۔ تو ایسا شخص کبھی بھی دائرہ ایمان میں داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب ہم اس اہم چیز میں عقائدِ شیعہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور ان کی کتب سے اس بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس میں بھی تغیر و تبدل ملتا ہے۔ جس طرح کلمۂ اسلام میں ان سے تغیر و تبدل ثابت اور ان کے عقائد کی اساس ہے۔ اسی طرح انہوں نے دیگر ارکانِ اسلام یعنی نماز، روزہ وغیرہ میں بھی یہی طریقہ اپنایا ہے۔ یہ سب زیادتیاں اہل تشیع نے از خود کیں۔ لیکن اس پر ظلم یہ ڈھایا۔ کہ ان کو "عشقِ اہل بیت"، کا نام دیا گیا۔ اور پھر یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ یہی مسلک و مذہب "ائمہ معصومین اہل بیت"، کا ہے۔ اور اہل سنت کو یوں بدنام کرتے ہیں۔ کہ تمہاری شریعت تو ایک کوفہ کے رہنے والے، "نعمان بن ثابت"، کی وضع کردہ ہے۔ اور دعوت دیتے ہیں۔ کہ اسے سنو! اگر کل قیامت میں نجات کے خواہش مند ہو۔ تو اس مسلک کو تھام لو۔ جو اہل بیت رضوان اللہ علیہم کا ہے۔ ورنہ تمہاری نجات ناممکن ہے۔

فصل اول

کلمہ اہل سنت کا ثبوت کتب شیعہ سے

تمام مسلمانوں کا متفقہ کلمۂ توحید

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اہل تشیع کا کلمۂ توحید:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰهِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ

کلمۂ توحید کے الفاظ کے انتخاب میں آپ نے اہل تشیع کی زیادتی ملاحظہ کی۔ گویا کسی کے مومن اور مسلمان ہونے کے لیے ان کے نزدیک جس طرح اللہ تعالیٰ کی وحدت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین کامل ہونا ضروری ہے اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ولی اللہ، وصی رسول اللہ و خلیفہ بلافصل ہیں

کے وصی،، ہونے کا اقرار و اعتقاد نہیں رکھتا۔ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ ان کے اس کلمۂ توحید کے مطابق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ صرف ایک بات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کہ اس امت کے اولین مومن و مسلم تھے۔ کیا ان میں سے کسی نے اس کلمۂ توحید (جو کہ اہل تشیع کا ہے) کا اقرار و اعتقاد کیا تھا؟ اگر جواب میں ہاں ہو۔ تو اس کی نشاندہی و دلیل ضروری ہے۔ اور اگر جواب نہ میں ہو۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ تو پھر تمام صحابہ کرام کے ایمان و اسلام کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟

اگر واقعی اس کلمۂ شیعی کی کوئی بنیاد ہوتی۔ اور اسکی کوئی اصل ہوتی۔ تو پھر ایک بین الاقوامی شہرت کا حامل ہوتا۔ اور ہر کتاب میں اسی کا تذکرہ ہوتا۔ لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ کتب اہل سنت میں تو اس کا نام و نشان تک نہیں۔ لیکن اہل تشیع کی جس کتاب میں یہ الفاظ مذکور تھے۔ اس سے بھی اب نکال باہر کر دیئے گئے۔ جس سے یہ امر بالکل واضح ہوتا ہے۔ کہ یہ کلمہ خود ان کے ہاں ان کے لیے دردِ سر بن چکا ہے۔ اب ہم اسی ضمن میں یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ خود اہل تشیع کی کتب بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ کہ فلاح و نجات و ایمان و اسلام اسی کلمہ سے وابستہ ہے جو اہل سنت و جماعت کا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

کلمۂ اہل سنت پر ہی اسلام کا دارومدار ہے

مجالس المؤمنین،

اول آنکہ اسلام مبنی است بر اصل شہادتین۔ شہادتِ وحدانیت و شہادتِ رسالت ...... وریا اینکہ ہر یک از کلمات «لا الٰہ الا اللہ

محمد رسول اللہ، دوازدہ حرف است۔

(مجالس المومنین جلد اوّل صفحہ ۲۰
در تعریف مطلق شیعہ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اوّل یہ کہ اسلام کا دارومدار دو گواہیوں کی اصل پر ہے۔ یعنی پہلی گواہی اس بات کی کہ اللہ تعالے وحدہ لا شریک ہے۔ اور دوسری گواہی یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔ یا یہ کہ ان دونوں گواہیوں کے لیے، استعمال شدہ الفاظ کی تعداد بالکل برابر ہے۔ یعنی توحید "لا الہ الا اللہ" اور رسالت "محمد رسول اللہ" کے بارہ بارہ حروف ہیں۔

ہر عاقل و بالغ پر "کلمۂ اہل سنت" کا اعتقاد رکھنا ہی فرض ہے

مجالس المومنین:

اِعْلَمْ اَیُّھَا الْاَخُ الصَّالِحُ الْعَزِیْزُ اَنَّ اَقَلَّ مَا یَجِبُ اِعْتِقَادُہٗ عَلَی الْمُکَلَّفِ مُؤَدَّا تَرْجَمَۃُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ۔

(مجالس المومنین جلد دوم ص ۲۰۸
کتاب در رسائل خواجہ طوسی،
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اے نیک، قابل عزت اور پیارے بھائی! کسی عاقل بالغ پر کم از کم اس بات کا اعتقاد بہت ضروری اور واجب ہے۔ کہ وہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے الفاظ میں مذکور مفہوم پر اعتقاد رکھتا ہو

اسی کلمہ کی ادائیگی سے کافر "مسلمان" ہوجاتا ہے

توضیح المسائل:

اگر کافر شہادتین بگوید۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ مسلمان می شود۔

(توضیح المسائل ص ۲۲ مسئلہ ۲۰۷ اسلام مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

اگر کوئی کافر شہادتین کا اقرار کرلے یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ پڑھ لے۔ تو وہ مسلمان ہوجاتا ہے۔

بروز حشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جھنڈا پر یہی کلمہ تحریر ہوگا۔

کشف الغمہ:

وَيُدْفَعُ اِلَيْكَ لِوَالِيُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَطُوْلُهٗ

مَسِيْرَةُ اَلْفِ سَنَةٍ سِنَانُهُ يَاقُوْتَةٌ حَمْرَاءُ
قَضِيْبُهُ فِضَّةٌ بَيْضَاءُ وَزُجُّهُ دُرَّةٌ
خَضْرَاءُ اَوَلَهُ ثَلٰثُ ذَوَائِبَ مِنْ نُوْرٍ ذُوَابَةٌ
فِي الْمَشْرِقِ وَذُوَابَةٌ فِي الْمَغْرِبِ وَالثَّالِثَةُ
وَسْطَ الدُّنْيَا مَكْتُوْبٌ عَلَيْهِ ثَلٰثَةُ اَسْطُرٍ
الْاَوَّلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالثَّانِيْ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالثَّالِثُ لَا اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ طُوْلُ كُلِّ سَطْرٍ مَسِيْرَةُ
اَلْفِ سَنَةٍ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول
ص ۲۹۵ / فی انہ اقرب الناس
برسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم۔ مطبوعہ تبریز جدید۔)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا بروز حشر تمہیں میرا مخصوص جھنڈا عطا کیا جائے گا۔ اس کی لمبائی ایک ہزار سال چلنے کی مسافت کے برابر ہوگی۔ اس جھنڈے کا : والا حصہ سرخ یاقوت کا بنا ہوگا۔ اس کی مٹھی (بانس) سفید چاندی کی ہوگی۔ اور اس کا پیکان سبز موتی کا ہوگا۔ اس کی تین شاخیں ہوں گی۔ جو نور کی ہوں گی۔ ایک شاخ مشرق دوسری مغرب اور تیسری دنیا کے درمیان ہوگی۔ اس جھنڈے پر تین سطریں تحریر ہیں۔ ایک سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسری پر الحمد للہ رب العالمین اور تیسری پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر ہے۔ ان میں سے ہر ایک سطر کی لمبائی ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اسی کلمہ کو پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے

فروع کافی؛ حیات القلوب۔

من لا یحضرہ الفقیہ "ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ خود ان کی زبان سے یوں بیان کرتا ہے۔ کہ جب میں (ابوذر) مکہ میں پہنچا۔ تو میں نے ابوطالب سے ملاقات کی۔ تو ان سے جب میں نے اپنا مقصد بیان کیا۔ تو انہوں نے مجھے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا۔ تو جب امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ تو انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ کہ تم کس لیے آئے ہو۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان سے تمہیں کیا کام ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں ان پر ایمان لانا چاہتا ہوں۔ اور ان کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔ اور جو مجھے حکم دیں گے۔ میں اس کی اتباع کروں گا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تو شہادت دیتا ہے۔ اس بات کی۔ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔ تو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کہا۔ کہ میں نے شہادت

دی۔ تو انہوں نے پھر مجھے جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ اور انہوں نے بھی مجھ سے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح سوال و جواب کیے۔ اور اس کے بعد فرمایا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ" تو میں نے کہا۔ شہدت یعنی میں نے گواہی دی۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے حضرت علی کے پاس بھیج دیا۔ تو ان سے بھی میری امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی سی بات ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔ تو میں نے کہا شہدت اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ تو جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ اور میں نے سلام عرض کیا۔ اور بیٹھ گیا۔ تو آپ نے مجھے فرمایا۔ کس لیے آئے ہو تو میں نے عرض کی۔ کہ تم میں نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ تمہیں ان سے کیا کام ہے۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ میں ان پر ایمان لانا چاہتا ہوں۔ اور ان کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔ اور مجھے کسی چیز کا حکم نہیں دیں گے۔ مگر میں ان کی اطاعت کروں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فقلت اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ

(۱) فروع کافی جلد ۸ کتاب الروضہ ص ۲۹۸ حدیث اسلام ابوذر مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲) حیات القلوب جلد دوم ص ۱۱۳۳ باب ششم در حال ابوذر غفاری مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

لمحۂ فکریہ:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے جو کتب شیعہ میں سے مذکور ہوا۔ صاف صاف معلوم ہو گیا۔ کہ اگر کسی غیر مسلم کو حلقہ بگوش اسلام کرنے کی نوبت آئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضٰی، جناب امیر حمزہ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہم نے انہیں وہی کلمہ پڑھنے اور گواہی دینے کو کہا جو اہل سنت و جماعت کا کلمہ ہے۔ جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ توحید دوسروں کو سکھایا۔ اور ان سے پڑھوایا اور حضرات صحابہ کرام نے اسی کو اپنایا۔ تو پھر اس کی صداقت میں کون شک کر سکتا ہے۔ جبکہ یہی کلمہ "کلمۂ حق" ٹھہرا۔ تو وہ کلمہ جو اہل تشیع نے گھڑ رکھا ہے۔ وہ بالکل ناحق اور باطل ہے۔ لہذا شیعہ لوگوں سے میری درخواست ہے۔ کہ وہ اپنے ذاکرین و واعظین کو اپنی کتابوں کی یہ عبارت دکھلائیں۔ اور انہیں تلقین کریں۔ کہ وہ خود بھی کلمۂ توحید کے بارے میں انہی کلمات کی اتباع کریں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلے۔ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بھی انہی الفاظ کو اپنایا۔ اور دوسروں کو بھی اس کی اتباع کرنے کو کہیں۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی مفید ہو گی۔ نہ کہ ان ذاکرین و واعظین کی۔ قبر میں اگر کسی نے کام آنا ہے۔ تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔ یہ ذاکرین وغیرہ ساتھ چھوڑ جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہی شفاعت فرمائیں گے۔ جو آپ کی اتباع کرتے رہے ہوں گے

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بہشتی جھنڈوں پر بھی کلمہ اہل سنت تحریر ہے

حیٰوۃ القلوب:

وعلم سبز را بر کوہ قاف نصب کرد و براں علم بسفیدی دو سطر نوشتہ بود لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(حیٰوۃ القلوب جلد دوم ص ۱۰۴
باب سوم تاریخ ولادت آنحضرت
و عزائب معجزات۔ مطبوعہ لکھنؤ قدیم)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے چار جھنڈے لے کر آئے۔ ان میں سے (سبز جھنڈے کو کوہ قاف پر گاڑ دیا۔ اور اس جھنڈے پر سفید رنگ کی دو سطروں میں یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ پہلی سطر لا الہ الا اللہ اور دوسری سطر میں محمد رسول اللہ۔

براق کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہی کلمہ مرقوم تھا۔

حیٰوۃ القلوب:

در میان دو دیدہ اش نوشتہ است کہ لا الہ الا اللہ وحدہ

لاشریک لہ محمد رسول اللہ

(حیات القلوب جلد دوم ص ۲۴۷،
باب نہم در بیان مناقب و فضائل
و خصائص آنحضرت۔ مطبوعہ لکھنو
طبع قدیم)

ترجمہ:

براق کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ الفاظ تحریر تھے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ محمد رسول اللہ۔ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان بھی اسی کلمہ کی مہر لگی تھی ۔

حیوٰۃ القلوب:

در وقتیکہ ہنوز روح آدم بہ بدنش تعلق نگرفتہ بود پس اسرافیل مہرے بیروں آورد کہ دراو دو سطر نوشتہ بود۔ لا الٰہ الا محمد رسول اللہ پس آں مہر را در میان دو کتف آنحضرت گزاشت تا نقش گرفت۔

(حیوٰۃ القلوب جلد دوم ص ۱۲۱،
باب چہارم حالات آنحضرت از ایام رضاع
تا بعثت۔ مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

السلام علیک یا محمد السلام علیک یا احمد السلام علیک یا حامد السلام علیک یا محمود۔ اور ان کے سلامی کلمات میں ایک کلمہ یہ بھی تھا۔ آپ پر سلامتی ہو۔ اسے سچے اور عادل قول کے مالک یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قول کے مالک

اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن وہ کلمہ "اہل سنت" ہی ہے

اصول کافی:

عَنْ عَجْلَانَ اَبِیْ صَالِحٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ اَوْ قِفْنِیْ عَلٰی حُدُوْدِ الْاِیْمَانِ فَقَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الْاِقْرَارُ بِمَا جَآءَ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَصَلٰوةُ الْخَمْسِ وَاَدَآءُ الزَّكٰوةِ وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَ حَجُّ الْبَیْتِ۔

(اصول کافی جلد دوم صفحہ نمبر ۱۸، کتاب الایمان والکفر باب دعائم الاسلام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اس وقت جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم عنصری میں ابھی روح نہ ڈالی گئی تھی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک مہر لے کر آئے۔ جس میں ایک سطر کے اندر لا الہ الا اللہ اور دوسری میں محمد رسول اللہ کے الفاظ تحریر تھے۔ پھر اس مہر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا گیا۔ یہاں تک کہ اس کے الفاظ آپ کے جسم اقدس میں نقش ہو گئے۔

جنگلات اور پہاڑوں نے بھی یہی کلمہ پڑھا

حیوٰۃ القلوب:

بہر سنگ و کاخ کہ میگذشت باواز بلند او را ندا میکردند کہ السلام علیک یا محمد السلام علیک یا احمد السلام علیک یا حامد السلام علیک یا محمود السلام علیک یا صاحب القول الحق العدل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۲۹ باب چہارم حالات آنحضرت از رضاعت تا بعثت، مطبوعہ لکھنؤ قدیم)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن کی زندگی میں جب کسی پتھر یا ڈھیلے کے پاس سے گزرتے تو وہ بلند آواز سے آپ کو یوں سلام کرتے۔

ترجمہ:

عجلان ابی صالح سے روایت ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ آپ مجھے ایمان کی حدود بتلائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک حد یہ ہے۔ کہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ اقرار کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ کی طرف سے لائے وہ برحق ہے۔ اور پانچوں نمازیں زکوٰۃ کی ادائیگی رمضان المبارک کے روزے اور حج بیت اللہ یہ سب ایمان کی حدود ہیں۔

ملک الموت جان کنی کے وقت اسی کلمہ کی تلقین کرتا ہے

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ ..... وَ مَلَكُ الْمَوْتِ يَدْفَعُ الشَّيْطَانَ عَنِ الْمُحَافِظِ عَلَى الصَّلَوٰاتِ وَيُلَقِّنُهُ شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ الْعَظِيْمَةِ۔

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۲ فی غسل المیت مطبوعہ تہران طبع قدیم)

(۲) ″ ″ ص ۳۴ فی احتضار المومن وقبض روحہ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو شخص زندگی بھر لگاتار نماز پڑھتا رہا۔ بوقتِ مرگ حضرت ملک الموت اس سے شیطان کو دُور بھگانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ بھی تلقین کرتا ہے۔ کہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دو۔

اہل سنت کا کلمہ ہی اللہ کے نور میں لے جاتا ہے

من لایحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ فِيْ نُوْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ الْاَعْظَمِ مَنْ كَانَ عِصْمَةُ اَمْرِهٖ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَنْ اِذَا اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ قَالَ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَمَنْ اِذَا اَصَابَ خَيْرًا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَمَنْ اِذَا اَصَابَ خَطِيْئَةً قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۱۱۱
فی التعزیۃ والجزع عند
المصیبت مطبوعہ تہران طبع جدید۔
(۲) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۵۶
فی العزاء والجزع عند
المصیبۃ۔ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ
قدیم۔)

ترجمہ:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص میں چار باتیں ہوں گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور میں ہوگا۔ ۱۔ جس نے اپنے عقیدہ کی ڈھال، اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی شہادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی بنائی۔ ۲۔ بوقتِ مصیبت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا (۳) جب کوئی بھلائی حاصل ہوئی۔ تو الحمد للہ رب العالمین کہا۔ ۴۔ اور جب کوئی گناہ ہوگیا۔ تو استغفر اللہ واتوب الیہ کہا۔

۱۲۔ حضرت خدیجۃ الکبرای کے عقد کے وقت تمام اشیاءِ کائنات نے یہی کلمہ پڑھا

حیوۃ القلوب:

کوہ ہائے مکہ شادی کردند و بلند شدند و درختاں و مرغاں و ملائکہ ہم آواز

بلند کردند وگفتند لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(حیوۃ القلوب جلد دوم ص ۱۸۲
باب پنجم فضائل حضرت خدیجہ الخ
مطبوعہ لکھنؤ قدیم۔)

ترجمہ:
(جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد شریف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ تو) مکہ شریف کے تمام پہاڑوں نے خوشی منائی۔ اور خوشی میں اور بلند ہو گئے۔ تمام درختوں اور پرندوں اور سبھی فرشتوں نے بلند آواز سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔

ائمہ اہل بیت بھی یہی کلمۂ اہل سنت پڑھا کرتے تھے

حلیۃ الابرار:

اِلٰھِیْ لَئِنْ اَمَرْتَ بِیْ اِلَی النَّارِ لَاُخْبِرَنَّ اَھْلَھَا اَنِّیْ کُنْتُ اَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

(حلیۃ الابرار جلد دوم صفحہ نمبر ۱۴۱
الباب الثالث فی شدۃ یقینہ الخ
مطبوعہ قم ایران۔ طبع جدید۔)

ترجمہ: (حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے دعائیہ کلمات میں یوں

کہا) اسے اللہ! اگر تو نے مجھ سے میرے گناہوں کا مطالبہ کیا۔ تو میں تجھ سے تیری رحمت اور تیرے کرم و فضل کا سوال کروں گا۔ اور اگر تو نے مجھے گناہوں کی وجہ سے دوزخ کی آگ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ تو میں تمام دوزخیوں کو یہ لاز گا بتاؤں گا۔ کہ میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑھا کرتا تھا۔

حاصل کلام

ایک درجن سے زائد مذکورہ حوالہ جات جو تمام کے تمام کتب شیعہ سے لیے گئے ان سے یہ بات بالکل واضح اور صراحت سے ثابت ہو گئی۔ کہ اس کائناتِ ہست و بود میں جدھر دیکھو۔ کلمۂ اہل سنت کا ہی بول بالا ہے۔ اور اہل تشیع کا کلمہ صرف شیعہ ہی پڑھتے ہوں گے۔ ان کے سوا کسی دوسرے کو نہ یہ قبول ہے۔ اور نہ ہی اسے پڑھنا کوئی گوارا کرتا ہے۔ جنت سے آئے ہوئے پرچم پر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان، براق کی پیشانی پر ثبت شدہ اور تمام وحوش و طیور، جن و ملک کی زبان کی زیب و زینت بننے والا وہی کلمہ ہے۔ جو اہل سنت کے ہاں جاری و ساری ہے حتیٰ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اسلام کا رکن اعظم اور مدارِ نجات اسی کلمہ کو قرار دیا۔

اب اہل انصاف حضرات خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کی۔ روایات کے مطابق دین کے تمام اہم مقامات پر صرف اور صرف اسی کلمہ کا ورد ہوتا ہے۔ جو اہل سنت وجماعت کا ہے۔ پھر صرف روایات ہی نہیں بلکہ حضرات اہل بیت نے اسی کلمہ کا پرچار بھی کیا۔ تو کیا یہ کلمہ برحق ہے یا وہ کلمہ کہ جس کو اہل تشیع نے خود گھڑا۔ نہ اس کا ذکر و ثبوت کسی روایت میں اور نہ ہی کسی

حدیث میں اس کا نام و نشان ہے۔ بلکہ ائمہ اہل بیت کے کسی قول و فعل سے دُور تک اُس کا کوئی اتہ پتہ نہیں چلتا۔ پھر ہم نے گزشتہ حوالہ جات سے یہ بھی ثابت کر دکھایا۔ کہ کلمہ اہل سنت ہی بنیادِ ایمان اور اصل اسلام ہے۔ لہٰذا ہم اس مقام اس موضوع کے متعلق چند گزارشات کے اہل تشیع سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ

۱۔ وہ کون سا اسلام ہے۔ کہ جس کی بنیاد اہل تشیع کا کلمہ قرار دیا جائے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اور ائمہ اہل بیت کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ کلمہ اہل سنت برحق ہے۔ تو یہ تبلایا جائے۔ کہ شیعہ لوگوں نے یہ کلمہ کس سے سیکھا۔؟

ایک اصولی بات یہ ہے۔ کہ ہر نبی و رسول کے دور میں اُسی کا کلمہ پڑھا جاتا رہا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور موجودہ پیغمبر کی رسالت پر مشتمل الفاظ والا کلمہ) ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تا قیامت ہے۔ لہٰذا اس وقت تک ان کے کلمہ کا جاری رہنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے جو کلمہ پڑھا پڑھایا۔ وہ یہی اہل سنت کا کلمہ ہے لیکن اہل تشیع کے کلمہ میں جن دو باتوں کا ذکر زیادہ ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ کی ولایت اور ان کا "وصی رسول"، ہونا کہ جس کے ذریعہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل تھے۔ ان دونوں باتوں کی، شہادت کو یہ لوگ شہادتِ توحید اور شہادتِ رسالت کے برابر قرار دے کر رکنِ ایمان اور بنیادِ اسلام قرار دیتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم ان سے یہ دریافت کر لینے میں بھی حق بجانب ہیں۔ کہ

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد یا بوقتِ موجودگی کسی صحابی نے وہ کلمہ پڑھا۔ جو اہل تشیع کے ہاں رکنِ ایمان ہے؟

ہم دعوای سے کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شیعہ یہ ثابت کر دے۔ کہ حضرات اہل بیت نے خود وہ کلمہ پڑھا۔ یا کسی کو پڑھنے کا حکم دیا۔ جو اہل تشیع کے ہاں مروّج ہے۔ کسی ایک صحیح سند کے ساتھ مرفوع حدیث میں واقع ہو۔ دکھا دیں۔ تو بیس ہزار روپے نقد وصول کریں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی
وقودها الناس والحجارة الخ

فصل دوم

شیعوں کا کلمہ اور اس کے ثبوت پر ان کے دلائل اور اُن کے جوابات

دلیل اوّل

ایک شیعہ مجتہد ابوجعفر سید محمد احسن زیدی اپنی تصنیف "کلمہ اور نماز" میں یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ ہم اہل تشیع کا کلمہ خود اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے لہٰذا سنیوں کا اس پر اعتراض بے محل ہے۔ کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

کلمہ اور نماز

"کائنات کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے جنتیوں کا کلمہ"

قارئین! دشمنانِ اہل بیت سے وہ ثبوت اور ریکارڈ پیش کرنے کے لیے چیلنج کر دیں۔ جس میں ان کے دعویٰ کے مطابق محض توحید و نبوت پر کلمہ کو محدود و منحصر کرنے کا ایسا ثبوت موجود ہو۔ جیسا کہ ہم پیش کر رہے ہیں۔ یا جس ریکارڈ میں علی ولی اللہ کی ولایت کی نفی کا حکم دیا گیا ہو۔ اور ہم قبل از وقت بتا دیں۔ کہ وہ قیامت تک اپنے دعویٰ میں کاذب اور فریب ساز ثابت ہوں گے۔ آیئے جنتیوں کے لیے ازلی و ابدی کلمہ سنیئے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَكْتُوْبٌ عَلٰى

بَابِ الْجَنَّۃِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ اَخُ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ یُّخْلَقَ بِاَلْفَیْ عَامٍ۔

(صحاح ستہ کی کتابیں اور مودۃ القربیٰ
سید علی ہمدانی)

ترجمہ:۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ کائنات کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے جنت کے دروازے پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے۔
(۱) لا الہ الا اللہ (۲) محمد رسول اللہ (۳) علی اخ رسول اللہ
کوئی اور معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور علی رسول اللہ کے بھائی ہیں۔

اب دشمنانِ اسلام سے کہہ دیں۔ کہ اگر تم منکر ہو تو یقیناً تم ایسی جنت میں نہیں جا سکتے۔ جس کے دروازے پر مکمل کلمہ لکھا ہوا ہو۔ لہذا جتنا جلد ہو سکے۔ توبہ کرو۔ ایمان کو مکمل کرو۔ نہ معلوم کب مر جاؤ۔ اور جہنم کا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ اور شیعہ سنی دونوں سے خارج ہو جاؤ۔

(کلمہ از نماز حصہ اول ص ۳۲، ۳۳)

نوٹ:۔
اہل تشیع کلمہ مذکورہ کو اہل سنت کی دو اور کتابوں سے بھی ثابت کرتے ہیں۔
۱۔ ینابیع المودۃ۔ تصنیف سلیمان بن ابراہیم قندوزی ص ۲۰۶
۲۔ تذکرۃ الخواص۔ تصنیف سبط ابن جوزی ص ۲۲

جوابِ اول:۔
جواب سے پہلے ایک امر کی نشاندہی ضروری خیال میں آئی۔ وہ یہ کہ اہل تشیع

کا کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخ رسول اللہ الخ"
نہیں ہے۔ بلکہ "علی ولی اللہ خلیفۃ رسول اللہ الخ" ہے۔

اب آیئے اصل جواب کی طرف۔

"کلمہ اور نماز" کا مصنف ابوجعفر زیدی کہنا یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم اہل تشیع نے سنیوں کی کتابوں سے اپنا موجودہ کلمہ لکھا ہوا دکھا دیا ہے۔ لیکن سنی تاقیامت اپنی کتابوں سے یہ ہرگز نہ دکھا سکیں گے۔ کہ "علی ولی اللہ الخ" نہیں پڑھنا چاہیئے۔ یا ایسا کلمہ کہ جس میں یہ الفاظ نہ ہوں۔ وہ ہرگز نہ دکھا سکیں گے۔

زیدی کی یہ جہالت کہیئے یا خوش فہمی! لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کی کتب میں کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔ علی ولی اللہ، امیرالمؤمنین وغیرہ زائد الفاظ موجود نہیں۔ اس کے ثبوت کے لیے ہم درجنوں حوالہ جات پیش کر چکے ہیں۔

ابوجعفر زیدی نے کس ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولا۔ کہ "علی اخ رسول اللہ" کے الفاظ سنیوں کی صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ زیدی نے صحاح ستہ کو دیکھا بھی یا نہیں۔ پڑھنا پڑھانا تو دور کی بات ہے۔ کتابیں ہمارے مسلک کی ہوں۔ اور بارہا ان کے پڑھنے پڑھانے کا اتفاق ہوا ہو۔ اس کے باوجود ہمیں ان میں الفاظ مذکورہ نظر نہ آئیں۔ تعجب کی بات ہے۔ زیدی وغیرہ کو ہمارا کھلا چیلنج ہے۔ کہ صحاح ستہ کی کسی کتاب سے مذکورہ کلمہ انہی الفاظ کے ساتھ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دکھلا دیں۔ تو میں ہزار روپیہ نقد انعام دوں گا۔

جواب دوم:

اہل تشیع کی معتبر کتب سے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ کلمہ میں علی ولی اللہ

وغیرہ الفاظ زائدہ موجود نہیں۔

اب ایک متفقہ حقیقت کو ذکر کرتے ہیں۔ زمین و آسمان سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار عرش ہے۔ عرش اعظم پر بھی کلمہ تحریر ہے۔ ملا باقر مجلسی سے پوچھئے وہ کلمہ کن الفاظ کے ساتھ ہے۔

تذکرۃ ائمہ:۔

پس حضرت آدم نظر کرد بسوئے بالا و دید کہ بر عرش نوشتہ است

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

(تذکرۃ الائمہ مصنفہ ملا باقر مجلسی ص ۱۱
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اوپر کی جانب دیکھا۔ کہ عرش پر یہ لکھا ہوا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

تذکرۃ ائمہ:۔

پس بسوئے قلم وحی نمود کہ بنویس توحید مرا پس قلم ہزار سال مدہوش گردید از شنیدن کلام الٰہی۔ و چوں بہ ہوش آمد گفت پروردگارا چہ چیز بنویسم؟ فرمود کہ بنویس۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(تذکرۃ الائمہ ص ۹)

ترجمہ:۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قلم سے کہا۔ کہ میری توحید لکھ۔ یہ سن کر قلم ہزار سال تک بے ہوش رہا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو کہا۔ اے اللہ! کیا لکھوں؟ حکم ہوا۔ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھو۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے سُنیوں کا کلمہ خود اہل تشیع کی کتابوں میں گونج رہا ہے۔ عرش الٰہی پر تحریر شدہ کلمہ ہم اہلسنت کا کلمہ ہے۔ قضاء و قدر کے قلم نے جو لکھا وہ ہمارا کلمہ ہے اسی طرح جنت میں اور حوروں کی پیشانیوں پر تحریر شدہ کلمہ یہی ہمارا کلمہ ہے "بخرۂ قلم" کو کیا بیر تھا۔ کہ اس نے علی ولی اللہ وغیرہ الفاظ نہ لکھے۔ یا اُسے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے لکھنے سے منع کر دیا تھا۔ کچھ تو بولو؟

جواب سوم

تذکرۃ الخواص اور ینابیع المودۃ کیسی اور کن کی کتابیں ہیں؟

جیسا کہ سطور بالا میں ہم تحریر کر چکے ہیں۔ کہ اہل سنت کی کتب صحاح ستہ میں زیرِ بحث والا کلمہ قطعاً درج نہیں۔ بلکہ ان میں اور اہل تشیع کی معتبر کتابوں میں "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہی مذکور ہے۔ زائد الفاظ کا کہیں وجود نہیں۔ ہاں تذکرۃ الخواص اور ینابیع المودۃ میں اس قسم کے الفاظ درج ہیں۔ لیکن ان کتابوں کی وہ حیثیت نہیں۔ کہ معتبر روایات کو ان کی عبارات سے چھوڑ دیا جائے۔ اس کے باوجود ان دونوں کتابوں کو "اہل سنت کی معتبر کتاب" کہنا سراسر زیادتی ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ دونوں کتابیں اہل تشیع کی تصنیف ہیں۔ یہ ایک تاریخی المیہ اور مذہبی منافقت ہے۔ کہ قرون اولیٰ میں بہت سے رافضی ایسے تھے۔ جو سنیوں کے لبادہ میں ملبوس تھے۔ اور اپنے آپ کو سُنی کہلاتے رہے کتابیں لکھیں۔ اور ان میں عقائد و نظریات رافضیوں وغیرہ کے درج کر دیئے گئے۔ اور اپنے

آپ کو سُنّی کہہ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی۔

تحفہ اثنا عشریہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے ایسے کئی ایک تقیہ باز شیعوں کی نشاندہی کی ہے۔ من جملہ ان بہروپیوں سے ان دونوں کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ باوجودیکہ کٹر شیعہ تھے پھر بھی اپنے آپ کو سنی کہتے کہلواتے رہے

قارئین کرام! ینابیع المودۃ نامی کتاب میں درج شدہ مسائل کا بالتفصیل مطالعہ چھوڑیئے اس کے دیباچہ میں درج شدہ فہرستِ مضامین کا مطالعہ کریں۔ تو ان سے ہی آپ جان جائیں گے۔ کہ اس کتاب میں شیعیت درج ہے مسئلہ امامت میں ائمہ اہل بیت کے معصوم ہونے کے دلائل، بارہ ائمہ والی احادیث سے خلفائے ثلاثہ کو نکال دینا اور اکثر و بیشتر ان روایات کا سہارا لیا جو جاعلے پہلے شیعہ تھے۔

نمونہ کے طور پر چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

ینابیع المودۃ:۔

عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَا سَيِّدُ النَّبِيِّيْنَ وَعَلِيٌّ سَيِّدُ الْوَصِيِّيْنَ وَاِنَّ اَوْصِيَائِيْ بَعْدِيْ اِثْنَا عَشَرَ اَوَّلُهُمْ عَلِيٌّ وَاٰخِرُهُمُ الْقَائِمُ الْمَهْدِيُّ ...... وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَا وَعَلِيٌّ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَتِسْعَةٌ مِنْ وُّلْدِ الْحُسَيْنِ مُطَهَّرُوْنَ مَعْصُوْمُوْنَ.

(ینابیع المودۃ ص ۴۴۵ باب ۷۷ مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عبایہ بن ربعی راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمام انبیاء کرام کا سردار اور علی المرتضٰے تمام وصی حضرات کے سردار ہیں۔ اور میرے بعد یقیناً بارہ وصی آئیں گے۔ اُن میں سے سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ اور آخری امام مہدی القائم ہوں گے ....

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا۔ آپ نے فرمایا۔ میں، علی، حسن، حسین اور نوٌ افراد جو امام حسین کی اولاد میں سے ہوں گے۔ پاکیزہ اور گناہوں سے معصوم ہیں۔

نوٹ:-

بارہ اماموں والی یہ روایت بعینہٖ شیخ صدوق نے بھی "من لا یحضرہ الفقیہ" میں نقل کی ہے۔ اور شیخ موصوف اہل تشیع کا محدث و مجتہد ہے۔ اور اس کی مذکورہ کتاب ان کے ہاں کی "صحاح اربعہ" میں سے ایک ہے۔

عبایہ ابن ربعی اور شیخ صدوق ایک ہی تسبیح کے دو دانے ہیں۔ ان دونوں کا طریقہ واردات بھی ایک جیسا ہی ہے "ینابیع المودۃ" کے مصنف کے نزدیک شیخ صدوق وغیرہ کی طرح حضرات خلفاء ثلاثہ اُن بارہ اماموں میں شامل نہیں۔ جن کا ذکر حدیث بالا میں ہے۔ خود صاحب "ینابیع المودۃ" نے اس کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے یوں لکھا۔

ینابیع المودۃ:

عُلِمَ اَنَّ مُرَادَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ

حَدِيْثِهٖ هٰذِهِ الْاَئِمَّةُ اِثْنَا عَشَرَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ عِتْرَتِهٖ اِذْ لَا يُمْكِنُ اَنْ يُحْمَلَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَلَى الْخُلَفَاءِ بَعْدَهٗ مِنْ اَصْحَابِهٖ لِقِلَّتِهِمْ عَنْ اِثْنَا عَشَرَ۔

(ینابیع المودۃ ص ۴۴۶ مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:

معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس حدیث سے وہ بارہ امام مراد لیے ہیں۔ جو آپ کی اہل بیت اور عترت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس حدیث کو آپ کے بعد خلیفہ بننے والوں پر محمول کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ بارہ سے کم ہوئے۔

ان دونوں حوالہ جات سے ینابیع المودۃ کے مصنف سلیمان بن ابراہیم قندوزی کے مسلک کا پتہ چلتا ہے۔ یعنی وہ ائمہ اثنا عشرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں خلفاء کو شمار نہیں کرتا۔ اور اہل تشیع کی طرح انہی بارہ اماموں کا قائل اور معتقد ہے۔ جو اُن کے ہاں مقرر ہیں۔ پھر اہل تشیع کی طرح وہ بھی عصمت ائمہ اہل بیت کا قائل ہے۔

نمونہ کی ان دو باتوں سے ہر صاحبِ علم یہی سمجھے گا۔ کہ کسی سنی کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے معلوم ہوا۔ کہ اس کتاب کا مصنف سنی نہیں بلکہ کٹر شیعہ ہے۔ اور حنفیت کا لیبل محض تقیہ کے طور پر لگا رکھا تھا۔ مشہور شیعوں سے اُن کے معتقدات کی روایات اس کے مسلک کو اور بھی واضح کر دیتی ہیں۔ چونکہ سلیمان بن ابراہیم مذکورہ کا زمانہ بہت قریب کا زمانہ ہے۔ یعنی اسمائے رجال کی کتب کی تدوین کے بعد اس نے آنکھ کھولی۔ اس لیے ہماری کتب اسمائے رجال اس کے تذکرے سے خاموش ہیں۔ اگر اس کا زمانہ پہلے کا ہوتا۔ تو دودھ اور پانی الگ الگ ہوتے۔

"ینابیع المودۃ" کی مذکورہ روایت کا راوی "عبایہ بن ربعی" کون تھا؟ کس مسلک سے متعلق تھا؟ اہلِ تشیع سے سُنیئے۔

تنقیح المقال:-

عَبَایَۃ بْنِ عَمْرِو بْنِ رِبْعِیِّ مِنْ اَصْحَابِ الْحَسَنِ وَعَدَّہٗ فِی الْخُلَاصَۃِ اَیْضًا مِنْ اَصْحَابِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَفِیْ رِجَالِ الرَّقِّیِّ مِنْ خَوَاصِّہٖ ۔۔۔۔ اَقُوْلُ حُسْنُ عَقِیْدَتِہٖ مُسَلَّمَۃٌ وَکَوْنُہٗ مِنْ خَوَاصِّہٖ الَّذِیْ شَہِدَ بِہِ الرَّقِّیُّ یُدْرِجُہٗ فِی الْحِسَانِ کَمَا لَا یَخْفٰی۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۱۲۲ باب العین مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عبایہ بن عمرو بن ربعی امام حسن رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھا۔ اور "خلاصہ" میں اس کو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے بھی شمار کیا گیا ہے۔ اور "رجال الرقی" میں اس کو حضرت علی المرتضیٰ کے خاص ساتھیوں میں شمار کیا گیا .... میں (صاحب تنقیح المقال) کہتا ہوں۔ کہ عبایہ بن ربعی کا عقیدہ اچھا ہونا مسلّم ہے۔ اور "رجال الرقی" میں اس کو حضرت علی المرتضیٰ کے خاص دوستوں میں شمار کرنا اسے ان راویوں میں داخل کر دیتا ہے۔ جو "حسان" ہیں۔ جیسا کہ بات واضح ہے۔

"صاحب تنقیح المقال" کا کہنا۔ کہ عبایہ کا عقیدہ اچھا ہے۔ عبایہ کے نظریات اور عقائد کی نشاندہی کرتا ہے۔ صاحب تنقیح المقال شیعوں

کا نامور امام ہے۔ یہ کسی کو بن دیکھے اور پرکھے "عقیدہ کا پختہ ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں دے سکتا۔ امام حسن اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے اصحاب و خواص میں سے اس کو شمار کرنا بھی اسی امر کی دلیل ہے۔ کہ پختہ شیعہ تھا۔ "ینابیع المودۃ" میں جابر جعفی سے ایک روایت ان الفاظ سے مذکور ہے۔

ینابیع المودۃ:

اِنَّ الْاَئِمَّةَ هُمُ الَّذِيْنَ نَصَّ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِمَامَتِهِمْ وَهُمْ اِثْنَا عَشَرَ۔

(ینابیع المودۃ ص ۴۲۷)

ترجمہ:

یعنی ائمہ حضرات وہ ہیں۔ جن کی امامت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نص فرمائی۔ اور وہ وہی بارہ ہیں۔ (جن کے شیعہ معتقد ہیں۔)

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی امامت کے لیے کوئی نص نہیں فرمائی۔ لہذا ائمہ اثنا عشر کو منصوص ماننے والا کب سنی ہو سکتا ہے۔

صاحبِ ینابیع المودۃ کا چونکہ حضرات ائمہ کے متعلق منصوص ہونے کا عقیدہ تھا۔ اس لیے ایسی روایت اس نے اپنی کتاب میں ذکر کی۔ لیکن مزے کی بات یہ ہے۔ کہ اس نص والی روایت کا راوی "جابر جعفی" بھی شیعہ ہونے میں کسی سے کم نہیں۔ صاحبِ تنقیح المقال نے اس کے متعلق یوں لکھا ہے۔

تنقیح المقال:

اِنَّ الَّذِيْ يُسْتَفَادُ مِنْ مَجْمُوْعِ مَا مَرَّ مِنَ الْاَخْبَارِ اَنَّ الرَّجُلَ فِيْ غَايَةِ الْجَلَالَةِ وَنِهَايَةِ النَّبَالَةِ

وَلَهٗ مَنْزِلَةٌ الْعَظِيْمَةُ عِنْدَ الصَّادِقَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَلْ هُوَ مِنْ اَسْرَارِهِمَا وَبِطَانَتِهِمَا وَمَوْرِدِ اَلْطَافِهِمَا الْخَاصَّةِ وَعِنَايَتِهِمَا الْمَخْصُوْصَةِ وَاَمِيْنُهُمَا عَلٰى مَا لَا يُؤْتَمَنُ عَلَيْهِ اِلَّا اَوْحَدِی الْعُدُوْلِ مِنَ الْاَسْرَارِ وَمَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتٍ۔

(تنقیح المقال جلد اول ص ۲۰۳ باب الجیم
مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

تحقیق یہ ہے۔ کہ گزشتہ تمام اخبار سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ جابر جعفی'' نہایت جلالت شان کا مالک اور بڑے مرتبے والا تھا۔ اور امام باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کے ہاں اس کا عظیم مرتبہ تھا۔ بلکہ یہ شخص ان دونوں اماموں کا رازدان اور قلبی دوست تھا۔ ان کی مخصوص مہربانیوں کا مرکز تھا۔ اور ان کا امین تھا۔ اور ان میں کی ان باتوں کا جن کا کسی رازدان کو ہی امین بنایا جاتا ہو۔ اور اہل بیت کے ساتھ اس کا رویہ عادلانہ تھا۔

تہذیب التہذیب:

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَعْلٰى قِيْلَ لِزَائِدَةَ ثَلَاثَةٌ لِمَ لَا تَرْوِیْ عَنْهُمْ اِبْنُ اَبِیْ لَيْلٰى وَجَابِرٌ الْجُعْفِیُّ وَالْكَلْبِیُّ قَالَ اَمَّا الْجُعْفِیُّ فَكَانَ وَاللّٰهِ كَاذِبًا يُؤْمِنُ بِالرَّجْعَةِ وَقَالَ اَبُوْ يَحْيَى الْحِمَّانِیُّ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ مَا لَقِيْتُ اَكْذَبَ مِنْ جَابِرٍ الْجُعْفِیِّ .... وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَعْلٰى سَمِعْتُ زَائِدَةَ يَقُوْلُ جَابِرُ الْجُعْفِیُّ رَافِضِیٌّ

يَشْتِمُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(تہذیب التہذیب جلد دوم باب الجیم ص ۴۸، ۴۹ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

یحییٰ بن یعلیٰ نے کہا کہ زائدہ سے پوچھا گیا۔ کیا وجہ ہے تم ان تین آدمیوں سے روایت نہیں کرتے۔ ۱۔ ابن ابی یعلیٰ۔ ۲۔ جابر جعفی۔ ۳۔ کلبی۔ کہنے لگے کہ جعفی سے اس لیے نہیں کہ خدا کی قسم وہ جھوٹا آدمی ہے اور رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔ ابو یحییٰ حمانی نے ابو حنیفہ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں جتنے لوگوں سے ملا ہوں۔ اُن میں سب سے بڑا جھوٹا جابر جعفی ہے .... یحییٰ بن یعلیٰ کا ہی کہنا ہے کہ میں نے زائدہ سے سُنا۔ وہ جابر جعفی کے متعلق کہتے تھے کہ وہ رافضی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو گالی دیتا ہے۔

میزان الاعتدال:

جَابِرُ ابْنُ يَزِيْدَ بْنَ حَارِثَ الْجُعْفِيِّ الْكُوْفِي اَحَدُ عُلَمَاءِ الشِّيْعَةِ ...... وَقَالَ ابْنُ حَبَّانَ كَانَ سَبَائِيًّا مِنْ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَبَا كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ عَلِيًّا يَرْجِعُ اِلَى الدُّنْيَا ...... عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ جَابِرُ الْجُعْفِيُّ يَقُوْلُ دَابَّةُ الْاَرْضِ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔

(میزان الاعتدال جلد اول صفحہ نمبر ۳۷۸، باب حرف الجیم مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

جابر جعفی شیعہ علماء میں سے ایک تھا۔ ابن حبان نے اسے سبائی کہا۔ جو عبداللہ بن سباء یہودی کے پیروکار ہیں۔ اس کا عقیدہ یہ تھا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔۔۔۔۔۔ ابن عیینہ سے منقول ہے۔ کہ جابر جعفی کہتا تھا۔ کہ "دابۃ الارض" دراصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

خلاصہ:

قارئین کرام! ینابیع المودۃ کے چند حوالہ جات اور اس میں روایات کے راویوں کے حالات سے آپ نے اس کے متعلق بخوبی جان لیا ہوگا۔ کہ یہ کتاب کس مسلک کی ترجمان اور اس کا مصنف کس مذہب کا پیرو ہے۔ ان تمام باتوں سے یہی ثابت ہوا۔ کہ سلیمان بن ابراہیم سنی نہیں بلکہ سنی بنا ہوا تھا۔ وہ درحقیقت رافضی شیعہ تھا۔ اور اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھنا اس فریب دہی سے ہے۔ تاکہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر شیعہ مسلک کی ترویج اور تشہیر کرے۔ ایسے شخص کی کتاب سے روایت ذکر کر کے اہل سنت پر حجت قائم کی جا رہی ہے؟ ینابیع المودۃ کے مصنف کے حالات اور اس کی کتاب میں مرقوم اس کے عقائد پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد اب دوسری کتاب "تذکرۃ الخواص" کا تذکرہ بھی سن لیجئے۔

تذکرۃ الخواص اور اس کے مصنف کا تعارف

"تذکرۃ الخواص" سبط ابن جوزی کی تصنیف ہے۔ اس میں ابن جوزی نے جا بجا حضرات صحابہ کرام پر تبرا بازی کر کے اپنے مسلک کی نشاندہی کی ہے۔

سردست چند عبارات کا ترجمہ بمعہ صفحہ پیش کر رہا ہوں۔ تاکہ اصل عبارت دیکھنا آسان ہو جائے۔

۱۔ عثمان نے جب حکم کا جنازہ پڑھایا۔ تو لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ اور تنگ آکر انہیں قتل کر دیا۔

۲۔ ایک خود ساختہ ملنگ شیعہ کی زبانی حضرات شیخین پر الزامات عائد کیے۔ اُن پر تبرا بازی کی۔ اس طرح ابن جوزی نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ فرضی ملنگ کے سوال ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت ابوبکر کی خلافت پر صحابہ کرام کا اجماع نہیں ہوا تھا۔ ص ۶۰

۲۔ ابوبکر و عمر نے نفس پرستی کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ کو خلافت کے حق سے محروم کر دیا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی بنا پر ابوبکر خلافت کے مستحق نہ تھے۔ ص ۶۲

۳۔ ابوبکر کی حکومت شر پر مبنی تھی۔ ایسے حاکم کو قتل کر دینا چاہیئے ص ۶۱

۴۔ عمرو بن العاص پر چار آدمی دعویدار تھے۔ کہ یہ ہمارا بیٹا ہے۔ ص ۲۰۱

ان عبارات سے صاف ظاہر کہ ان کا قائل سبط ابن جوزی ہرگز سنی نہ تھا۔ بلکہ کٹر شیعہ تھا۔ اس کے شیعہ ہونے کی تصدیق اسمائے رجال کی کتابیں بھی کرتی ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

میزان الاعتدال:

يُوْسُفُ بْنُ فرغلي الْوَاعِظ المؤرخ شَمْسُ الدِّيْنِ اَبُو الْمظفر سَبْطِ ابْنِ جَوْزِيْ ....

قَالَ شَيْخُ مُحْيِ الدِّيْنُ سَبق البوسى لَمَّا بَلَغَ جَدِّيْ مَوْتُ سَبْطِ ابْنِ جَوْزِيْ قَالَ لَا رَحِمَهُ اللهُ

كَانَ رَافِضِيًّا۔

(میزان الاعتدال جلد ثالث باب حرف الیاء
مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:۔

سبط ابن جوزی۔ کے متعلق شیخ محی الدین سبق یوسی کا کہنا ہے۔ کہ جب اس کی موت کی خبر میرے جدامجد کو پہنچی تو انہوں نے کہا۔ اللہ اس پر رحم نہ کرے۔ وہ رافضی تھا۔

اسی کی تائید شیعہ مصنف شیخ عباس قمی نے بھی ان الفاظ سے کی ہے۔

الکنیٰ والالقاب:۔

ابوالمظفر یوسف بن فرغلی بغدادی عالم فاضل مورخ وکامل است وازاو است کتاب تذکرہ خواص الائمۃ در ذکر خصائص ائمہ علیہم السلام۔ ومرأت الزمان در تاریخ اعیان در مدود چہل مجلد ذہبی گفتہ دراں حکایتہا ئی باور نہ کردنی آوردہ وہ گمان ندارم ثقہ باشد ناروا گو وگزافہ پرداز است و بایں ہمہ رافضی است۔

(الکنیٰ والالقاب جلد نمبر ۳ ص ۲۹۷ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابوالمظفر سبط ابن جوزی بغدادی ایک عالم، فاضل، مورخ اور کامل آدمی تھا۔ تذکرۃ الخواص اسی کی تصنیف ہے۔ جس میں حضرات ائمہ اہل بیت کے خصائص مذکور ہیں۔ اور مرأت الزمان در تاریخ اعیان بھی اسی کی کتاب ہے۔ جو چالیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ امام ذہبی کا کہنا ہے

کہ بسط ابن جوزی نے ان کتابوں میں ایسی حکایات ذکر کیں۔ جو قابلِ یقین و اعتبار نہیں ہیں۔ اور ذہبی کہتے ہیں۔ کہ اس کے ثقہ ہونے کا مجھے یقین نہیں۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے والا اور افسانہ گو تھا۔ ان تمام باتوں کے باوجود وہ یقیناً رافضی تھا۔

تذکرۃ الخواص اور اس کے مصنف کا تعارف

خلاصہ:

تذکرۃ الخواص اور اس کے مصنف کے حالات وعقائد آپ نے ملاحظہ کیئے۔ ینابیع المودۃ کی طرح یہ بھی رافضی ہے۔ اس لیے ان دونوں کتابوں کا حوالہ ہمارے لیے حجت ہرگز نہیں بن سکتا۔ ان کے مصنفین تقیہ کا سہارا لے کر اہل سنت کو بدنام کرنے کے لیے سُنّی کہلاتے رہے۔ ہم نے ان کی اصلیت پر سے پردہ اٹھا دیا ہے۔

الحاصل:

کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخ رسول اللہ، علی وصی رسول اللہ وغیرہ الفاظ کے ساتھ کسی سنی کتاب میں موجود نہیں۔ صحاح ستہ کا حوالہ زیدی نے محض دھوکہ دینے کے لیے دیا۔ اور جن کتابوں میں کچھ اس قسم کے الفاظ ملتے ہیں۔ اوّل تو وہ ہمارے مسلک کی نہ ہونے کی بنا پر ہمارے خلاف حجت نہیں۔ اور دوسرا ان میں یہ کلمہ "سند کے بغیر روایت" کے طور پر ذکر کیا گیا۔ بے سند روایت نہ اہل تشیع کے ہاں مقبول اور نہ ہی اہل سنت کے نزدیک

منظور۔ تو ایسی روایت کا سہارا لے کر اہل سنت پر اعتراض کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

اصاغر و اکابر شیعہ کے لیے ہمارا چیلنج ہے۔ کہ ایک ہی روایت ایسی پیش کردو۔ جو مسند، مرفوع اور صحیح ہوتے ہوئے تمہارے کلمہ میں پڑھے جانے والے الفاظ کی صراحت کرتی ہو۔ پیش کرو اور منہ مانگا انعام پاؤ۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اہل تشیع کے کلمہ پر ان کی دوسری دلیل

غلام حسین نجفی کی کتاب "کلمہ طیبہ" میں یہ ثابت کرنے کی جسارت کی گئی۔ کہ تفسیر مظہری میں شیعوں کا کلمہ موجود ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

کلمہ طیبہ

"دعوت ذوالعشیرہ اور علی کی ولایت کا اعلان"

نبی کریم نے دعوت ذوالعشیرہ کے موقعہ پر بنی عبدالمطلب کو جمع کیا۔ اور فرمایا

تفسیر مظہری:

يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِخَيْرِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَقَدْ اَمَرَنِيَ اللهُ اَنْ اَدْعُوْكُمْ اِلَيْهِ فَاَيُّكُمْ يُوَازِرُنِيْ عَلٰى اَمْرِيْ وَيَكُوْنُ اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ فَاَحْجَمَ الْقَوْمُ

عَنْهَا جَمِيعًا فَقُلْتُ وَاَنَا اَحْدَثُهُمْ سِنًّا اَنَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَنَا وَزِيْرُكَ عَلَيْهِ فَاَخَذَ بِرَقَبَتِيْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذَا اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ فِيْكُمْ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا فَقَامَ الْقَوْمُ يَضْحَكُوْنَ اَمَرَنَا اَنْ نَسْمَعَ بِعَلِيٍّ وَنُطِيْعَ ۔

(تفسیر مظہری سورۃ الشعراء ص ۱۱۶)
(قاضی ثناء اللہ عثمانی جلد ہفتم تاریخ ابی الفداء ص ۱۱۶ ۔ عالم اہل سنت کی معتبر عماد الدین اسماعیل اور اہل سنت کی معتبر تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۲۸ اہل سنت کی معتبر کتاب کنز العمال جلد ۶ عالم اہل سنت شیخ علاؤ الدین)

ترجمہ:۔

حضور نے دعوت ذوالعشیرہ کے موقعہ پر فرمایا۔ کہ اے بنی عبدالمطلب میں آپ کے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں ۔ اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے ۔ کہ میں آپ کو اس کی طرف دعوت دوں ۔ اور آپ میں جو بھی اس دعوت میں میری مدد کرے گا ۔ میرا بھائی ہوگا میرا وصی ہوگا ۔ میرا خلیفہ ہوگا ۔ تو سب قوم خاموش ہو گئی ۔ جناب علی فرماتے ہیں میں سب سے کم سن تھا ۔ اور اٹھا اور عرض کی کہ یا نبی اللہ اس دعوت میں میں آپ کا وزیر بنوں ۔ تو نبی پاک نے حضرت علی کی گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ۔ کہ ان ہذا اخی دوصی وخلیفتی کہ یہ علی میرا بھائی ہے میرا وصی ہے ۔

میرا خلیفہ ہے۔ تم اس کی بات سنو۔ اور اس کی اطاعت کرو۔

ناظرین یہ دعوتِ اسلام کا آغاز ہے بعثت کے صرف تین برس گزرے ہیں۔ اور اس کے ساتھ حضرت علی کی ولایت کا اعلان کر رہے ہیں۔ اور صرف توحید و رسالت کا اعلان نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ حضرت علی کی ولایت کا اعلان کر رہے ہیں۔ اور حضرت علی کی اطاعت فرض کر رہے ہیں۔ کلمہ "و اطیعوا"، پر ذرا غور فرمائیے۔ اور علی کا سن بھی دیکھئے۔ اب جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے یا نبی کی تو اسے پہلے ایمان لانا چاہیئے اللہ اور رسول پر۔ اور جو علی کی اطاعت کرتا ہے۔ اُسے علی کی خلافت پر ایمان لانا چاہیئے اور ایمان ایک امر قلبی ہے۔ جب تک اس کا اظہار نہ کیا جائے۔ اس وقت تک معلوم نہیں ہوتا۔ اور اس اظہار کا نام ہے کلمہ۔ لہذا لا الہ الا اللہ خدا پر ایمان لانے کا اعلان ہے۔ محمد رسول اللہ نبی پر ایمان لانے کا اعلان ہے۔ اور علی ولی اللہ حضرت علی پر ایمان لانے کا اعلان ہے۔ تو جب نبی نے فرمایا کہ فاسمعوا و اطیعوا تو یہ سماعت اور اطاعت بغیر ایمان کے معقول نہیں۔ تو جب اطاعت و ایمان دونوں حضرت علی کے متعلق فرض ہیں۔ تو پھر اس کے اظہار اور اعلان میں کیا ہے۔ اور یہی علی ولی اللہ کا اعلان ہے۔ جو کہ حضور نے بعثت کے چوتھے برس مکہ میں فرمایا۔ البتہ ابولہب اور اس قماش کے لوگوں کو یہ اعلان ناگوار گزرا۔ اور ان جیسے جو لوگ بھی دنیا میں ہیں۔ ان پر یہ اعلان ناگوار گزرتا ہے۔

(رسالہ کلمہ طیبہ مصنفہ غلام حسین نجفی شیعی ص ۵ تا ۹
مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور

جوابِ اوّل:۔

جیسا کہ آپ قارئین اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں۔ کہ اہل تشیع اپنے کلمہ میں

"علی ولی اللہ" کے الفاظ پڑھتے ہیں۔ اور اہل سنت اس طرح کلمہ میں ان الفاظ کو نہیں پڑھتے۔ یعنی شیعہ مذہب میں یہ الفاظ کلمہ کی جزء ہیں۔ اب نجفی شیعی پر لازم تھا۔ کہ حوالہ ایسا پیش کرتا جس میں ان الفاظ کو کلمہ طیبہ کی جزء کے طور پر ذکر کیا گیا ہو۔ تفسیر مظہری کامل ابن اثیر اور کنز العمال وغیرہ میں ان الفاظ کا وجود تک نہیں۔ بلکہ "اخی ووصیی وخلیفتی" الفاظ مذکور ہیں۔ جن کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰی کو اپنا بھائی اپنا وصی اور اپنا خلیفہ کہا ہے۔ ان الفاظ کا موجود ہونا بھی محل نظر ہے۔ کیونکہ کسی صحیح حدیث سے ان کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس کی تفصیل تحفہ جعفریہ میں گزر چکی ہے۔ لیکن اگر ان الفاظ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تو ان تینوں الفاظ کا ان الفاظ سے کیا تعلق جو شیعہ لوگ اپنے کلمہ میں جزء کلمہ سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا کون منکر ہے۔ لیکن مسئلہ خلافت اور کلمہ طیبہ میں کیا مناسبت ہے۔ خواہ مخواہ اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے وقت ضائع کیا گیا۔ اور دھوکہ وفریب دینے کی کوشش کی گئی۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ تفسیر مظہری کی عبارت اور شیعوں کے کلمہ کا باہم کوئی رابطہ نہیں ہے۔

جواب دوم

تفسیر مظہری سے جو عبارت نجفی شیعی نے ذکر کی۔ اس کی اس مقام پر کوئی سند مذکور نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ علامہ بغوی نے کسی اور مقام پر اس کی سند ذکر کی ہو۔ تو جب تک اس کی سند معلوم نہ ہو گی۔ اس کے مقام و مرتبہ کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

بہرحال اس میں جو تین الفاظ (اخی، وصی، خلیفتی) موجود ہیں۔ انہیں اپنے زعم کے مطابق نجفی اور اس کے ہمنوا کلمہ طیبہ میں شامل مانتے ہیں۔ یعنی ان کے پڑھنے کے بغیر کوئی "مومن" نہیں ہو سکتا۔ کسی کا مومن ہونا یا ہونا "اصول دین" میں سے ایک اصل ہے۔ یعنی اگر "علی ولی اللہ" کوئی پڑھے گا۔ تو مومن ورنہ

غیر مومن کہلائے گا۔

اسی مضمون کی طرف نجفی نے تفسیر مظہری سے نقل کردہ عبارت کی تشریح و تفسیر کے ضمن میں اشارہ کیا ہے۔ تو جب یہ معاملہ "اصول دین" سے متعلق ہوا۔ تو اس کے ثبوت کے لیے کوئی ٹھوس دلیل دینی چاہیئے تھی۔ قرآنی آیت ہوتی یا کوئی ایسی حدیث جو مسند، مرفوع اور صحیح کے درجہ کی ہوتی۔ روایت مذکورہ آیتِ قرآنی تو یقیناً نہیں۔ اور حدیث اگر ہے تو اس درجہ کی نہیں۔ جس سے "اصول دین" ثابت ہو سکیں۔

روایت بالا کی سند مکمل طور پر تو معلوم نہ ہو سکی۔ البتہ علامہ بغوی کہتے ہیں۔ کہ اس کا راوی "محمد بن اسحاق" ہے۔ آیئے! محمد بن اسحاق کی سیرت اسماء رجال کی کتابوں میں دیکھیں۔ تاکہ اس کی روایت کا درجہ و مقام متعین ہو جائے۔

میزان الاعتدال:۔

مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ بْنِ يَسَارٍ اَبُوْ بَكْرِ الْمَخْزَمِيُّ ۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ رُمِيَ بِالْقَدْرِ وَكَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَقَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ لَمْ اَجِدْ لَهٗ سِوٰى حَدِيْثَيْنِ مُنْكَرَيْنِ وَقَالَ اَبُوْ دَاؤدَ قَدْرِيٌّ مُعْتَزِلِيٌّ وَقَالَ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ كَذَّابٌ. وَقَالَ وُهَيْبٌ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يَقُوْلُ كَذَّابٌ وَقَالَ وُهَيْبٌ سَاَلْتُ مَالِكًا عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ فَاتَّهَمَهٗ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ وَمَالِكٌ يَجْرَحَانِ ابْنَ اِسْحَاقَ وَقَالَ يَحْيَى ابْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ

قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مَالِكٍ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ ابْنَ اِسْحَاقَ يَقُوْلُ اَعْرِضُوْا عَلَيَّ عِلْمَ مَالِكٍ فَاِنِّيْ بَيْطَارُهٗ فَقَالَ مَالِكٌ اُنْظُرُوْا اِلٰى دَجَّالٍ مِنَ الدَّجَاجِلَةِ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ رَاَيْتُ ابْنَ اِسْحَاقَ فِيْ مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَاسْتَحْيَيْتُ اَنْ يَّرَانِيْ مَعَهٗ اَحَدٌ اتَّهَمُوْهُ بِالْقَدْرِ وَرَوٰى اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ مَا رَوَيْتُ عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ اِلَّا بِالْاِضْطِرَارِ .... وَقَالَ اَحْمَدُ هُوَ كَثِيْرُ التَّدْلِيْسِ .... قَالَ يَحْيٰى الْقَطَّانُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحَاقَ كَذَّابٌ۔

(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۱، ۲۲
حرف المیم مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

محمد بن عبداللہ بن نمیر نے کہا۔ کہ محمد بن اسحاق قدریہ فرقہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ اور اس نظریہ میں وہ دوسرے لوگوں سے بہت آگے نکلا ہوا تھا۔ ابن مدینی نے کہا کہ میں نے ابن اسحاق سے صرف دو حدیثیں پائیں اور وہ بھی منکر ہیں۔ ابو داؤد کا کہنا ہے۔ کہ یہ قدری اور معتزلی عقائد کا حامل تھا۔ سلیمان تیمی نے اسے کذاب،، کہا۔ وہیب کا کہنا ہے۔ کہ میں نے امام مالک سے اس کے بارے میں پوچھا کہ ابن اسحاق ،، کذاب ،، ہے۔ وہیب ہی نے کہا۔ کہ میں نے امام مالک سے اس کے بارے

میں پوچھا۔ تو انہوں نے اِسے مہتم کہا۔ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں۔ کہ ہمیں ابن ادریس نے بتلایا۔ کہ میں امام مالک کے پاس تھا۔ تو کسی نے کہا ابن اسحاق کہتا ہے۔ کہ امام مالک کے علوم مجھ پر پیش کرو۔ میں ان کی جانچ پڑتال کروں گا۔ یہ سُن کر امام مالک نے کہا دجالوں میں سے ایک دجال کو دیکھ لو۔ ابن عیینہ کا قول ہے۔ کہ میں نے ابن اسحاق کو مسجد خیف میں دیکھا۔ تو مجھے شرم آئی۔ کہ کہیں سے کوئی شخص مجھے اس کے ساتھ بیٹھا نہ دیکھ لے۔ لوگ اس پر قدریہ کا الزام لگاتے تھے۔ حماد بن سلمہ سے ابو داؤد نے روایت کی۔ کہ میں نے ابن اسحاق سے بغیر مجبوری کے کبھی روایت نہیں کی۔ امام احمد کا کہنا ہے۔ کہ ابن اسحاق بہت زیادہ تدلیس کرتا تھا۔ یحییٰ قطان کا کہنا ہے۔ کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ ابن اسحاق ”کذاب“ ہے۔

لمحۂ فکریہ:-

قارئین کرام! نجفی شیعی نے اصول دین میں سے ایک اصل کو ثابت کرنے کی جو بھونڈی کوشش کی۔ آپ نے اس کی ایک جھلک ملاحظہ کر لی۔ کیا مزے کی بات ہے کہ ”علی ولی اللہ“، اُن کے دین کے اصول میں سے ایک اصل اور اس کو ثابت کرنے کے لیے کتب اہل سنت کا سہارا؟ یہ دھوکہ اور فریب نہیں تو اور کیا نام دوگے؟ ہے دے کے اس کا راوی محمد بن اسحاق تھا۔ جس کی کیفیت اور حالت آپ پڑھ چکے ہیں۔ قدری، معتزلی، دجال، کذاب اور متہم ایسے الفاظ اس کے متعلق کہے گئے۔ کیا ان اوصاف کے حامل شخص کی روایت ”اصول دین“ کے ثبوت میں کارگر ہو سکتی ہے۔ ہم نجفی کو اس مقام پر بھی چیلنج کرتے ہیں۔ کہ جرأت

کرو۔ اور ہماری کتب معتبرہ سے کوئی ایک روایت مسند، مرفوع اور صحیح پیش کر دو جس میں تمہارا کلمہ مذکور ہو۔ تو منہ مانگا انعام پاؤ۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تیسری دلیل

اہل تشیع کو ہمارے گزشتہ جواب پر کچھ تسلی نہ ہوئی۔ کیونکہ ان کا کہنا ہے۔ کہ ہم شیعہ لوگوں نے اہل سنت کی کتابوں سے جو اپنا کلمہ ثابت کیا ہے۔ وہ بطور الزام تھا۔ یعنی اے سنیو! تم ہمارے کلمہ کی مخالفت کرتے ہو حالانکہ یہ کلمہ تمہاری کتابوں میں مذکور ہے۔ ہم شیعہ اپنے کلمہ کا ثبوت اپنی کتب معتبرہ سے پیش کرتے ہیں۔ نجفی نے اسی طرز پر کہا۔

کلمہ طیبہ

"علی ولی اللہ" کلمہ طیبہ کی جزو ہے۔

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ کلمہ طیبہ مومن کا یہ کہنا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وخلیفۃ رسول اللہ۔ یہ کلمہ شیعہ کی مستند کتابوں میں مذکور ہے۔ شیعہ کے امام کا فرمان ہے۔ اور شیعہ اسے پڑھتے ہیں۔ اس میں آپ کو کیا دکھ ہے۔ آپ علی ولی اللہ کے خلاف شور مچا رہے ہیں۔ اور آپ ہر روز صبح کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔ بھی کہتے ہیں۔ کیا یہ کلمہ زمانۂ رسول میں کبھی حضرت بلال نے کہا تھا۔ کیا نبی کریم نے اس کی تعلیم دی ہے۔

(رسالہ کلمہ طیبہ ص ۸)

جواب

جیسا کہ سطور بالا میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ نجفی کا کہنا ہے کہ "علی ولی اللہ" کلمہ کی جزو اس لیے ہے کہ ہماری مستند کتابوں میں اس کو جزو کہہ کر لکھا گیا ہے مستند کتاب سے مراد "اصول کافی" ہے۔ اس کتاب میں "کتاب الحجۃ باب نادر" کے تحت ایک حدیث کو سامنے رکھا گیا۔ اصول کافی کی شرح مرآۃ العقول میں یہ عبارت درج ہے:

مرآۃ العقول:

عَلِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِي الرَّبِيْعِ الْقَزَّازِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ لِمَ سُمِّيَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّاهُ وَهٰكَذَا اَنْزَلَ فِيْ كِتَابِهٖ "وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلِيْ وَاَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(مرآۃ العقول تصنیف ملا باقر مجلسی جلد ۲ ص ۲۷۰
کتاب الحجۃ باب نادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بحذف اسناد۔ جابر نے جناب امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو "امیر المومنین" کا نام کیوں دیا گیا؟ امام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ نام رکھا ہے۔ قرآن کریم کی آیت اللہ نے ان الفاظ میں نازل فرمائی تھی۔ واذ اخذ ربك الخ۔ جب تمہارے رب نے اولاد آدم سے ان کی پشتوں میں ہوتے ہوئے اس بات پر گواہ بنایا۔ اور یہ عہد لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ اور کیا جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول نہیں؟ اور کیا حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین نہیں؟

یہ تھی وہ کتاب معتبر اور اس کی روایت۔ اسی کو بعینہٖ ایک شیعہ مجتہد مسمّٰی محمد احسن زیدی نے اپنے رسالہ "کلمہ طیبہ اور نماز" حصہ اول ص ۶۸ پر درج کیا ہے۔ اب دیکھئے! نجفی اور اس کے ہم نوالہ و ہم پیالہ کس طرح اپنے دام میں پھنستے ہیں۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ "مرأة العقول" کی یہ روایت الٹی ہمارے گلے کا پھندا بن جائے گی۔ اور ہمارے لیے جان چھڑانا مشکل ہو جائے گی۔

بروایتِ مذکورہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کو نازل فرماتے وقت یہ الفاظ بھی اتارے تھے۔ ان محمد ا رسولی وان علیا امیر المومنین لیکن موجود قرآن کریم کے کسی نسخہ میں ان حروف کا نام ونشان نظر نہیں آتا۔ اگر کہیں موجود ہیں۔ تو نجفی وغیرہ دکھا کر منہ مانگا انعام وصول کریں۔ اور اگر نہ دکھا سکیں۔ تو صاف ظاہر کہ یہ الفاظ موجود قرآن میں نہیں ہیں۔ اترتے وقت ان الفاظ سمیت آیت مذکورہ کا اترنا اور اب تمام نسخوں کا اس سے خالی ہونا دو احتمال کا محتمل ہے۔ ایک یہ کہ یہ قرآن وہ نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اتارا تھا۔ بلکہ اس میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل ہو گیا۔ یہ احتمال صرف احتمال نہیں۔ بلکہ تمہارے مجتہد ملا خلیل قزوینی نے اس کو تسلیم کیا۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں اگلے صفحہ پر۔

صافی:-

در شرح حدیث چہارم باب ششم کتاب الایمان والکفر میتواند بود کہ مراد آں باشد کہ از محمد تا آخر در لفظ قرآن بود و مخالفاں اسقاط کردہ باشند۔

(صافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ جزو سوم حصہ دوم ص ۸۶ باب ۱۹ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:-

اصول کافی کے چھٹے باب کتاب الایمان والکفر کی چوتھی حدیث کی شرح یہ ہو سکتی ہے۔ کہ اس روایت سے مراد یہ ہو کہ لفظ محمد سے آخر تک (ان محمدا رسولی وان علیا امیر المومنین) کے الفاظ قرآن میں تھے۔ لیکن مخالفین نے انہیں باہر نکال دیا ہو۔

اس وضاحت کے مطابق اہل تشیع کو یہ تسلیم کرنے میں بخل نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ موجود قرآن مکمل آیات پر مشتمل نہیں۔ اس میں تحریف و تبدیل کیا گیا ہے۔ اور یہ اصول دین میں سے ہے کہ قرآن کو محرف کہنے والا بددین اور کافر ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہو سکتا ہے۔ کہ نجفی تحریف قرآن کے قول سے بچنے کے لیے یہ کہہ دے۔ کہ حدیثِ مذکورہ صحیح نہیں۔ بلکہ موضوع و مردود ہے۔ اور نجفی کو یہ کہنے میں باک نہ ہوگا۔ کیونکہ اس حدیث کے مجہول ہونے کی تصریح ملا باقر مجلسی نے کر دی ہے۔

"مرآۃ العقول" میں ہے۔ الحدیث الرابع مجھول (جلد ۱۱ ص ۳۷)

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ کہ کتاب الایمان والکفر کے باب نادر کی حدیث مذکورہ "چوتھی حدیث" تھی۔ اسی نمبر کے مطابق ملا باقر مجلسی نے اس پر کاری ضرب لگائی۔ اب نجفی صاحب پھنس گئے کہ ایسی مجہول حدیث سے "علی ولی اللہ" کو جزو کلمہ

ثابت کر رہے ہو۔ جو اصول دین میں سے ہے۔ کیا اصول دین کا ثبوت اسی قسم کی احادیث و روایات سے ہوتا ہے؟ نکلو میدان میں۔ اگر کوئی آیت ہے۔ کہ جس میں علی ولی اللہ کے الفاظ ہوں۔ تو پیش کرو۔ اور نقد ایک لاکھ روپیہ وصول پاؤ۔ اگر آیت نہ ملے۔ اور نہ ملے گی۔ تو ان الفاظ کو "اصول دین" میں شمار کرنے سے باز رہو۔ اور کلمہ کی جز کے طور پر اسے تسلیم نہ کرو۔ آخر تمہارے ہی اصول کی کتاب نے یہ بھی کہا ہے

اصل الشیعۃ واصولہا:

اَلْاِسْلَامُ وَالْاِیْمَانُ یَعْتَمِدُ عَلٰی ثَلَاثَۃِ اَرْکَانٍ اَلتَّوْحِیْدُ وَالنُّبُوَّۃُ وَالْمِیْعَادُ فَلَوْ اَنْکَرَ الرَّجُلُ وَاحِدًا فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ وَلَا مُؤْمِنٍ وَاِذْ اَذْعَنَ بِتَوْحِیْدِ اللّٰہِ وَنُبُوَّۃِ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاعْتَقَدَ بِیَوْمِ الْجَزَآءِ فَھُوَ مُسْلِمٌ حَقًّا اٰمِنٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔

(اصل الشیعۃ واصولہا صفحہ نمبر ۴۰
مطبوعہ قاہرہ مصر)

ترجمہ:۔

اسلام و ایمان کا دار و مدار تین ارکان پر ہے۔ "توحید" نبوت اور معیاد پر۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرتا ہے۔ تو وہ نہ مسلمان ہے۔ اور نہ ہی مومن۔ اور جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور سید الانبیاء کی نبوت اور یوم الجزاء پر پختہ اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ سچا پکا

مسلمان ہے۔

"اصل الشیعہ"، کی بات نجفی شیعی کو ماننی چاہیئے۔ اور "علی ولی اللہ"، کو کلمہ کی جزء کہنا چھوڑ دینا چاہیئے۔ عجیب منطق ہے۔ کہ اس لفظ کو "اصول دین"، میں شمار بھی کرو۔ اور قرآن وصحیح حدیث سے اس کا ثبوت بھی پیش نہ کر سکو۔ بہت کوشش کی۔ تو ایک ایسی حدیث مل سکی۔ جو اس مقام ومرتبہ کی ہی نہیں۔ کہ جس سے اصول دین میں سے کوئی اصل ثابت کرنے کی قوت ہو۔ اس قسم کی حدیث سے تو نماز روزہ کا وجود بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ جو اعمال صالحہ ہیں۔ چہ جائیکہ کلمہ کی جزء اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت کی دلیل بن سکے۔ یہی (امامت وخلافت علی) وہ اصول ہیں۔ جن کے متعلق بحوالہ حیات القلوب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر ہزاروں مرتبہ تاکید کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ نجفی شیعی نے سیدھے سادے مسلمان کو گمراہ کرنے کے لیے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور "کلمہ طیبہ"، نامی بے تکی کتاب اس کے لیے لکھ ماری اللہ تعالیٰ ان فریبیوں سے بچائے۔ اور عقائد حقہ پر ثابت قدم رکھے۔

اذان میں "الصلوۃ خیر من النوم"، کا دور نبوی میں ثبوت

دلیل زیر بحث میں نجفی نے اہل سنت پر الزام لگا کر اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ الزام یہ کہ سنیوں کی اذان میں کہے جانے والے الفاظ الصلوۃ خیر من النوم، کبھی زمانہ حضور میں کہے گئے۔ یا آپ نے اس کی تعلیم دی؟ یعنی جس طرح سنیوں نے یہ الفاظ اذان صبح میں داخل کر لیے۔ حالانکہ ان کا ثبوت زمانۂ پیغمبر میں نہ تھا۔ تو ہم اگر

"علی ولی اللہ" کا اضافہ کر لیں۔ تو سنی اس پر سیخ پا کیوں ہوتے ہیں؟

اس الزام یا مکرو فریب کا پردہ ہم چاک کرتے ہیں۔ اور اہل سنت کی کتابوں سے اس بارے میں حدیث دکھاتے ہیں۔ جس میں زمانۂ رسالت میں ان الفاظ کا پایا جانا اور پڑھنے کی ترغیب موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ابوداؤد شریف:

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ سُنَّةَ الْاَذَانِ قَالَ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَاْسِيْ قَالَ تَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الخ .... فَاِنْ كَانَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ قُلْتَ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ الخ يُذْكَرُ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا مَحْذُوْرَةَ يَقُوْلُ اَلْقٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَذَانَ حَرْفًا حَرْفًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الخ وَكَانَ يَقُوْلُ فِي الْفَجْرِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔

(ابوداؤد شریف جلد اول ص ۷۶،۷۷
کتاب الصلوۃ)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے درخواست کی۔ کہ مجھے اذان سکھلائیے۔ کہتے ہیں۔ کہ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر کے اگلے حصّہ پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا۔ کہو اللہ اکبر اللہ اکبر......... اور اگر صبح کی اذان ہو۔ تو الصلوۃ خیر من النوم۔ دو مرتبہ کہنا۔

ایک اور حدیث میں مذکور ہے۔ کہ ابو محذورہ کو یہ کہتے سنا گیا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان انہیں ایک ایک حرف کر کے بتلائی یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر الخ... اور صبح کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کے الفاظ کہا کرتے تھے۔

ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اذان کی تعلیم کا اصل واقعہ

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے اذان کب اور کیسے سیکھی۔ اہل سنت کی کتب حدیث میں یہ واقعہ کم و بیش اس طرح منقول ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ ابو محذورہ کہتے ہیں۔ کہ میں دس آدمیوں کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ سے باہر نکلا۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان سنوں۔ اور پھر اس کا مذاق اڑاؤں۔ ہمیں یہ موقعہ مل گیا۔ آپ کے مؤذن نے اذان دی۔ ہم نے دور سے سنی۔ تو ہم نے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیا یعنی ازراہِ مذاق کلماتِ اذان بلند آواز سے کہنے شروع کر دیئے۔ اتفاق کی بات تھی کہ میری آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی۔ آپ کو میری آواز پسند آئی۔ صحابہ کرام سے فرمایا۔ کہ اس آواز والے کو میرے پاس پکڑ لاؤ۔ وہ پکڑ کر مجھے حضور کے سامنے لے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ جو مذاق سے کہہ رہے تھے۔ ہمارے سامنے وہ

کلمات کہو۔ میں نے بہانہ بنایا۔ کہ وہ میں بھول گیا ہوں۔ تو آپ نے ایک روایت کے مطابق میرے سینہ پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ اور دوسری روایت کے مطابق آپ نے میرے سر کے اگلے حصّہ پر ہاتھ پھیرا۔ ایس ہاتھ کا پھرنا تھا۔ کہ میرے قلب و جگر میں ایمان کے سوتے پھوٹ گئے۔ میں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اور مسلمان ہو گیا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حرم کعبہ کا مؤذن مقرر فرمادیا۔ اور مجھے میری درخواست پر اذان کے کلمات تعلیم فرمائے۔ نسائی شریف میں ان کا تذکرہ یوں مذکور ہے۔

نسائی شریف:

ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَاَذِّنْ عِنْدَ الْبَیْتِ الْحَرَامِ قُلْتُ کَیْفَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَلَّمَنِیْ کَمَا تُؤَذِّنُ الْاٰذَانَ بِهَا اَللّٰهُ اَکْبَرُ الخ ...... حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔

(نسائی شریف کتاب الاذان ص ۷۶
مطبوعہ نور محمد کراچی۔)

ترجمہ:-

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ۔ آج سے تم بیت اللہ کے مؤذن ہو گئے۔ میں نے عرض کی۔ اذان کن الفاظ سے کہوں۔ آپ نے مجھے وہی کلمات اذان سکھلائے۔ جو آج بھی پڑھے

جاتے ہیں۔ یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر .... حی علی الصلوٰۃ
حی علی الفلاح الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر
من النوم۔

ابوداؤد اور نسائی دونوں کتابیں اہل سنت کی صحاح ستہ میں سے ہیں۔ ان دونوں میں واضح الفاظ میں موجود ہے کہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے الفاظ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذانِ صبح میں کہنے کی تعلیم فرمائی۔

چنانچہ ابو محذورہ مسجد الحرام کے موذن ہوتے ہوئے اذانِ فجر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ان الفاظ کو پڑھتے رہے۔ اور پوچھنے والوں کو بھی صاف صاف فرما دیا۔ کہ میں جو کلمات اذان پڑھتا ہوں۔ وہی کلماتِ اذان ہر جگہ پڑھے جاتے ہیں۔

نجفی کے الزام کے جواب میں ہم نے اپنی صحاح ستہ میں سے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" زمانۂ حضور میں آپ کی تعلیم کے مطابق اذانِ فجر میں پڑھے جاتے رہے ہیں۔ اب نجفی پر بھی لازم ہے۔ کہ وہ "علی ولی اللہ" کے الفاظ اپنی صحاح اربعہ میں سے واضح طور پر دکھا دے۔ کہ یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پڑھے جاتے رہے۔ یا آپ نے ان کے پڑھنے کی تعلیم دی تھی۔ ویسے ہم پر الزام دھرتے وقت نجفی یہ تسلیم کر چکا ہے۔ کہ "علی ولی اللہ" کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے۔ اسی لیے "الصلوٰۃ خیر من النوم" پر اس نے اپنے خیال کے مطابق قیاس کیا۔ یعنی جس طرح سنیوں کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے الفاظ بعد میں ڈالے گئے۔ اسی طرح ہم نے "علی ولی اللہ" کے الفاظ بھی بعد میں ڈالے۔ جب سنی ایسا کریں۔ تو جائز اور ہم شیعہ کریں تو ناجائز

آخر کیوں۔

علی ولی اللہ الخ مفوضہ نے اذان میں زیادہ کیے

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ مُصَنِّفُ هٰذَا الْكِتَابِ رَحِمَهُ اللّٰهُ هٰذَا الْاَذَانُ الصَّحِيْحُ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُ وَالْمُفَوِّضَةُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ قَدْ وَضَعُوْا اَخْبَارًا وَزَادُوْا فِي الْاَذَانِ مُحَمَّدٌ وَّاٰلُ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ مَرَّتَيْنِ وَفِيْ بَعْضِ رِوَايَاتِهِمْ بَعْدَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ رَوٰى بَدَلَ ذٰلِكَ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا مَرَّتَيْنِ وَلَا شَكَّ فِيْ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ وَاَنَّهٗ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا وَاَنَّ مُحَمَّدًا وَاٰلَهٗ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ وَلٰكِنْ لَيْسَ ذٰلِكَ فِيْ اَصْلِ الْاَذَانِ وَاِنَّمَا ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِيُعْرَفَ بِهٰذِهِ الزِّيَادَةِ الْمُتَّهَمُوْنَ بِالتَّفْوِيْضِ الْمُدَلِّسُوْنَ

اَنْفُسَهُمْ فِيْ جُمْلَتِنَا۔

(۱- من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول باب الاذان والاقامۃ ص ۹۳ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم۔)
(۲- من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

(اہل سنت کی اذان کے من وعن الفاظ نقل کرنے کے بعد صاحب من لا یحضرہ الفقیہ شیخ صدوق کہتا ہے۔) کتاب کا مصنف (اللہ اس پر رحم کرے) کہتا ہے۔ کہ یہی اذان صحیح اذان ہے۔ نہ اس میں کمی ہوئی اور نہ کوئی لفظ بڑھایا گیا۔ اور "مفوضہ" لعنۃ اللہ علیہم نے بہت سی باتیں گھڑلیں۔ اور ان من گھڑت باتوں کی بدولت کلمات اذان میں اضافہ کر دیا۔ "محمد و آل محمد خیر البریۃ"، کے الفاظ دو مرتبہ کہنے زیادہ کیے۔ اور ان مفوضہ کی بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے۔ کہ۔ اشھد ان محمدا رسول اللہ کے بعد اشھد ان علیا ولی اللہ دو مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔ اور کچھ دوسروں نے ان الفاظ کی جگہ یہ الفاظ بڑھائے "اشھد ان علیا امیر المومنین حقا"، اور انہیں دو مرتبہ پڑھنے کو کہا حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے "ولی اللہ"، ہونے اور "امیر المومنین" ہونے میں کس کو شک ہے اور محمد و آل محمد کے خیر البریۃ ہونے میں کس کو تردد ہے۔ لیکن یہ کلمات اصل اذان میں سے نہیں ہیں۔ میں نے یہ بات اس لیے ذکر کی ہے تاکہ ان زیادہ الفاظ سے ان لوگوں کی شناخت ہو سکے۔ جو تفویض کی

تہمت اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ مکار اپنے آپ کو ہم شیعہ لوگوں میں سے شمار کرتے ہیں۔

لمحۂ فکریہ

ہم نے اپنی کتب حدیث سے "الصلوۃ خیر من النوم" کے الفاظ ثابت کر دکھلائے۔ یہ الفاظ بنفسِ نفیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی جناب ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو سکھلائے۔ لیکن "علی ولی اللہ الخ" کے الفاظ شیعہ صحاح اربعہ میں سے کسی میں موجود نہیں۔ بلکہ شیخ صدوق نے ان الفاظ کی زیادتی درج کرنے والوں پر اللہ کی لعنت بھیجی۔ اور ان کے شیعہ ہونے کی سختی سے تردید کی۔ لہٰذا "الصلوۃ خیر من النوم" کا سہارا لے کر اہل تشیع کا اپنی اذان میں "علی ولی اللہ" کے الفاظ درج کرنا انتہائی مکروفریب ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ بقول شیخ صدوق لعنتیوں کے بنائے الفاظ کو ان شیعوں نے اپنی اذان میں کیوں درج کرلیا۔ حالانکہ وہ لعنتی تھے لیکن شیعہ نہ تھے۔

پچاس ہزار نقد انعام

دنیائے شیعیت کو کھلا چیلنج ہے۔ کہ وہ اپنی صحاح اربعہ میں سے کوئی ایک حدیث اس مضمون کی پیش کریں۔ جس سے واضح طور پر ثابت ہو۔ کہ "اشھد ان علیا ولی اللہ۔ اشھد ان علیا امیر المومنین" الفاظ اذان کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پڑھے جاتے تھے۔ تو فی حوالہ پچاس ہزار روپیہ رائج الوقت انعام دوں گا۔ فان لم تفعلوا فاتقوا النار الخ۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

"الصلوۃ خیر من النوم" شیعہ کی صحاح اربعہ میں موجود ہے

جس طرح ہمارا طریقہ تحفہ جعفریہ میں یہ ہے۔ کہ ہم اپنا مسلک کتب شیعہ سے بھی ثابت کر دکھاتے ہیں۔ بلکہ اس کتاب کی خوبی بھی یہی ہے۔ کہ اہل سنت کا مسلک وہ "مسلک حق" ہے۔ جو ان کے مخالفین کی کتب میں بھی موجود ہے۔ اسی طریقہ کے پیش نظر زیر بحث مسئلہ کو بھی ہم ان کی صحاح اربعہ سے ثابت کر دکھاتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کے پاس "تقیہ" کی صورت و شکل میں ایک ایسا حیلہ و بہانہ پایا جاتا ہے۔ جس کی بنا پر اپنی گلو خلاصی کر لیتے ہیں۔ بہرحال ان کا "تقیہ" وہیں کارگر ہوتا ہے جہاں انہیں بھاگنے کے لیے اور کوئی عقلی و نقلی دلیل نہ مل سکے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔ ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں۔ اس کا جواب نہ بن سکا تو شیر خدا رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو "تقیہ" کی بھینٹ چڑھا دیا۔ خیر چھوڑیئے اس کج ہمتی اور کم فہمی کو۔ اور موضوع کی طرف چلیئے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَلَا بَاْسَ اَنْ یُّقَالَ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ عَلٰی اَثَرِ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مَرَّتَیْنِ لِلتَّقِیَّۃِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہہ باب الاذان جلد ۱
ص ۱۸۸ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ:

صبح کی اذان میں حی علی خیر العمل کے بعد دو مرتبہ "الصلوۃ خیر من النوم"، کہا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن بطور تقیہ ہو۔

حوالہ مذکورہ سے ثابت ہوا۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اذان فجر میں "الصلوۃ خیر من النوم"، کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں رہا۔ اس کو بطور "تقیہ"، کہنا تو یہ امام موصوف کی طرف منسوب کرنا ان کی توہین کے مترادف ہے کیونکہ شعائر اسلام میں "تقیہ"، کو استعمال کرنا امام برحق کی شایان شان ہرگز نہیں۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی وہ وصیت جو نہج البلاغۃ ص ۴۲۲ کتاب ۴۷ پر درج ہے۔ حضرات ائمہ اہل بیت کے لیے مشعل راہ ہے۔ اور تمام حضرات اسی پر کاربند رہے۔ وہ یہ کہ اے حسن و حسین! امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے دست بردار نہ ہونا ورنہ ظالم حکمران تم پر مسلط ہو جائیں گے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ میں بھی خون علی المرتضےٰ موجود تھا۔ وہ شعائر اسلام کو بطور تقیہ ادا کرنے کے کس طرح حامی ہو سکتے تھے۔ اہل تشیع کا بیان پرافتراء ہے۔

دلیل چہارم

اہل تشیع اپنے کلمہ میں موجود زائد الفاظ کے ثبوت کے لیے اپنے مسلک کی مشہور کتاب "اصول کافی"، سے ایک دلیل لاتے ہیں۔ اسی دلیل کو "کلمہ طیبہ" میں نجفی شیعی نے بھی پیش کیا۔ "کلمہ طیبہ"، میں مذکور الفاظ ملاحظہ ہوں

اگلے صفحہ پر

کلمہ طیبہ

"علی ولی اللہ اور روز ازل"

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ نے زمین و آسمان کو خلق کیا۔ تو اَمَرَ مُنَادِیًا فَنَادٰی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثَلَاثًا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثَلَاثًا اَشْهَدُ اَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ حَقًّا ثَلَاثًا۔ (کافی شریف)

ترجمہ:

ایک منادی کو حکم دیا۔ کہ وہ ندا دے۔ تو اس نے تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ اور تین مرتبہ محمد رسول اللہ اور تین مرتبہ علی ولی اللہ کا اعلان کیا۔

(رسالہ کلمہ طیبہ ص ۱۰)

جواب

نجفی شیعی نے "اصول کافی" کی اس روایت کو "علی ولی اللہ" پر دلیل بنا کر پیش کیا۔ اور عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ "اصول کافی" ہم اہل تشیع کی "حدیث کی کتاب" ہے۔ لہٰذا یہ لفظ حدیث سے ثابت ہیں۔ ہم اس بارے میں پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ "علی ولی اللہ" کو اہل تشیع جب اصول دین میں سے گردانتے ہیں۔ تو اس کے ثبوت کے لیے موجود قرآن سے کوئی دلیل چاہیئے جس طرح اہل سنت نے کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے الفاظ موجود ہیں۔ ثبوت قطعی اور دلالتِ قطعیہ کے بغیر

"دین کا اصل" یہ کیسے بن سکتا ہے۔ لیکن نجفی وغیرہ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ تب بھی "علی ولی اللہ" "وصی رسول اللہ" کے الفاظ موجود قرآن میں نہیں دکھا سکتے۔ ہاں اگر اس قرآن کا حوالہ دیں۔ جو امام غائب غارِ سامرہ میں لیے بیٹھے ہیں۔ تو اشک شوئی ہو سکتی ہے لیکن وہ قرآن جب آئے گا۔ دیکھنے والے دیکھیں گے۔ ہمیں اب ثبوت کی ضرورت ہے۔ چلو بفرضِ محال تسلیم کر لیا کہ اس قرآن میں ہو گا۔ لیکن صحاح اربعہ بھی اسی کی تفسیر و تشریح ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک روایت یا ائمہ اہل بیت کا قول ایسا دکھانا چاہیئے جس میں "علی ولی اللہ" کے الفاظ صراحۃً کلمہ کی جزء کے طور پر بیان کیے گئے ہوں۔ لاؤ کوئی ایک مسند، مرفوع اور صحیح حدیث۔

"اصول کافی" سے جو روایت نجفی نے بطور دلیل پیش کی کچھ خبر ہے کہ تمہارے بڑے اس روایت کا کیا مقام بتلاتے ہیں۔ نہیں معلوم تو آؤ تمہارے بہت بڑے مجتہد ملا باقر مجلسی سے پوچھتے ہیں۔ جناب مجتہد صاحب! آپ اصول و فروع کافی کے شارح ہیں۔ ذرا بتلائیے تو کہ روایت مذکورہ کس مقام و مرتبہ کی ہے۔ تو بولے۔

مرآۃ العقول:

اَلْحَدِیْثُ الثَّامِنُ کَالسَّابِقِ وَالْحَدِیْثُ السَّابِعُ ضَعِیْفٌ۔

(مرآۃ العقول جلد پنجم ص ۱۹۴ تہران جدید)

ترجمہ:

آٹھویں حدیث (صحت و عدم صحت کے اعتبار سے) پچھلی حدیث جیسی ہے۔ اور پچھلی حدیث یعنی ساتویں حدیث ضعیف ہے۔
اب نجفی صاحب بولو! ضعیف حدیث سے اپنے عقائد ثابت کرو گے۔

یہ بات ہم اس لیے کہہ رہے ہیں۔ کہ ان کا دعویٰ ہے۔ کہ ہمارے عقائد و نظریات "احادیث صحیحہ" پر اور قرآنی آیات پر مبنی ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جیسے ان کے عقائد ویسی ان کی تائید میں احادیث و روایات۔

ے کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

کبوتر با کبوتر زاغ باز اغ ! !

اہل سنت کا کلمہ اور کتب شیعہ

شیعہ مسلک کی مشہور و معتبر کتاب اصول کافی میں ہمارا کلمہ ملاحظہ ہو۔ اور اس کے پڑھنے کا ثواب بھی دیکھیے۔

اصول کافی: عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۵۱۸ طبع تہران جدید)

ترجمہ:-

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ جس نے اشہد ان لا الہ الا اللہ الخ پڑھا۔ اللہ نے اس کو دس لاکھ نیکیاں عطا کیں۔ حدیث مذکور "حسن" ہے۔ ملا باقر مجلسی نے کہا۔

مرأة العقول:

بَابُ مَنْ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الخ اَلْحَدِیْثُ الْاَوَّلُ حَسَنٌ عَلَی الظَّاهِرِ اِذِ الظَّاهِرُ اَنَّ سَعِیْدًا

هُوَ ابْنُ غَزْوَانَ كَرِوَايَةِ ابْنِ اَبِيْ عُمَيْرٍ عَنْهُ اَلْفَ حَسَنَةٍ وَفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ۔

(مرأۃ العقول جلد ۱۲ ص ۲۰۴ تہران جدید)

ترجمہ:

باب من قال اشہد ان لا الہ الا اللہ الخ پہلی حدیث ظاہر طور پر "حسن" ہے۔ کیونکہ ظاہر یہی ہے۔ کہ اس کا راوی سعید ابن غزوان ہے۔ اور یہ اسی طرح حسن ہے جس طرح ابن ابی عمیر کی حدیث حسن ہے۔ ابن ابی عمیر والی حدیث میں اس کلمہ کا ثواب ایک ہزار نیکیاں لکھا ہے۔ اور بعض نسخوں میں دس لاکھ نیکیاں بھی مذکور ہے۔

لمحۂ فکریہ

نجفی وغیرہ اہل تشیع نے بڑے دعووں سے اپنا کلمہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور اپنی صحاح اربعہ سے حوالہ جات پیش کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی ہمت کی۔ لیکن قارئین اس سے بخوبی آشنا ہیں۔ کہ دلیل سوم و چہارم میں ذکر کردہ احادیث کا مسند مرفوع اور صحیح ہونا دور کی بات ہے۔ وہ مجہول اور ضعیف احادیث کے زمرے میں آتی ہیں۔ کیا اس درجہ کی احادیث و روایات سے شیعہ فرقہ کے "اصول دین" ثابت ہیں۔ ان مجہول و ضعیف روایتوں کے مقابلہ میں انہی کی مشہور کتاب "اصول کافی" سے "حدیث حسن" پیش کی۔ جس میں اہل سنت کا کلمہ اور اس کے فضائل مذکور ہیں۔ اب کوئی شیعہ یہ بتلا سکتا ہے۔ کہ جس کلمہ کا ثبوت تمہاری کتابوں سے بروایت حسن ثابت ہو۔ اُس کو چھوڑ دیا جائے۔ اور جس کا ثبوت ضعیف

مجہول سے ہو۔ اس پر کاربند رہا جائے؟

ناظرین! معلوم ہوتا ہے کہ ان عقل کے دشمنوں کو اپنی موت کی فکر نہیں۔ اور ان "مومنین" کو دنیا سے باایمان جانے کی کوئی فکر نہیں۔ کبھی سوچا کہ بوقتِ مرگ، "تلقینِ میت" کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول صحاحِ اربعہ کس کلمہ کا حکم فرمایا۔ نہیں تو سنئیے۔

تلقین میت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل سنت کے کلمہ کا حکم دیا

من لایحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِنْ اَحَدٍ يَحْضُرُهُ الْمَوْتُ اِلَّا وَكَّلَ بِهٖ اِبْلِيْسُ مِنْ شَيَاطِيْنِهٖ مَنْ يَأْمُرُهُ بِالْكُفْرِ وَيُشَكِّكُهُ فِيْ دِيْنِهٖ حَتّٰى يَخْرُجَ نَفْسُهُ فَاِذَا حَضَرْتُمْ مَوْتَاكُمْ فَلَقِّنُوْهُمْ شَهَادَةَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَتّٰى يَمُوْتُوْا۔

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ ص ۴۰ فی تلقین المیت الخ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

(۲۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۹۰ مطبوعہ ایران طبع جدید)

(۳۔ فروع کافی جلد ۳ ص ۱۲۳ باب تلقین المیت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے۔ تو ابلیس اُس مرنے والے پر اپنا ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے جو اُسے کفر اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور دین کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کوشش اس کی روح نکلنے تک جاری رہتی ہے۔ لہذا جب تم میں سے کسی پر موت آئے۔ تو دوسرے لوگوں کو مرنے والے کے قریب حاضر ہونا چاہیئے۔ اور اُسے اس کلمہ شہادت کی تلقین کرنی چاہیئے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ تلقین کرتے رہو یہاں تک کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے بھی کلمہ اہل سنت کی تبلیغ کی

ارشاد شیخ مفید:

فَقَالُوْا لَہٗ مَنِ الرَّجُلُ قَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللہِ اِمَّا اَنْ تَقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَوْ لَاَضْرِبَکُمْ بِالسَّیْفِ

(ارشاد شیخ مفید ص ۶۰ فی غزوۃ ذات السلاسل)

ترجمہ:۔

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اسلام کی تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تو لوگوں نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا۔ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی ہوں۔ تمہارے لیے دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو یہ کلمہ پڑھ لو۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ۔ یا پھر میں تمہیں تلوار سے سیدھا کروں گا۔

قارئین کرام! حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے جس کلمہ کی تبلیغ فرمائی اس میں بھی وہی دو باتیں ہیں۔ جو اہل سنت کے کلمہ میں موجود ہیں یعنی توحید اور رسالت کی گواہی۔ یہی حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہ جن کی ولائت اور خلافت اور بلا فصل پر ایمان نہ لانے والے کو شیعہ خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ اگر ان کے بقول ایسا شخص واقعی خارج از اسلام ہوتا۔ تو پھر حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ ان مخاطبین کو اللہ کی توحید، حضور کی رسالت کے ساتھ ساتھ اپنی ولائت اور خلافتِ بلافصل کے اقرار کا بھی کہتے اور ان کے انکار پر تلوار سے گردن اڑانے کی بات کرتے۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع اپنے طویل کلمہ کے ثبوت میں جتنی روایات پیش کرتے ہیں۔ وہ مجہول یا ضعیف سے بڑھ کر نہیں۔ حالانکہ کلمہ طیبہ ''اصول دین'' میں سے ہونے کی وجہ سے چاہتا ہے۔ کہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے پیش کیا جائے۔

اس کے برعکس اہل سنت وجماعت کے کلمہ (جس کو کہ ساری دنیائے اسلام پڑھتی ہے۔ اور غیر مسلم اسے پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں۔) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ قرآن کریم میں موجود احادیث صحیحہ اس کی تائید میں موجود اور ائمہ اہل بیت کے اقوال وارشادات اسی کے ثواب میں موجود ہیں

نوٹ

"کلمہ طیبہ" نامی رسالچے میں نجفی شیعی نے دو عدد حوالہ جات دو مختلف کتابوں سے نقل کیے۔ ان میں سے ایک کتاب "الازمنہ والامکنہ" تصنیف شیخ علی مرزوق ہے۔ اس سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وال[ـدہ] کو سپرد لحد کیا گیا۔ تو منکر نکیر نے ان سے تین سوالات کیے۔ ایک رب کے متعلق، دوسرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق اور تیسرا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت کے متعلق۔ اس روایت سے نجفی نے "علی ولی اللہ" کا ثبوت پیش کیا۔

واقعی یہ حوالہ اس کے لیے بڑا غنیمت تھا۔ اس کتاب میں موجود ہونا یا نہ ہونا خود نجفی سے سنیئے۔

راقم الحروف نے نجفی سے اس کتاب کے مذکورہ حوالہ کے بارے میں رابطہ بذریعہ ٹیلیفون کیا۔ اور پوچھا کہ کتاب کہاں ہے۔ اور اس کے بر عکس صفحہ پر یہ روایت درج ہے۔ تو جواب ملا۔ مولانا! دس سال قبل میں نے یہ کتاب کسی کے پاس دیکھی تھی۔ اس وقت اس میں مجھے روایت ملی تھی۔ اب اس کتاب کا ملنا بہت مشکل ہے۔

دوسری کتاب حلیۃ الاولیاء سے ایک حوالہ نقل کیا ہے۔ پہلی کتاب کی طرح اس کا بھی نہ صفحہ نہ باب نہ مطبع کوئی اتہ پتہ نہ دیا۔ ہم نے بہت ڈھونڈا۔ لیکن اس کتاب میں یہ حوالہ کہیں بھی نہ مل سکا۔ آپ اندازہ لگائیں۔ کہ بات "اصول دین" کی ہو۔ اور اس کے ثبوت کے لیے اول تو کتاب ہی موجود نہیں اور اگر ہے تو اس میں اس کا ثبوت ہی نہیں۔ بہر حال مان لیتے ہیں۔ کہ ان کتابوں میں حوالہ ہوگا۔ تو

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ کسی مسند، مرفوع اور صحیح حدیث سے ہرگز نہ ہوگا کیونکہ اگر ایسا ہوسکتا تو ان دو کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب میں ان روایات کا تذکرہ ہوتا ضرور۔ لیکن اہل تشیع کے پاس ہزاروں کتابوں ہونے کے باوجود کسی ایک میں بھی مسند، مرفوع اور صحیح حدیث موجود نہیں۔ اگر ہے تو اعلان کرتے ہیں۔ لاؤ اور فی روایت منہ مانگا انعام پاؤ۔ ہم نے حتی المقدور اہل تشیع کے دلائل کا محاسبہ اور ان کا جواب دے دیا۔ اور اگر اس کے بعد ان کی کسی نئی دلیل پر نظر پڑی۔ تو انشاء اللہ اس کا جواب بھی سپرد قلم کیا جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

باب دوم

بحث

تحریف قرآن

باب دوم:

بحث تحریف القرآن

"تحریفِ قرآن"، ان مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ہے۔ جس میں اہلسنت اور اہل تشیع کے مابین اہم اختلاف ہے۔ اہل تشیع ابتداء سے یہ الزام لگاتے چلے آرہے ہیں۔ کہ اہل سنت نے قرآن پاک میں تحریف کی۔ اور اس کی سورتوں اور آیات میں کمی بیشی کی۔ اس اہم الزام کے پیش نظر ہم نے چاہا۔ کہ اس موضوع پر بھی تفصیلی گفتگو کی جائے۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ موجود قرآن مجید کامل مکمل و اکمل ہے۔ اس میں قطعاً کوئی تحریف نہیں۔ لیکن اس کے برعکس اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ موجود قرآن پاک نامکمل اور تحریف شدہ ہے۔

قرآن پاک چونکہ مسائل کا اولیں اصل ہے۔ تمام عقائد اسلامیہ کی جان ہے۔ اور احکاماتِ الٰہیہ کا اولیں منبع ہے۔ لہٰذا ان امور کے پیشِ نظر اس بارے میں ایسی تفصیل سے گفتگو ہونا ضروری ہے۔ کہ کسی قسم کی الجھن اور اشکال باقی نہ رہے۔ لہٰذا اس تفصیلی باب کو ہم نے چار فصول پر تقسیم کیا ہے۔ فصل اول میں قرآن پاک کی تاریخِ نزول و جمع قرآن اور اس کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ مع دلائل بیان ہوگا۔ دوسری فصل

انہی موضوعات سے متعلق اہل تشیع کے عقائد پر مشتمل ہو گی۔ اور وہاں ان کے دلائل بھی ساتھ ہی مذکور ہوں گے۔ تیسری فصل میں قرأت سبعہ اور ناسخ و منسوخ کی کھل کر بات چیت ہو گی۔ اور یہی تیسری فصل دراصل اہل تشیع کے تمام اعتراضات کا محور ہے۔ چوتھی اور آخری فصل میں اہل تشیع کی جانب سے اہل سنت پر اسی موضوع کے متعلق کیے گئے سوالات و اعتراضات مذکور ہوں گے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان کے جوابات بھی (انشاء اللہ) تحریر ہوں گے۔

ان چار عدد فصول کے پڑھنے کے بعد ہر قاری اس نتیجہ پر یقیناً پہنچے گا۔ کہ تحریف قرآن کا الزام اہل تشیع کا ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ کیونکہ "محرف قرآن" وہ خود ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ قاری کو اس بحث کی تکمیل پر یہ نظر آئے گا۔ کہ چونکہ تمام اہل تشیع کے مذہب و مسلک کی بنیاد ائمہ اہل بیت کی احادیث ہیں۔ اور ان کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تا امام مہدی تمام اہل بیت کے امام تحریف قرآن کے حامی اور قائل ہیں۔ لہٰذا کوئی شخص "امامی شیعہ" اس وقت تک بن ہی نہیں سکتا۔ جب تک وہ تحریف قرآن کا قائل نہ ہو جائے۔ اور موجود قرآن پاک کو نامکمل، بناوٹی اور ادھورا نہ سمجھے۔

فصل اوّل

دورِ رسالت میں نزول قرآن و ترتیب سُوَر اور خلافتِ صدیقی و عثمانی میں تحریرِ قرآن کی تاریخ

قرآن کریم تقریباً تئیس سال کے عرصہ میں حسبِ ضرورت تھوڑا بہت اُتر کر مکمل ہوا۔ خود قرآن نے بتایا۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۔

(سورۂ بنی اسرائیل)

ترجمہ:

اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تاکہ تم ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو پڑھ کر

سُنادو۔ اور ہم نے اسی طرح سے اتارا جس طرح اتارنا مناسب تھا۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

ایک اور جگہ اس کی وضاحت یوں فرمائی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۔

(الفرقان)

ترجمہ:

اور کہنے لگے وہ لوگ جو منکر ہیں۔ کیوں نہ اُتارا اس پر قرآن سارا ایک ہی بار تاکہ ثابت رکھیں ہم اس سے تیرا دل اور پڑھ سنایا ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر۔

(ترجمہ شاہ عبدالقادر)

بوقتِ ضرورت جب بھی کوئی سورت یا آیت نازل ہوتی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو صحابہ کرام کو سناتے۔ انہیں یاد کرنے کی تلقین فرماتے۔ صحابہ کرام یاد کرنے کے بعد آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے۔ جب یادداشت پر یقین ہو جاتا۔ کہ کوئی لفظ چھوٹا نہیں۔ تو پھر اس حفظ شدہ قرآن کے حصّہ کو وہ اپنے بچوں کو پڑھاتے۔ انہیں یاد کراتے۔ ان کے علاوہ وہ صحابہ جو بوقتِ نزول آیات کسی وجہ سے بارگاہِ رسالت سے دُور ہوتے۔ موجود حضرات کی ذمہ داری یہ بھی تھی۔ کہ ان غائبین تک بھی اتری ہوئی آیات کو پہنچائیں۔ اس طرح اتری ہوئی ایک ایک آیت اور ایک ایک سورت ایک بہت بڑی تعداد کے سینوں میں محفوظ ہو جاتی۔ جس کیفیت کا تذکرہ بھی خود قرآن نے فرمایا۔

بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔

(العنکبوت)

ترجمہ:

بلکہ وہ کھلی آیتیں ان لوگوں کے سینوں میں موجود ہیں جن کو علم دیا گیا ہے

(ترجمہ مقبول شیعہ)

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے قبل مدینہ میں جو چند اصحاب مشرف باسلام ہوئے اور نورانیت اسلام سے انہوں نے روشنی حاصل کرنا شروع کی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نومسلموں کو قرآن پاک کی آیات سکھانے کے لیے چند ایسے صحابہ کرام کو متعین فرمایا۔ جو حافظ قرآن تھے۔ ان میں حضرت مصعب بن عمیر اور عمرو بن ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے نام بھی شامل ہیں۔

ان حضرات کی محنت اور قرآن کریم کی محیر العقول، خارق عادت تاثیر نے اس قدر کامیابی اور کامرانی کے جھنڈے گاڑے۔ کہ مدینہ کے گردونواح میں بسنے والے غیر مسلموں بچوں کو بھی قرآن کی آیات یاد ہو گئیں۔ اس امر کی شہادت عمرو بن سلمہ کے واقعہ سے ہوتی ہے۔ جو مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔

مشکوٰۃ شریف:

عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرِّ النَّاسِ يَمُرُّ الرُّكْبَانُ نَسْأَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَيَقُوْلُوْنَ يَزْعَمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَهٗ اَوْحٰی اِلَيْهِ كَذَا فَكُنْتُ اَحْفَظُ ذٰلِكَ الْكَلَامَ فَكَاَنَّمَا يُغْرٰی فِیْ صَدْرِیْ وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِاِسْلَامِهِمُ

اَلْفَتْحَ فَيَقُوْلُوْنَ اُتْرُكُوْهُ وَ قَوْمَهٗ فَاِنَّهٗ اِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِاِسْلَامِهِمْ وَبَادَرَ اَبِيْ قَوْمِيْ بِاِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ حَقًّا فَقَالَ صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْثَرُكُمْ قُرْاٰنًا فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَكْثَرَ قُرْاٰنًا مِنِّيْ لِمَا كُنْتُ اَتَلَقّٰى مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّمُوْنِيْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَاَنَا ابْنُ سِتٍّ اَوْ سَبْعِ سِنِيْنَ. (رواہ البخاری مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۰ کتاب الصلوٰت باب الامامۃ)

ترجمہ:

عمرو بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک پانی کے کنارے بستے تھے جہاں سے لوگوں کا گزر ہوتا تھا۔ بہت سے سوار لوگوں کا بھی ادھر سے گزر ہوا کرتا تھا۔ ہم ان سے پوچھا کرتے تھے۔ لوگوں کے متعلق کوئی نئی تازی خبر سناؤ۔ اور یہ بھی پوچھا کرتے تھے۔ کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اس کی کوئی بات بتلاؤ۔ تو لوگ ہمیں جواباً بتلاتے۔ کہ وہ اپنے خیال کے مطابق خود کو اللہ کا پیغمبر کہتا ہے۔ اور اللہ کی وحی اپنی طرف آنے کا ذکر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ فلاں وحی آئی۔ وحی کے ذریعہ فلاں بات اللہ نے کہی۔ ان لوگوں کی باتیں سن کر میں وہ وحی والا کلام یاد کر لیا

کرتا تھا۔ وُہ مجھے یُوں یاد ہو جاتا۔ جیسا کہ میرے سینہ میں گڑ گیا ہو۔ عرب مسلمان ہونے کے لیے فتح مکہ کے منتظر تھے۔ وُہ کہا کرتے تھے۔ کہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور اس کی قوم کو اپنے حال پر رہنے دو۔ اگر وُہ ان پر غالب آگیا۔ تو واقعی اللہ کا سچا نبی ہوگا۔ پھر جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا۔ لوگ جوق در جوق مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ اسلام قبول کرنے میں میرے باپ نے میری قوم سے بہت جلدی دکھائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے واپس آکر کہا۔ خدا کی قسم! میں نبئ برحق کے پاس سے آیا ہوں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ فلاں نماز فلاں وقت اور فلاں نماز فلاں وقت پر ادا کرو۔ پھر جب نماز کا وقت ہو۔ تو تم سے کوئی ایک اذان کہے۔ اس کے بعد جو تم میں سے قرآن زیادہ جانتا ہو۔ (یعنی جس کو قرآن مجید زیادہ یاد ہو۔) وہ امام بن کر تمہیں نماز پڑھائے۔ نماز کا وقت آنے پر ہم ایک دوسرے کو دیکھتے۔ کہ کون آگے ہو کر امامت کراتا ہے۔ اور کون قرآن زیادہ جانتا ہے تو مجھ سے بڑھ کر قرآن کو جاننے (حفظ کرنے والا) کوئی نہ ہوتا۔ کیونکہ مجھے پانی پر آنے والے سواروں کی باہم گفتگو سے قرآن کی بہت آیات یاد ہو چکی تھیں۔ اس بنا پر امامت کے لیے لوگ مجھے آگے کر دیتے۔ حالانکہ میں اس وقت صرف چھ سات سال کا تھا۔ (الحدیث)

قرآن مجید کی تعلیم و تعلّم ایک عظیم جذبے کے تحت جاری تھی۔ جس کا محرک اعظم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ۔　　　　(البخاری)

ترجمہ:

تم میں سے بہترین وہ جو خود قرآن سیکھے۔ اور دوسروں کو سکھائے

اس جذبے سے سرشار بہت سے صحابہ کرام کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ جو رات دن قرآن کریم کے حفظ کرنے اور حفظ کرانے میں مصروف رہا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد قرآن حکیم کی تلاوت سے پیدا ہونے والی سحر انگیز آواز سے گونجا کرتی تھی۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کا قرآن سنا کرتے تھے۔ اور اللہ کا شکر بجا لایا کرتے تھے۔ کہ میری قوم میں ایسے افراد بھی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قرآن کریم کی تحریر کی کیفیت

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی۔ تو جیسا کہ تحریر ہو چکا ہے آپ نازل شدہ وحی کو حفظ کرواتے۔ اور حفظ کے ساتھ ساتھ آپ اس کو لکھوانے کا بندوبست بھی فرماتے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے مختلف صحابہ کرام وحی کو ضبط تحریر میں لاتے۔ کوئی تو چمڑے پر لکھ لیتا۔ دوسرا کھجور کے درخت کے پتوں پر ان الفاظ کو رقم کر لیتا۔ اسی طرح سنگریزوں اور دوسری اشیاء پر وحی لکھی جاتی۔ لکھنے کے بعد پھر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا جاتا۔ یہاں تک کہ آپ اس کی تائید و تصدیق فرما دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صحابہ کرام کو بذریعہ کتابت، وحی کو قلمبند فرمانے کا حکم دیا تھا۔ اس کی یہ غرض نہ تھی۔ کہ آپ نے یادداشت پر عدم اعتبار کی بنا پر ایسا کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے بعد اس کو نسیان سے محفوظ رکھنا اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى

ترجمہ:

عنقریب ہم تم کو پڑھائیں گے پھر تم نہ بھولو گے

(ترجمہ مقبول شیعہ سورۃ الاعلیٰ)

بلکہ یہ سب کچھ اس لیے تھا تاکہ امت کو یہ بتلا دیا جائے کہ جس طرح قرآن حکیم کا حفظ کرنا اور سینوں میں اس کو محفوظ کر لینا ازحد ضروری ہے۔ اسی طرح تحریری طور پر کتابت کی صورت میں بھی اس کی حفاظت انتہائی ضروری ہے۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں قرآن کریم کو کتابت کے ذریعہ محفوظ کرنا "مسنون اور رخصت" کے ضمن میں آتا تھا۔ مگر آپ کے وصال اقدس کے بعد یہی رخصت "عزیمت" بن گئی۔ اور قرآن کو کتابت کے ذریعہ محفوظ کرنا امت کا اجتماعی فرض ہو گیا۔ تاکہ اللہ رب العزت کا یہ وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ (ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ ترجمہ مقبول شیعہ) دونوں صورتوں میں پورا ہو جائے۔ یوں سمجھیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی حفاظت کے لیے یہ دو طریقے امتِ محمدیہ کو عطا فرمائے۔

اور جاہلیت میں عرب کے باشندے اس پر عمل پیرا تھے۔ کہ کوئی نفیس اور عمدہ چیز مثلاً شعر و اشعار قصائد اور ہجویات کو قلم بند کر لیا کرتے تھے۔ تاکہ دوسروں تک اس کو پہنچانے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ ایسے دور میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا۔ اور پھر اس کے بعد نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترنے والا کلام اپنی نفاست اور عمدگی فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ تھا۔ خاص کر ان لوگوں کے لیے جو مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اس سے بڑھ کر کوئی کلام ان کے لیے اہم نہ تھا۔ تو جس طرح مختلف نامی گرامی شعراء کے کلام کا مجموعہ

"سبعہ معلقہ"، تحریری شکل میں موجود تھا اور کعبہ کی چھت میں لٹکے رہنے کے باعث اُسے دیمک کھا گئی۔ اسی طرح اسلام کے ابتدائی دور میں (جبکہ مسلمان چھپ چھپا کر عبادت بجالایا کرتے تھے۔) بھی قرآن کریم کی اُن سورتوں اور آیات کے مختلف تحریری مسودہ جات صحابہ کرام کے پاس تھے۔ اِن لکھے ہوئے کلام الٰہی کی وہ چھپ کر تلاوت کیا کرتے تھے۔ سیدنا حضرت عمر ابن الخطاب کے مشرف باسلام ہونے کا واقعہ اس پر شاہد ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود چند صحابہ کرام کو کتابتِ وحی کے لیے مقرر فرما رکھا تھا۔ جن میں یہ حضرات معروف و مشہور ہیں۔ ابوبکر صدیق، عمر بن الخطاب عثمان غنی، علی ابن ابی طالب، زید بن ثابت ابی بن کعب، زبیر بن العوام، عبداللہ بن سعد، حنظلہ بن الربیع الاسیدی، معیقیب بن ابی فاطمہ خالد و ابان پسران سعید بن العاص اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم اجمعین۔ نزول وحی کے وقت ان میں سے جو موجود ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بلوا کر اُسے ضبطِ تحریر میں لانے کا ارشاد فرماتے۔

چنانچہ اس طرح مختلف صحابہ کرام کے پاس "وحی" ایک تحریری شکل میں موجود تھی۔

آیات اور سورتوں کی ترتیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دلوائی تھی

آیات و سورتوں کے مابین ترتیب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق دی گئی۔ جب کوئی سورت یا آیت نازل ہوتی۔ تو آپ کاتبانِ وحی کو ارشاد فرماتے کہ اسے فلاں سورت یا فلاں آیت کے آگے یا پیچھے لکھو۔ اس بارے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

مشکوٰۃ شریف:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں مذکور ہے۔ (جسے ترمذی، ابوداؤد اور مسند امام احمد نے ذکر کیا ہے۔)

قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَأْتِيْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ وَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰؤُلَآءِ الْاٰيَاتِ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا فَإِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِ الْاٰيَةُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا۔

(مشکوٰۃ شریف ص کتاب فضل القرآن)

ترجمہ:

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ کہ بعض اوقات حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد سورتیں (یا متعدد آیات پر مشتمل سورتیں) نازل ہوتیں۔ آپ کی عادت کریمہ یہ تھی۔ کہ جب بھی آپ پر کوئی وحی نازل ہوتی۔ تو آپ کسی لکھنے والے کو بلوا لیتے۔ اور فرماتے۔ ان آیات کو فلاں سورت میں فلاں مقام پر لکھو۔ جس (سورت) میں فلاں فلاں باتیں مذکور ہیں۔ اور جب کبھی آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو بھی کاتبین کو فرماتے۔ اس آیت کو فلاں فلاں مضمون والی سورت میں لکھو۔

مسند امام احمد بن حنبل

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ ثَنَا هُرَیْمٌ عَنْ لَیْثٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا اِذًا شَخَصَ بِبَصَرِهٖ ثُمَّ صَوَّبَهٗ حَتّٰی كَادَ اَنْ یَلْزِقَهٗ بِالْاَرْضِ قَالَ ثُمَّ شَخَصَ بِبَصَرِهٖ فَقَالَ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَضَعَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ بِهٰذَا الْمَوْضِعِ مِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ اِنَّ اللهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ

ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ (مسند امام احمد بن حنبل جز رابع ص ۲۱۸)

ترجمہ:

حضرت عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں بیٹھا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک اپنی آنکھیں جھکا لیں۔ اتنی کہ قریب تھا۔ کہ زمین سے لگ جائیں۔ پھر آنکھیں اٹھانے کے بعد آپ نے فرمایا۔ ابھی ابھی میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے تھے۔ اور مجھے یہ کہا۔ کہ اس آیت کو فلاں سورت کے فلاں مقام پر رکھوں۔ آیت یہ تھی۔ ان اللہ یامر بالعدل الخ

بخاری شریف

حَدَّثَنِیْ اُمَیَّةُ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ عَنْ حَبِیْبٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَیْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا قَالَ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاٰیَةُ الْاُخْرٰی فَلِمَ تَکْتُبُهَا اَوْ تَدَعُهَا قَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ. لَا اُغَیِّرُ شَیْئًا مِنْهُ مِنْ مَکَانِهٖ۔

(بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۵۰
کتاب التفسیر باب واذا طلقتم
النساء الخ)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کہا۔ آیت کریمہ والذین یتوفون منکم الخ آپ لکھ رہے ہیں۔ یا اسے لکھ رکھا ہے۔ یہ تو منسوخ ہو چکی ہے۔ لہٰذا آپ اسے نہ لکھیں۔ کہنے لگے بھتیجے! میں قرآن پاک میں سے کسی آیت کو اس کی جگہ سے ادھر ادھر نہ کروں گا۔

قرآنی سورتوں کی موجودہ ترتیب دورِ رسالت میں ہی معروف تھی

ابو داؤد شریف

فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةٌ أَبْطَأَ عِنْدَ الْوَقْتِ الَّذِي كَانَ يَأْتِينَا فِيهِ فَقُلْنَا لَقَدْ أَبْطَأْتَ عَنَّا اللَّيْلَةَ قَالَ إِنَّهُ طَرَءَ عَلَيَّ حِزْبٌ مِنَ الْقُرْآنِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَجِيءَ حَتَّى أُتِمَّهُ قَالَ

أَوْسٌ سَأَلْتُ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تُحَزِّبُوْنَ الْقُرْاٰنَ قَالُوْا ثَلٰثٌ وَّخَمْسٌ وَسَبْعٌ وَتِسْعٌ وَّاِحْدٰى عَشْرَةَ وَثَلٰثَ عَشْرَةَ وَحِزْبُ الْمُفَصَّلِ وَحْدَهٗ (ابو داؤد شریف جلد اول ص ۱۹۹
وَحَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَتَمُّ ـ مطبوعہ نولکشور)

ترجمہ:

جب رات ہوئی۔ تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معمول کے وقت سے آنے میں کچھ دیر فرمائی۔ ہم نے پوچھا۔ آپ آج رات دیر سے تشریف لائے (کیا وجہ تھی؟) فرمایا۔ قرآن پاک کے وظیفہ کا وقت آگیا تھا۔ اس لیے میں نے اُسے مکمل کیے بغیر آنے کو اچھا نہ جانا۔ اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے دریافت کیا۔ کہ تم قرآن کا وظیفہ کس طرح کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ تین اور پانچ اور سات اور گیارہ اور تیرہ ایک حزب مفصل۔ اور حدیث ابو سعید اتم ہے۔

تشریح:

اوپر ذکر کردہ حدیث کے آخر میں تین، پانچ اور سات وغیرہ کے جو اعداد مذکور ہوئے۔ شارحین کرام نے اس کی تشریح و وضاحت یوں بیان کی۔ تین سے مراد سورۃ البقرہ، آل عمران اور النساء ہیں۔ پانچ سے المائدہ سے سورۃ التوبہ تک کی سورتیں، سات سے مراد سورہ یونس سے لے کر سورۃ النحل تک کی سورتیں، نو سے بنی اسرائیل تا الفرقان اور گیارہ سے الشعراء تا یٰسین مراد ہیں۔ اور تیرہ۔ سے لے کر صافات تا حجرات تک کی سورتیں مقصود ہیں اور حزب مفصل

سورۃ ق سے تا آخر قرآن سورۃ الناس تک مراد ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآنی آیات ہی نہیں بلکہ تمام سورتوں کی ترتیب (موجودہ) بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں موجود تھی۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی ترتیب سے قرآن کریم کا وظیفہ اور ورد و تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

مسند امام احمد بن حنبل

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ دَاؤُدَ اَبُوْدَاؤُدَ الطَّیَالِسِیُّ قَالَ اَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ الْهُذَلِیْ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُعْطِیْتُ مَکَانَ التَّوْرَاةِ السَّبْعَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الزَّبُوْرِ الْمَئِیْنَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الْاِنْجِیْلِ الْمَثَانِیَ وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ۔

(مسند امام احمد بن حنبل جزء ۴ ص ۱۰۷)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے تورات کی جگہ سات لمبی لمبی سورتیں عطا کی گئیں۔ زبور کے بدلے مجھے وہ سورتیں دی گئیں جن میں سے ہر ایک سورت میں سو سو آیات ہیں اور انجیل کی جگہ مثانی (ایسی سورتیں جن میں ہر ایک کے اندر سو سے کم

آیات ہوں۔) عطا ہوئیں۔ اور ان کے علاوہ مفصل سورتوں (چھوٹی چھوٹی سورتوں) سے مجھے فضیلت عطا کی گئی۔

الحاصل:

مذکورہ بالا احادیث کے مضامین سے یہ امر بالکل واضح ہو گیا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں ہی قرآن پاک کی آیات اور سورتوں کی وہی ترتیب پائی جاتی تھی۔ جو آج موجود ہے۔ اس دور میں بھی ایسے حضرات بکثرت موجود تھے۔ جن کے سینوں میں اللہ کا کلام موجود تھا۔ اور ان حفاظ کرام کو اسی ترتیب سے قرآن یاد تھا۔ جس ترتیب سے آج کے حفاظ یاد کرتے ہیں۔ قرآن پاک کا ارشاد گرامی ہے۔

رسول من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ۔

ترجمہ:

(اللہ کی طرف سے رسول جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سناتا ہے۔ جن میں پختہ نوشتے موجود ہیں۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

خلافتِ صدیقی کے دوران قرآن مجید کو ایک جگہ تحریری طور پر اکٹھا کرنے کے اسباب و کیفیت

حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہرہ میں ہی اسلام جزیرۂ عرب سے باہر دوسرے ممالک و بلاد میں پھیل چکا تھا۔ یمن، بحرین، عمان وغیرہ میں جابجا مساجد تعمیر ہوئیں۔ جہاں کہیں بھی مسلمان رہتے تھے۔ وہاں نماز باجماعت کی صورت میں تلاوتِ قرآن کریم ہونے لگی۔ مرد و زن اور بچہ بچہ تک تعلیم قرآن میں ہمہ تن منہمک نظر آتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بطور خلیفۃ الرسول منتخب ہوئے۔ ان کے دورِ خلافت میں مسلم مجاہدین نے ایران و روم پر چڑھائی کی۔ "یمامہ" فتح کر لیا گیا۔ جوں جوں اسلام کو کامیابیاں اور کامرانیاں ملیں۔ توں توں قرآن کریم کی تلاوت میں بھی زیادتی ہونی شروع ہو گئی جنگ یمامہ میں بہت سے ایسے اشخاص شہید کر دیے گئے۔ جو قرآن کریم کے حافظ اور قاری تھے۔ ان حضرات کی شہادت سے پیدا ہونے والے حالات کا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فراست سے پورا پورا مطالعہ فرمایا۔ چنانچہ آپ بسیار سوچ و بچار کے بعد بارگاہِ صدیقی میں تشریف لائے۔ اور خلیفۂ وقت کو مشورہ دیا۔ کہ قرآن پاک جن حضرات کے سینوں میں محفوظ ہے۔ اور جن کے پاس کسی چیز

پر تحریری صورت میں اس کے مختلف حصے ہیں۔ انہیں یکجا کاغذوں پر تحریری شکل میں محفوظ کر دیا جائے۔

بخاری شریف میں اس کی تفصیل یوں مذکور ہے۔

بخاری شریف

عَنْ عُبَیْدِ بْنِ السَّبَاقِ اَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ اَرْسَلَ اِلَیَّ اَبُوْ بَکْرٍ مَقْتَلَ اَهْلِ الْیَمَامَةِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهٗ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اَنَّ عُمَرَ اَتَانِیْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ یَوْمَ الْیَمَامَةِ بِقُرَّآءِ الْقُرْاٰنِ وَاِنِّیْ اَخْشٰی اِنِ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّآءِ بِالْمَوَاطِنِ فَیَذْهَبُ کَثِیْرٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَاِنِّیْ اَرٰی اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ قُلْتُ لِعُمَرَ کَیْفَ تَفْعَلُ شَیْئًا لَّمْ یَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللّٰهِ خَیْرٌ فَلَمْ یَزَلْ عُمَرُ یُرَاجِعُنِیْ حَتّٰی شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِیْ لِذٰلِكَ وَرَاَیْتُ فِیْ ذٰلِكَ الَّذِیْ رَاٰی عُمَرُ قَالَ زَیْدٌ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ وَقَدْ کُنْتَ تَکْتُبُ الْوَحْیَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ

وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللّٰهِ
لَوْ كَلَّفُوْنِيْ نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ
مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِيْ بِهٖ
مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ
شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ وَاللّٰهِ
خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ أَبُوْ بَكْرٍ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى
شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ
أَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ
أَجْمَعُهٗ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُوْرِ
الرِّجَالِ حَتّٰى وَجَدْتُّ آخِرَ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ
مَعَ أَبِيْ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهَا
مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهٖ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ
أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَتّٰى خَاتِمَةِ
بَرَاءَةَ فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِيْ بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ
اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهٗ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۷۴۵،
کتاب فضائل القرآن۔ مطبوعہ
اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

حضرت زید بن ثابت کا بیان ہے کہ جنگ یمامہ (جو کہ زکوٰۃ نہ دینے

والوں کے خلاف لڑی گئی تھی) کے بعد مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلوایا جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا مشورہ ہے کہ قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیں۔ کیونکہ مجھے خطرہ ہے۔ کہ اگر جنگ یمامہ کی طرح کہ جس میں بہت سے حفاظ و قراء قرآن شہید ہو گئے۔ دیگر لڑائیوں میں بھی اسی طرح کثرت سے حفاظ قرآن نے جام شہادت نوش کر لیا۔ تو ایسا نہ ہو۔ کہ قرآن کریم کا اکثر حصہ شہید ہونے والے اپنے ساتھ سینوں میں لے جائیں۔ اور کسی دوسرے کو وہ یاد نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو جائے۔ میں نے اس تجویز کے جواب میں حضرت عمر کو کہا۔ تم وہ کام کیونکر کرتے ہو کہ جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمر نے کہا۔ یہ (میرا مشورہ) خدا کی قسم! اچھا مشورہ ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب کے بار بار کہنے سے اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا۔ اور میں نے جان لیا۔ کہ حضرت عمر کا مشورہ واقعی درست اور بروقت ہے۔ زید بن ثابت کہتے ہیں۔ مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ زید! تم نوجوان اور عقلمند آدمی ہو۔ ہمیں تم پر تہمت لگانے کا کوئی موقع نہ ملا۔ (یعنی تمہارے احوال و افعال بھول چوک اور غلطیوں سے مبرا ہیں) اور تم وہ ہو۔ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہوئی وحی کو لکھا کرتے تھے۔ لہٰذا تم یہ ذمہ اٹھاؤ اور مختلف لوگوں کے پاس جا کر اُن سے قرآن پاک کی آیات لے کر ایک جگہ جمع کرو۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر اس ذمہ داری کی بجائے مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے۔ تو وہ میرے لیے اس کی بہ نسبت آسان

تھا۔ میں نے ابو بکر صدیق سے کہا۔ تم وہ کام کیونکر کرنے لگے ہو۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا۔ ابو بکر نے فرمایا۔ خدا کی قسم! یہ کام بہر حال اچھا ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بار بار اس کام کے سرانجام دینے پر زور دیا۔ حتیٰ کہ ایسا وقت آن پہنچا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی صدیق اکبر اور عمر کے سینہ کی طرح اس کام کے لیے کھول دیا پھر میں نے اِس کام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مختلف لوگوں سے رابطہ قائم کیا۔ بالآخر میں نے کھجور کے پٹھوں، سفید پتھروں پر لکھا ہوا قرآن لوگوں سے حاصل کر لیا۔ اور جن کے سینوں میں جو محفوظ تھا۔ وہ بھی حاصل کر لیا۔ سورۃ التوبہ کی آخری آیت ابو خزیمہ الانصاری کے سوا اور کسی کے پاس سے نہ ملی۔ وہ آیت یہ ہے۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ اس طرح جو صحیفہ جمع ہوا۔ وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی وفات تک رہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاحیات اُسے اپنے پاس رکھا۔ ان کے وصال کے بعد ان کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آگیا۔

تبصرہ :-

بخاری شریف کی مذکور حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن کریم کے جمع کرنے کا عمل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ اس سے قبل یعنی دورِ رسالت میں یہ کچھ نہ ہوا تھا۔ حالانکہ گزشتہ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آیات کی ترتیب اور سورتوں کی ترتیب کے ساتھ قرآن موجود تھا۔ ان دونوں باتوں میں

کوئی تعارض نہیں۔ وہ یوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں آیات کی ترتیب اور سورتوں کی ترتیب مکمل ہو چکی تھی۔ لیکن قرآن کریم مکمل طور پر یعنی الحمد سے الناس تک کسی ایک جگہ یا کسی ایک شخص کے پاس موجود نہ تھا۔ بلکہ اسی ترتیب کے ساتھ اس کے مختلف حصے مختلف حضرات کے پاس تھے۔ اور کچھ دوسروں کو محض ازبر تھا۔ جنگ یمامہ میں جب بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ اور خطرہ تھا۔ کہ آئندہ بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ تو اسی ترتیب کے مختلف حصہ جات مختلف حضرات سے ایک جگہ اکٹھے کرنے کی ذمہ داری حضرت زید بن ثابت کے کندھوں پر ڈالی گئی۔ تاکہ وہ خطرہ دور ہو جائے۔

لہٰذا دورِ رسالت میں دی گئی ترتیب آیات اور سور کو صرف ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی گئی۔ نئی ترتیب دینے کی کوشش ہرگز نہ تھی۔ اور اللہ رب العزت نے ان حضرات کی ان انتھک کوششوں کو بارآور فرمایا۔ آخر اپنے کلام کی حفاظت کا کوئی نہ کوئی انتظام فرمانا تھا۔ یوں پہلی مرتبہ قرآن پاک کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کی سعادت ان حضرات کو خدا نے عطا فرمائی۔

صدیق اکبر کے دورِ خلافت میں قرآن کریم کو ایک جگہ اکٹھا کرنے میں احتیاط کا عالم

فتح الباری

وَعِنْدَ اَبِیْ دَاوٗدَ اَیْضًا فِی الْمَصَاحِفِ مِنْ طَرِیْقِ

يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ قَالَ قَامَ عُمَرُ
فَقَالَ مَنْ كَانَ تَلَقّٰى مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مِنَ الْقُرْاٰنِ فَلْيَاتِ بِهٖ
وَكَانُوْا يَكْتُبُوْنَ ذٰلِكَ فِي الصُّحُفِ وَالْاَلْوَاحِ
وَالْعُسُبِ قَالَ وَكَانَ لَا يَقْبَلُ مِنْ اَحَدٍ شَيْئًا
حَتّٰى يَسْتَشْهِدَ شَاهِدَانِ وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى
اَنَّ زَيْدًا كَانَ لَا يَكْتَفِيْ بِمُجَرَّدِ وِجْدَانِهٖ
مَكْتُوْبًا حَتّٰى يَشْهِدَ مَنْ تَلَقَّاهُ سَمَاعًا
مَعَ كَوْنِ زَيْدٍ كَانَ يَحْفَظُهٗ وَكَانَ يَفْعَلُ
ذٰلِكَ مُبَالَغَةً فِي الْاِحْتِيَاطِ وَعِنْدَ ابْنِ
اَبِيْ دَاؤُدَ اَيْضًا مِنْ طَرِيْقِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ
عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ قَالَ لِعُمَرَ وَلِزَيْدٍ
اِقْعُدَا عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَمَنْ جَاءَ كُمَا
بِشَاهِدَيْنِ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَاكْتُبَاهُ
وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ مَعَ اِنْقِطَاعِهٖ وَكَاَنَّ الْمُرَادَ
بِالشَّاهِدَيْنِ الْحِفْظُ وَالْكِتَابُ اَوِ الْمُرَادُ اَنَّهُمَا
يَشْهَدَانِ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ الْمَكْتُوْبَ كُتِبَ بَيْنَ
يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَوِ الْمُرَادُ اَنَّهُمَا يَشْهَدَانِ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ
مِنَ الْوُجُوْهِ الَّتِيْ نُزِلَ بِهَا الْقُرْاٰنُ وَكَانَ
غَرْضُهُمْ اَنْ لَا يُكْتَبَ اِلَّا مِنْ عَيْنِ مَا كُتِبَ

بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مِنْ مُجَرَّدِ الْحِفْظِ۔ (فتح الباری جلد ۹ ص ۱۱۔ کتاب فضائل القرآن مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

ابن ابی داؤد کے پاس بھی یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب کے طریقہ سے قرآن کریم کو مصاحف کی شکل میں جمع کرنے کی ایک حدیث ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ اور لوگوں کو کہا۔ جس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ قرآن میں سے جو کچھ بھی ہے۔ وہ اُسے لا کر پیش کرے۔ حضور ختمی مرتبت کے دور میں لوگ قرآن کی آیات و سورتوں کو مختلف صحیفوں اور تختیوں میں لکھ لیا کرتے تھے۔ اور کھجور کی چھال پر بھی تحریر کر لیا کرتے تھے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کسی سے قرآن کی کوئی آیت یا سورت اس وقت تک قبول نہ کرتے جب تک دو گواہ اس پر گواہی نہ دے دیتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ محض لکھی لکھائی آیت و سورت کو کافی نہ سمجھتے۔ بلکہ وہ اس کے ساتھ ساتھ ایسے دو گواہ بھی ضرور لیتے۔ جو یہ کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہم نے سُنا ہے۔ حالانکہ حضرت زید بن ثابت خود بھی حافظ قرآن تھے۔ لیکن یہ سب کچھ آپ کی سخت احتیاط کے پیش نظر تھا۔

ابن ابی داؤد کے پاس ہشام بن عروہ اور ان کے باپ کے طریقہ سے ایک روایت ہے کہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

حضرت عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ دونوں مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھ جاؤ۔ جو شخص دو گواہ لے کر آئے۔ اور اپنے ساتھ قرآنی آیت و سورت ان گواہوں کی گواہی کے ساتھ تمہیں دے۔ تو اسے لکھ لو۔ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ اگرچہ یہ منقطع ہے۔

دو گواہوں سے مراد کیا ہے۔ ایک یہ کہ حفظ و کتابت دونوں طرح سے آیت کی شہادت مل جائے۔ دوسری مراد یہ کہ دو آدمی یہ گواہی دیں۔ کہ یہ لکھی ہوئی آیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھے جانے کی ہم گواہی دیتے ہیں۔ تیسری مراد یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ دو آدمی یہ گواہی دیں کہ یہ کتابت انہی وجوہ اور طریقوں کے مطابق ہے۔ جن کے مطابق قرآن کریم نازل کیا گیا۔ ان گواہوں کی گواہی سے ان حضرات کا مقصد یہ تھا۔ کہ اس طرح وہی آیات و سورتیں معرضِ تحریر میں آئیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی جاتی تھیں۔ محض حفظ پر اکتفا کرنا درست نہ سمجھتے تھے

عہدِ عثمانی میں جمعِ قرآن کے اسباب

قدرتی طور پر یہ خیال آتا ہے۔ کہ جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں قرآن کریم کو ایک جگہ جمع فرما دیا۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس کے جمع کرنے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ اور اس محنت و کاوش کے صلہ میں امت نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "جامع القرآن" کا لقب بھی دیا۔ اس کے کیا اسباب پیش آئے۔؟

ان امور کی نشاندہی ہمیں بہت سی کتب احادیث سے ملتی ہے۔ مختصر طور پر

یہ کہہ سکتے ہیں۔ چونکہ دورِ رسالت سے دورِ فاروقی تک قرآن کریم کی تلاوت مختلف قرأت و لغت سے جاری تھی۔ اسلام کے دور دراز پھیل جانے سے قرأت کا پھیلنا ایک لازمی امر تھا۔ حتی کہ اس پھیلاؤ کے دوران بعض لوگوں نے ایک مخصوص قرأت کو تو قرآن کہا لیکن دوسری قرأت کو خارج کہنا اور سمجھنا شروع کر دیا۔ نوبت جھگڑوں اور باہم نزاع تک پہنچ گئی۔ اس کیفیت کو صاحب فتح الباری نے بیان کیا۔ جس میں مدینۃ الرسول کی حالت بیان کی گئی۔

فتح الباری

فَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ دَاؤدَ اَیْضًا فِی الْمَصَاحِفِ مِنْ طَرِیْقِ اَبِیْ قِلَابَۃَ قَالَ لَمَّا کَانَ فِیْ خِلَافَۃِ عُثْمَانَ جَعَلَ الْمُعَلِّمُ یُعَلِّمُ قِرَاءَۃَ الرَّجُلِ وَالْمُعَلِّمُ یُعَلِّمُ قِرَاءَۃَ الرَّجُلِ فَجَعَلَ الْغِلْمَانُ یَتَلَقَّوْنَ فَیَخْتَلِفُوْنَ حَتّٰی ارْتَفَعَ ذٰلِکَ اِلَی الْمُعَلِّمِیْنَ حَتّٰی کَفَّرَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَبَلَغَ ذٰلِکَ عُثْمَانَ فَخَطَبَ فَقَالَ اَنْتُمْ عِنْدِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فَمَنْ نَاٰی عَنِّیْ مِنَ الْاَمْصَارِ اَشَدُّ اخْتِلَافًا فَکَاَنَّهٗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لَمَّا جَاءَهٗ حُذَیْفَۃُ وَاَعْلَمَهٗ بِاخْتِلَافِ الْاَمْصَارِ تَحَقَّقَ عِنْدَهٗ مَا ظَنَّهٗ مِنْ ذٰلِکَ۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۴-۱۵ کتاب فضائل القرآن۔)

ترجمہ:

ابن ابی داؤد نے ابو قلابہ کے طریق سے مصاحف کے بارے میں یہ

روایت کی ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حالات کچھ ایسے ہو گئے۔ کہ ایک استاد کسی ایک قرأۃ کی تعلیم دیتا۔ اور دوسرا استاد کسی دوسری قرأت کو پڑھاتا۔ قرآن سے پڑھنے والے شاگردوں نے باہم اختلاف کیا۔ حتیٰ کہ یہی اختلاف ان کے اساتذہ تک پہنچ گیا۔ پھر نوبت یہ ہو گئی۔ کہ ایک کو دوسرا خارج از سلام قرار دینے لگا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب اس اختلاف کا علم ہوا۔ تو آپ نے لوگوں کو اکٹھا کر کے خطبہ دیا۔ اور فرمایا۔ تم میری موجودگی اور میرے قریب رہ کر اختلاف کر رہے ہو۔ ان لوگوں کا اختلاف تو تم سے کہیں زیادہ سنگین ہو گا جو شہروں سے دور دیہات میں رہ رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کے پاس حاضر ہوئے۔ اور انہیں مختلف شہروں کی اختلافِ قرأت کے بارے میں یادداشت پیش کی۔ تو یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنے ظن کے حقیقی ہونے کا پتہ چل گیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے علاوہ دوسرے شہروں کی جو کیفیت بیان کی۔ اور وہاں کے اختلافِ قرأت کی جو صورت دیکھی۔ اس کا نقشہ بھی فتح الباری کے الفاظ میں حضرت حذیفہ نے یوں بیان کیا۔

فتح الباری

وَفِیْ رِوَایَۃِ عَمَّارِ بْنِ غَزِیَّۃَ اَنَّ حُذَیْفَۃَ قَدِمَ مِنْ غَزْوَۃٍ فَلَمْ یَدْخُلْ بَیْتَہٗ حَتّٰی اَتٰی عُثْمَانَ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَدْرِکِ النَّاسَ قَالَ وَمَا ذَاکَ قَالَ غَزَوْتُ فَرْجَ اَرْمِیْنِیَّۃَ فَاِذَا اَہْلُ الشَّامِ یَقْرَءُوْنَ بِقِرَاءَۃِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ فَیَاْتُوْنَ بِمَا لَمْ

يَسْمَعُ اَهْلُ الْعِرَاقِ وَاِذَا اَهْلُ الْعِرَاقِ يَقْرَءُوْنَ بِقِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَيَاْتُوْنَ بِمَا لَمْ يَسْمَعْ اَهْلُ الشَّامِ فَيُكَفِّرُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا......... وَمِنْ طَرِيْقِ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَقْرَاُ حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّجُلُ لِصَاحِبِهٖ كَفَرْتَ بِمَا تَقُوْلُ فَرُفِعَ ذٰلِكَ اِلٰى عُثْمَانَ فَتَعَاظَمَ فِيْ نَفْسِهٖ وَعِنْدَ ابْنِ اَبِيْ دَاؤدَ اَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ اَنَّ نَاسًا بِعِرَاقٍ يَسْئَلُ اَحَدُهُمْ مِنَ الْاٰيَةِ فَاِذَا قَرَاَهَا قَالَ اَلَا اِنِّيْ اَكْفُرُ بِهٰذِهٖ فَفَشَا ذٰلِكَ فِي النَّاسِ فَكَلَّمَ عُثْمَانُ فِيْ ذٰلِكَ۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۴-۱۵
کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ:

عمارہ بن خزیمہ کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب کسی جنگ سے لوٹے۔ تو سیدھے گھر آنے کی بجائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ اے امیر المومنین لوگوں کو بچائیے۔ پوچھا کیا ہو گیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے ارمینیہ کے علاقہ فرج میں لڑائی لڑی۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ شامی لوگ حضرت ابی بن کعب کی قرآت کے مطابق قرآن پڑھتے ہیں۔ اور

پڑھنے میں بعض الفاظ اس طرح ادا کرتے ہیں۔ کہ جس سے عراقی قطعاً واقف نہیں۔ اُدھر عراقیوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت کو اپنا رکھا تھا۔ اور وہ بھی بعض الفاظ اس طرح ادا کرتے تھے۔ کہ شامیوں نے وہ سنے تک نہ ہوتے۔ اس اختلاف کی وجہ سے بعض بعض کی تکفیر کر رہے ہیں۔

محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کے طریق کے مطابق روایت ہے۔ کہ ایک آدمی قرآن پاک کی قرأت کرتا۔ تو اس کا ساتھی ہی اُسے کہہ دیتا۔ بھائی تو نے کفر کیا ہے۔ یہ باتیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچیں تو انہوں نے ان کو اپنے دل میں بہت بُرا جانا۔

بکیر بن الاشج کی روایت کے مطابق ابن ابی داؤد کہتے ہیں۔ کہ بے شک عراق میں بہت سے لوگ کسی اپنے ساتھی سے کسی ایک آیت قرآنیہ کے بارے میں دریافت کرتے۔ کہ اسے کس طرح پڑھنا چاہیئے؟ جب وہ پڑھ کر دکھاتا۔ تو سننے والا کہہ دیتا۔ خبردار! اس طرح پڑھنے والے کا میں تکفیر کرتا ہوں۔ تو یہ بحث لوگوں میں خوب پھیل گئی۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے حل کے لیے لوگوں سے صلاح و مشورہ شروع کیا۔

تاریخ قرآن اور جمع قرآن کی بحث کرنے والے حضرات اور ناظرین کرام سبھی اس بات کو مانتے ہیں۔ کہ اختلافِ قرأت خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بھی تھا۔ عرب میں بہت سے قبائل آباد تھے۔ ہر قبیلہ کی زبان میں بعض الفاظ کی ادائگی وغیرہ کا اختلاف ایک بدیہی امر ہے۔ جس کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اسی اختلاف کی وجہ سے بعض قبیلوں کو دوسرے قبیلے کی

لغت پڑھنا شاق گزرا۔ لیکن ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور زمانہ کی رفتار نے اس دشواری کو برداشت کرنے کی ہمت دے دی تھی۔ "والاتقان فی العلوم القرآن" میں علامہ ابن تمین سے یہ باتیں منقول ہوئیں۔ لیکن دور عثمانی میں اس اختلاف کو پھر سے ابھرنے کا موقعہ ملا۔ اور معاملہ بہت زیادہ خراب ہوتا نظر آرہا تھا۔ اس لیے اگر حالات و واقعات کی نزاکت کا احساس نہ کیا جاتا تو خطرہ تھا کہ۔

۱۔ مختلف قرأت کے مطابق قرآن پاک کے مختلف نسخہ جات لکھے جاتے۔ اور آگے چل کر ایک قرأت کے مطابق لکھنے اور پڑھنے والے دوسروں کی قرأت کو قرآن نہ مانتے۔ جس کی ابتداء ہو چکی تھی۔ تو پھر اس اختلاف کی کوکھ سے ایک ایسا بڑا فتنہ کھڑا ہو جاتا۔ جس کا انسداد ناممکن ہوتا۔ اور امت مسلمہ کے افراد قرآن پاک کی قرأت پر بھی ایک دوسرے پر کافر ہونے کا فتویٰ لگاتے۔

۲۔ عرب میں سات مشہور لغات کے علاوہ مفسدین یہ کوشش کرتے۔ کہ غیر مشہور لغات میں قرآن کریم کی قرأت کو فروغ دیا جائے۔ جو فصاحت و بلاغت میں ان سات مشہور قرأتوں سے کہیں کم تھیں۔ اور ہر شخص اپنے مزاج اور اپنی پسند کے مطابق جس طرح چاہتا۔ الفاظ قرآنیہ کو توڑ مروڑ کر پڑھتا۔ اور لکھتا۔ اور یوں تحریف تبدیل کا ایسا راستہ کھل جاتا۔ جس کا بند کرنا مشکل ہو جاتا۔ انہی فتنوں اور خرابیوں کو بھانپ کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیگر اصحاب سے مشورہ شروع کر دیا۔ تاکہ فتنے کی اس آگ کو پھیلنے سے قبل ہی بجھا دیا جائے۔

اختلاف قراءت سے پیدا شدہ فتنۂ تکفیر کے انسداد کے لیے حضرت عثمان غنی کا اقدام۔

بخاری شریف | حُذَیْفَۃُ بْنُ الْیَمَانِ قَدِمَ عَلٰی عُثْمَانَ وَکَانَ یُغَازِیْ اَھْلَ الشَّامِ فِیْ فَتْحِ اَرْمِیْنِیَّۃَ وَاٰذَرْبِیْجَانَ مَعَ اَھْلِ الْعِرَاقِ فَاَفْزَعَ حُذَیْفَۃَ اِخْتِلَافُھُمْ فِی الْقِرَاءَۃِ فَقَالَ حُذَیْفَۃُ لِعُثْمَانَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَدْرِکْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ قَبْلَ اَنْ یَّخْتَلِفُوْا فِی الْکِتَابِ اِخْتِلَافَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی فَاَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰی حَفْصَۃَ اَنْ اَرْسِلِیْ اِلَیْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُھَا فِی الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّھَا اِلَیْکِ فَاَرْسَلَتْ بِھَا حَفْصَۃُ اِلٰی عُثْمَانَ فَاَمَرَ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَعَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ الزُّبَیْرِ وَسَعِیْدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الْحَارِثِ بْنِ ھِشَامٍ فَنَسَخُوْھَا فِی الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّھْطِ الْقُرَشِیِّیْنَ الثَّلَاثَۃِ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاکْتُبُوْہُ

بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلٰى حَفْصَةَ وَأَرْسَلَ إِلٰى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوْا وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيْفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُحْرَقَ۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۷۴۶ کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن)

ترجمہ:

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔ جبکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شامیوں کے ساتھ مل کر عراقیوں کے خلاف ارمینیہ اور آذربائیجان کی جنگ لڑ کر آئے تھے۔ اور اس جنگ میں انہیں فتح ہوئی تھی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب ان کے مابین قرأتِ قرآن کا اختلاف پایا۔ تو بہت ڈرے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! اس امت کو بچا لیجئے اور سنبھال لیجئے! کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ یہود و نصاریٰ کی طرح اللہ کی کتاب میں اختلاف کرتے کرتے بہت دور نکل جائیں۔ یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کسی کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ تاکہ وہ ان سے وہ صحیفہ لے آئے۔ (جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جمع کیا گیا تھا۔ اور کہا۔ کہ ہم اس کی چند نقول لکھ کر یہ صحیفہ آپ کو واپس کر دیں گے۔ اس آدمی کے ہاتھ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفہ بھیج دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفہ حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن الزبیر، سعید بن العاص

اور عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کے سپرد کر کے فرمایا۔ اس کی نقلیں تیار کرو۔ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تینوں قریشی حضرات کو فرمایا۔ جب تمہارا اور زید بن ثابت کا کسی لفظ میں اختلاف ہو جائے۔ تو اس کو قریش کی زبان میں تحریر کرنا۔ کیونکہ قرآن مجید انہی کی لغت میں اترا تھا۔ ان حضرات نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے مختلف صحیفے (نقول) لکھ ڈالے تو حضرت عثمان نے وہ اصل صحیفہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس لوٹا دیا۔ اور اس کی نقل کردہ جلدیں مختلف ممالک میں ارسال کر دیں۔ اور ہدایات دیں۔ کہ اس نسخہ سے قبل کے نسخہ جات اگر کسی کے پاس ہوں۔ (جو مختلف صحابہ کرام نے اپنے طور پر تحریر کیے تھے۔ اور ان میں اپنی اپنی قرارت کا ہی لب و لہجہ تھا بعض اقوال کے مطابق انہیں دھو ڈالنے کا حکم دیا اور پھر انہیں جلا دیا جائے۔ (تاکہ قرآن کریم میں اختلاف سے ہر ممکن طور پر بچا جا سکے۔

وضاحت:

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک نسخہ مکہ کرمہ ارسال کیا۔ ایک بحرین ایک بصرہ، ایک شام، اور ایک کوفہ بھیجا۔ اور اس کے علاوہ یہ بھی حکم صادر فرمایا۔ کہ میرے بھیجے گئے مصحف کی مزید نقول تیار کی جائیں۔ اور انہیں دوسرے لوگوں تک پہنچایا جائے۔

گذشتہ اوراق میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں۔ کہ قرآن کریم کی مختلف قرارت اور اور لغات میں تلاوت صرف جائز تھی۔ کوئی فرض و واجب نہ تھی۔ کیونکہ اختلاف قرأت ایک ضرورت تھی۔ جس کی بنا پر اسے جائز رکھا گیا لیکن مختلف قرارت میں

پڑھنا اور بات ہے۔ اور قرآن کریم کا نزول ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ وہ یہ کہ قرآن کریم کے لیے اللہ رب العزت نے اس وقت کی مروجہ و مشہور لغات میں سے لغتِ قریش کا انتخاب فرمایا۔ تمام لغات میں لغتِ قریش کی فوقیت کی یہ بہت بڑی وجہ تھی۔ اور دوسری بات یہ بھی تھی۔ کہ مختلف لغات بولنے والے بھی کم و بیش اسی لغت کو اپنانے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اس لیے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورہ کے مطابق یہ طے کیا۔ کہ قرآن کریم کے الفاظ کو لغتِ قریش کے مطابق باقی رکھا جائے۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ و دیگر حفاظِ قرآن کی کاوشوں سے جمع شدہ نسخہ کو جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ تھا۔ اس کی لغتِ قریش کے مطابق سات عدد نقول تیار کرنے کی ہدایات جاری فرمائیں اور مختلف اسلامی ممالک کو روانہ کی گئیں۔ ایک نسخہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھا۔

کچھ صحابہ کرام کے پاس اپنے طور پر لکھے ہوئے قرآن پاک کے نسخہ جات موجود تھے۔ ان میں بعض آیات پر ان کے وضاحتی اور تفسیری نوٹ بھی تھے۔ اور ہر ایک نے اپنی لغت کے مطابق الفاظ کو لکھا تھا۔ اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان نسخہ جات کو پانی سے صاف کر دینے اور پھر جلا دینے کی ہدایات بھی دیں۔ تاکہ امت مسلمہ صرف اور صرف، ایک ہی لغت اور ایک ہی نسخہ پر متفق ہو جائے۔ کیونکہ اس قریب کے دور میں جب قرأت کے اختلاف سے کفر و ایمان کی بحثیں چل نکلی تھیں۔ تو بعد کے ادوار میں ان قرأت سے جو اختلافات کا نقشہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کے ذہن میں ابھرا تھا۔ اس کے پیش نظر آپ کی یہ ہدایات ایک بہترین تجاویز اور احتیاطی تدابیر تھیں۔

چنانچہ صحابہ کرام نے اس بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بہت تعریف کی۔ اور انہیں آفرین کہی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جمع کردہ قرآن کریم اور پہلے سے موجود نسخہ میں کوئی فرق تھا؟

قول اول:۔

اس سلسلہ میں ایک قول گزر چکا ہے۔ جس کا مختصر طور پر یہ بیان ہے۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مشورے کے مطابق جو مصحف جمع ہوا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے صحیفے مختلف صحابہ کرام کے پاس تھے۔ جن میں بعض پر کچھ تفسیری نوٹس بھی تھی۔ اور ان میں الفاظ کو ہر ایک نے اپنی لغت کے مطابق لکھا تھا۔ اب جو صحیفہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تیار کرایا اس میں صرف لغتِ قریش کو اپنایا گیا۔

قول دوم:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع شدہ صحیفہ سات قراءات پر مشتمل

تھا۔ اور سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سات میں سے لغتِ قریش کو ملحوظ رکھا۔ یہ اکثر علماء کا قول ہے۔

قول سوم:

دورِ صدیقی میں جمع کردہ قرآن میں الحمد تا والناس اگرچہ تمام سورتیں تھیں۔ اور ہر سورت کی ابتداء وانتہاء وہی تھی۔ جس کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم متعین ومقرر فرما گئے تھے۔ لیکن یہ ترتیب کہ سب سے اول سورۃ فاتحہ پھر البقرہ اور سب سے آخر میں والناس ہو۔ یہ ترتیب خلافتِ عثمانیہ میں دی گئی۔ سیدنا صدیق اکبر اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما وغیرہ کے پیشِ نظر یہ بات تھی۔ کہ اِدھر اُدھر سے تمام قرآنی آیات اور سورتوں کو یکجا کر دیا جائے۔ تاکہ حفاظ کرام کے شہید و وصال سے کوئی دشواری نہ رہے۔

قول چہارم:

بعض علماء اس طرف گئے ہیں۔ کہ دورِ صدیقی میں جمع کردہ صحیفہ اور حضرت عثمان غنی کے جمع کردہ صحیفہ کی ترتیب بعینہٖ وہی تھی۔ جو آجکل ہے۔ کیونکہ اسی مصحف کی چند نقول تیار کر کے اپنے مختلف ممالک کو روانہ فرمائیں۔

ایک سوال:

دورِ صدیقی یا دورِ عثمانی میں قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب وجود میں آئی۔ اگرچہ ہر سورت کی ابتداء وانتہاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود متعین کر دی تھی۔ لیکن یہ ترتیب کیسے وجود میں آئی۔ کیا صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے یہ

ترتیب رکھی۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایات کی روشنی میں ایسا ہوا۔

جواب :-

علماء کرام کی اکثریت یہ کہتی ہے۔ کہ قرآنی سورتوں کی ترتیب میں کسی صحابی وغیرہ کے اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ترتیب مذکور تھی۔ یعنی جس طرح ہر سورت کی ابتداء وانتہاء آپ نے متعین فرمائی تھی۔ اسی طرح ہر سورت کا مقام بھی آپ نے ہی مقرر فرمادیا تھا۔ ہاں ایک جگہ ضروری وضاحت نہ ملنے کی وجہ سے حضرات صحابہ کرام نے اپنی اجتہادی بصیرت سے کام لیا۔ وہ مقام سورۃ الانفال اور سورۃ البراۃ ہے۔ کہ ان کی ابتداء وانتہاء کا تعین نہ ل سکا۔ تو صحابہ کرام نے ان کو دو سورتوں کی شکل میں موجود رکھا۔ لیکن سورۃ البراۃ کی ابتداء معروف طریقہ سے (یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ کر) نہ کی۔

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کریم پر داد تحسین دی گئی

فتح الباری، الاتقان

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ دَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ مِنْ طَرِیْقِ سُوَیْدِ بْنِ غَفْلَۃَ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ لَا تَقُوْلُوْا فِیْ عُثْمَانَ اِلَّا خَیْرًا فَوَاللّٰہِ مَا فَعَلَ الَّذِیْ فَعَلَ فِی الْمَصَاحِفِ اِلَّا عَنْ مَلَاٍ مِّنَّا قَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ ھٰذِہٖ

الْقِرَاءَةِ فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ بَعْضَهُمْ يَقُولُ إِنَّ قِرَاءَتِي خَيْرٌ مِّنْ قِرَاءَتِكَ وَهٰذَا يَكَادُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا قُلْنَا فَمَا تَرٰى قَالَ أَرٰى أَنْ نَجْمَعَ النَّاسَ عَلٰى مُصْحَفٍ وَاحِدٍ فَلَا تَكُوْنُ فِرْقَةٌ وَلَا اِخْتِلَافٌ قُلْنَا فَنِعْمَ مَا رَأَيْتَ۔

(۱۔ فتح الباری جلد ۹ صفحہ نمبر ۱۵۔ کتاب فضائل القرآن)

(۲۔ الاتقان جلد اول صفحہ نمبر ۶۱ النوع الثامن عشر فی جمعہ وترتیبہ)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت عثمان کے بارے میں صرف اچھے کلمات ہی کہنا چاہئیں۔ خدا کی قسم! انہوں نے قرآن کریم کے جمع کرنے میں ہم بہت سے بزرگ صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ (اور جن دوسرے نامکمل یا اضافہ شدہ نسخہ جات کو تلف کرنے کا حکم دیا۔ وہ بھی ہمارے مشورے سے تھا) حضرت عثمان غنی نے ہمیں بلا بھیجا۔ جب ہم گئے۔ تو پوچھا۔ قرآن کریم کی قرات سے جو اختلافی صورت پیدا کر دی ہے۔ اس کے متعلق تم کیا رائے دیتے ہو۔؟ کیونکہ مجھے بتلایا گیا ہے۔ کہ کچھ لوگ اپنی قرارت کو دوسروں کی قرارت کے مقابلہ صحیح کہتے ہیں۔ اور یہ اختلاف لگتا ہے۔ کہیں کفر تک نہ پہنچا دے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہم نے پوچھا۔ حضرت آپ کی کیا رائے ہے؟۔

فرمانے لگے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تمام لوگ ایک قرادت پر متفق ہو جائیں۔ نہ کوئی فرقہ رہے اور نہ اختلاف۔ ہم نے کہا۔ آپ کی رائے بہت عمدہ ہے۔

فتح الباری وَفِيْ رِوَايَةِ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا لِعُثْمَانَ فِيْ اِحْرَاقِ الْمَصَاحِفِ اِلَّا خَيْرًا۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۷)

ترجمہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوید بن غفلہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو قرآن کریم کے مختلف صحابہ کرام کے پاس موجود نسخے جلانے کا حکم دیا۔ اس حکم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اچھا ہی کہو۔

مختلف نسخہ جات قرآنیہ کے جلانے سے قبل انہیں دھو کر صاف کر دینے کا حکم تھا

فتح الباری وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ قِلَابَةَ فَلَمَّا فَرَغَ عُثْمَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ كَتَبَ اِلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ اِنِّيْ قَدْ صَنَعْتُ كَذَا وَكَذَا، وَمَحَوْتُ مَا عِنْدِيْ فَامْحُوْا مَا عِنْدَكُمْ، وَالْمَحْوُ اَعَمُّ اَنْ يَّكُوْنَ بِالْغَسْلِ اَوِ التَّحْرِيْقِ ....

وَقَدْ جَزَمَ عِيَاضٌ بِأَنَّهُمْ غَسَلُوْهَا بِالْمَاءِ
ثُمَّ اَحْرَقُوْهَا مُبَالَغَةً فِيْ اِذْهَابِهَا۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۷)

ترجمہ:

ابو قلابہ کی روایت میں ہے۔ کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کتابتِ مصحف سے فارغ ہوئے۔ تو آپ نے مختلف شہروں کے باشندوں کو لکھا۔ وہ میں نے یہ کام کیا ہے۔ جو میرے پاس پہلے سے لکھے ہوئے نسخے تھے۔ میں نے انہیں تلف کر دیا۔ تم بھی انہیں مٹا دو۔ (اور اس جمع کردہ نسخہ کو خود پڑھو۔ اس کی نقول تیار کرو اور دوسرے لوگوں تک پہنچاؤ) یہاں مٹانے کا حکم عام ہے۔ چاہے پانی سے دھو کر حروف کو محو کر دیا جائے۔ یا آگ میں جلا کر۔۔۔ .... قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جزم کیا ہے کہ ان حضرات نے پہلے پانی سے حروف قرآنیہ کو دھویا۔ پھر دھلے ہوئے اوراق وغیرہ کو جلا دیا۔ تاکہ نئے جمع شدہ صحیفہ کے ہوتے ہوئے ان کا نام و نشان تک نہ رہے۔

دورِ صدیقی اور دورِ عثمانی میں جمع قرآن

کے تقاضے مختلف تھے

الاتقان

قَالَ ابْنُ التِّيْنِ وَغَيْرُهٗ اَلْفَرْقُ بَيْنَ
جَمْعِ اَبِيْ بَكْرٍ وَجَمْعِ عُثْمَانَ اَنَّ جَمْعَ اَبِيْ بَكْرٍ
كَانَ لِخَشْيَةِ اَنْ يَذْهَبَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ
بِذَهَابِ حَمَلَتِهٖ لِاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ مَجْمُوْعًا
فِيْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ فَجَمَعَهٗ فِيْ صَحَائِفَ
مُرَتَّبًا لِاٰيَاتِ سُوَرِهٖ عَلٰى مَا وَقَفَهُمْ
عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَمْعُ
عُثْمَانَ كَانَ لَمَّا كَثُرَ الْاِخْتِلَافُ فِيْ وُجُوْهِ
الْقِرَاءَاتِ حَتّٰى قَرَءُوْهُ بِلُغَاتِهِمْ عَلٰى
اِتِّسَاعِ اللُّغَاتِ فَاَدّٰى ذٰلِكَ بَعْضَهُمْ اِلٰى
تَخْطِئَةِ بَعْضٍ فَخَشِيَ مِنْ تَفَاقُمِ الْاَمْرِ
فِيْ ذٰلِكَ فَنَسَخَ تِلْكَ الصُّحُفَ فِيْ مُصْحَفٍ
وَاحِدٍ مُرَتِّبًا السُّوَرَةِ وَاقْتَصَرَ مِنْ
سَائِرِ اللُّغَاتِ عَلٰى لُغَةِ قُرَيْشٍ مُحْتَجًّا بِاَنَّهٗ
نُزِلَ بِلُغَتِهِمْ وَاِنْ كَانَ وُسِّعَ فِيْ قِرَاءَتِهٖ

بِلُغَتِ غَيْرِهِمْ وَ دَفْعًا لِلْحَرَجِ وَ الْمَشَقَّةِ فِي ابْتِدَاءِ الْأَمْرِ فَرَأَى أَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى ذَٰلِكَ قَدِ انْتَهَتْ فَاقْتَصَرَ عَلَى لُغَةٍ وَاحِدَةٍ۔ (الاتقان جلد ۱ ص ۶۱ / النوع الثامن عشر)

ترجمہ

ابن تین وغیرہ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے جمع قرآن کے تقاضوں کو بیان کرتے ہوئے یہ فرق بتلایا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خوف کے پیش نظر قرآن جمع فرمایا۔ کہ کہیں اس (قرآن) کے یاد کرنے والوں کی فوتیدگی سے اس کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ کیونکہ ایک جلد میں ایک جگہ مکمل قرآن مجید موجود نہ تھا۔ تو اس خوف کے پیش نظر انہوں نے مختلف صحیفوں کو یکجا جمع کر دیا۔ اور ان میں آیات کی ترتیب وہی رکھی۔ جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں دوبارہ جمع کرنے کی ضرورت یہ پیش آئی۔ کہ لوگوں نے مختلف قراءات میں پڑھنا شروع کر دیا۔ اپنی اپنی لغت میں پڑھنے کی وجہ سے ایک لغت کے ماننے والے دوسرے کی لغت کو غلط قرار دینے لگے۔ اور ایک دوسرے کو غلط کار کہنے لگے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس انداز عمل سے کچھ متفکر ہوئے۔ اور پھر یہ طے پایا۔ کہ قرآن کریم کے مختلف نسخہ جات کو ایک ہی جگہ سورتوں کی اسی ترتیب سے یکجا کر دیا جائے۔ جو ترتیب صدیق اکبر نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے) دی تھی۔ اور مختلف لغات کی بجائے صرف

لغتِ قریش پر اکتفا کیا جائے۔ کیونکہ اسی لغت پر قرآن کریم نازل ہوا تھا۔ اگرچہ تنگی اور مشقت کے پیشِ نظر دوسری لغات میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کی اجازت تھی۔ لیکن یہ اجازت ابتدائے اسلام میں تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اب وہ ضرورت اور حاجت ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا انہوں نے صرف ایک لغتِ قریش) پر ہی قرآن کریم کو تحریر کروا کر جمع کیا۔

آج کی قراءت وہی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل امین نے آخری دور قرآن میں اپنائی

الاتقان

وَ اَخْرَجَ ابْنُ اَشْتَةَ فِی الْمَصَاحِفِ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ فِیْ فَضَائِلِهٖ مِنْ طَرِیْقِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ عُبَیْدَةَ السَّلْمَانِیْ۔ قَالَ الْقِرَاءَةُ الَّتِیْ عُرِضَتْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْعَامِ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ الْقِرَاءَةُ الَّتِیْ یَقْرَؤُهَا النَّاسُ الْیَوْمَ۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَشْتَةَ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ کَانَ جِبْرَئِیْلُ یُعَارِضُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ كُلَّ سَنَةٍ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ مَرَّةً فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ عَارَضَهُ مَرَّتَيْنِ فَيَرَوْنَ اَنْ تَكُوْنَ قِرَاءَتُنَا هٰذِهٖ عَلَى الْعَرْضَةِ الْاَخِيْرَةِ۔

وَقَالَ الْبَغَوِيُّ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ يُقَالُ اِنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ شَهِدَ الْعَرْضَةَ الْاَخِيْرَةَ الَّتِيْ بَيَّنَ فِيْهَا مَا نُسِخَ وَمَا بَقِيَ وَمَا كَتَبَهَا الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَهَا عَلَيْهِ وَكَانَ يُقْرِئُ النَّاسَ بِهَا حَتّٰى مَاتَ وَلِذٰلِكَ اعْتَمَدَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَجَمَعَهٗ وَوَلَّاهُ عُثْمَانُ كَتْبَ الْمَصَاحِفِ۔ (الاتقان جلد ۱ ص ۵۱۔ النوع السادس عشر مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔

ابن سیرین عن عبیدہ کے طریق سے روایت ہے۔ کہ وہ قرأت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سال پیش کی گئی جس سال آپ کا وصال شریف ہوا وہ یہی قرأت تھی۔ جس کو آج ہر شخص پڑھتا ہے۔

ابن سیرین سے روایت ہے۔ کہ جبرئیل امین علیہ السلام ہر سال رمضان المبارک کے مہینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔ پھر جب وہ سال آیا۔ جس میں آپ نے وصال فرمایا۔ تو جبرئیل امین نے اس مرتبہ رمضان شریف میں دو دور کیے۔ اسی لیے علماء کہتے ہیں۔ کہ آج کل ہماری قرأت وہی دوسرے دور کی

قرارت ہے۔

بغوی نے شرح السنہ میں لکھا۔ کہ کہا جاتا ہے۔ کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قرآن پاک کے آخری دور کے حاضرین میں سے تھے۔ اسی دور میں ناسخ و منسوخ بیان کر دیے گئے۔ اور پھر اسی قرارت کے مطابق انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک سنایا۔ دوسرے لوگوں کو بھی اسی قرارت کے مطابق پڑھاتے تھے۔

حتی کہ زید بن ثابت کا انتقال ہو گیا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ سیدنا صدیق اکبر اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے ان پر اعتماد کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قرآن کریم کے جمع کرنے کی ذمہ داری سونپی۔

فصل دوم

موجودہ قرآن کریم کے متعلق اہل تشیع کا عقیدہ بمعہ دلائل

اس وقت جو عالم اسلام میں قرآن کریم لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں پایا جاتا ہے۔ اور دورِ عثمانی سے متواتر چلا آرہا ہے۔ اس کے بارے میں اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ اس میں بکثرت تحریف پائی جاتی ہے۔ بلکہ یہ لوگ اس قرآن کریم کے الفاظ، آیات اور سورتوں کے بارے میں یہاں تک کہ قائل ہیں۔ کہ ان میں تحریف روایاتِ متواترہ کے ساتھ ثابت ہے۔ ان کی معتبر کتب میں ہے۔ کہ تحریفِ قرآن کی دو ہزار سے زائد روایات موجود ہیں۔ اور مسئلہ امامت وہ واحد مسئلہ ہے کہ اس میں دوسرے مسائل کی نسبت تحریف بہت زیادہ ہے۔ مذکورہ دو ہزار روایات اہل تشیع کے محدثین کے نزدیک مستفیض اور متواتر ہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک یہ روایات تحریفِ قرآن پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ یہ سب روایات ان کے آئمہ معصومین کی فرمودہ ہیں۔ اس کے برخلاف آئمہ معصومین سے ایک آدھ روایت بھی ایسی موجود نہیں۔ جو خبرِ واحد صحیح ہو۔ اور یہ بتلائے۔ کہ موجودہ قرآن تحریف سے پاک ہے۔ اور کامل و اکمل صورت میں موجود ہے۔

ان کی کتب تو یہاں تک کہتی ہیں۔ کہ موجود قرآن کریم بالکل من گھڑت اور جعلی ہے (معاذ اللہ) اصل قرآن تو امام مہدی اپنے ساتھ غار میں لے کر دنیا والوں سے چھپ گئے۔ نہ اس کی کوئی نقل ہوئی۔ نہ کوئی دوسرا نسخہ کسی کے ہاں دستیاب ہے۔ جب امام موصوف ظہور فرمائیں گے۔ تو اصلی قرآن ساتھ لے کر آئیں گے۔ اور پھر لوگوں کو دیکھنا نصیب ہو گا۔

اہل تشیع کی کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ اس مذہب کے تقریباً تمام مجتہدین اور قابلِ اعتبار لوگ اس امر پر متفق ہیں۔ کہ قرآن کریم تحریف شدہ ہے۔ اگر دو چار آدمی نہ بھی اتفاق کریں۔ تو ان کے اختلاف سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً شریف مرتضٰی، شیخ صدوق، ابوجعفر طوسی اور ابو علی طبرسی اگر اپنے ہم مذہب و ہم مشرب علماء کے ساتھ تحریفِ قرآن پر متفق نہیں۔ تو ائمہ معصومین کے فیصلہ کے برعکس ان کی کون سُنے گا۔ کیونکہ مذہب شیعہ میں اصلِ اصول احادیث ائمہ معصومین ہی ہیں تو جب کسی ایک امام سے یہ چار یا ان کے ساتھی کوئی ایک آدھ روایت بھی پیش نہ کر سکے۔ اور نہ ہی کر سکیں گے۔ کہ جس میں ان کی تائید کا پہلو نکلتا ہو تو پھر اس بھرے بازار میں ان کی کون سُنے گا۔

اس بارے میں یہ بھی ذہن نشین رہے۔ کہ عین ممکن ہے۔ کہ ان چاروں نے بھی از روئے تقیہ یہ وطیرہ اپنایا ہو۔ ورنہ در حقیقت ان سے اس امر کی توقع ہو ہی نہیں سکتی۔ جیسا کہ عرصہ سے تمام اہل تشیع اپنے عقائد اور اپنے ائمہ کی ہدایات کے بالکل خلاف چلتے ہوئے موجود قرآن کو از روئے تقیہ صحیح اور غیر محرف مانتے ہیں۔ ان سے اگر کوئی پوچھ بیٹھے۔ کہ اگر تمہارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ موجود قرآن غیر محرف کامل اور مکمل ہے۔ اور یہ تواتر سے ثابت ہے۔ تو پھر اس کے محرف ہونے کے قائل کو تو خارج از اسلام قرار دیتے ہو گے۔ تو پھر

ابو یعقوب کلینی، نعمت اللہ جزائری اور مرزا حسین نوری وغیرہ علمائے اہلِ تشیع کو کافر کیوں قرار نہیں دیتے ؟ حالانکہ ان سے تقریباً ہزار روایات ایسی موجود ہیں جن کے ذریعہ تحریفِ قرآن کی توثیق و تائید کی گئی ہے۔

اس سے ذرا اور آگے چلیں۔ اور ان سے پوچھا جائے۔ کہ اگر موجود قرآن کریم کو تم اصلی مانتے ہو۔ اور اس کو اصلی نہ ماننے والے کو دائرہ اسلام سے خارج جانتے ہو۔ تو پھر دل کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر بتلاؤ۔ کہ تمہاری کتابیں ائمہ معصومین کی ایسی روایات سے اٹی پڑی ہیں۔ جن میں حضرت علی المرتضٰے سمیت دیگر ائمہ نے دو ٹوک فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ موجود قرآن من گھڑت اور تبدیل شدہ ہے۔ ان ائمہ کرام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

ان سوالات کے ذریعہ یہ بات بالکل نکھر کر سامنے آجائے گی۔ کہ یہ لوگ ان قائلینِ تحریف کو ہرگز ہرگز کافر نہیں کہیں گے۔ بلکہ ان کو اپنے مذہب کا مرکز اور محور تسلیم کریں گے۔ تو اس سے پتہ چل جائے گا۔ کہ موجود قرآن کو غیر محرف اور کامل ماننا محض تقیہ کے طور پر ہے۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے وہ چار مذہبِ شیعہ سے منحرف بطور تقیہ ہی کہتے ہوں۔

اس امر کی ایک بہت بڑی دلیل یہ بھی ہے۔ کہ جن حضرات صحابہ کرام نے جمع قرآن کریم ایسی عظیم خدمت سرانجام دی۔ یہ حضرات اہلِ تشیع کو ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ (معاذ اللہ) کافر اور مرتد ہیں۔ اور اہلِ بیت کے بہت بڑے دشمن ہیں۔ تو پھر ان حضرات سے یہ کیونکر توقع ہو سکتی ہے۔ کہ قرآن کریم کو یہ مکمل اور غیر محرف جمع کریں؟ اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے۔ کہ کتبِ شیعہ میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جن میں مذکور ہے۔ کہ صحابہ کرام نے موجود قرآن سے بہت سی ایسی آیات اور

سورتیں نکال دیں۔ جن میں فضائل اہل بیت اور ائمہ اہل بیت کے اسماء گرامی درج تھے۔

لیکن اس کے برعکس ہم اہل سنت و جماعت یہ کہتے ہیں حق بجانب ہیں۔ کہ ائمہ معصومین سے جو تحریف قرآن کے سلسلہ میں روایات کتب شیعہ میں موجود ہیں ان کا اِن حضرات ائمہ کرام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ اور اس مضمون کی تمام روایات اہل تشیع کی اپنی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ اور پھر ان من گھڑت روایات کو جس ڈھٹائی سے ائمہ حضرات اور اہل بیت کرام کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ یہ کوئی کم توہین نہیں۔

نوٹ :

تحریف قرآن کریم کے موضوع پر جب اہل تشیع اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں۔ اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ اے سنیو! اگر تم ہمیں قرآن کریم کے نامکمل اور محرف ہونے کا الزام دیتے ہو۔ تو تم بھی تو یہی عقیدہ رکھتے ہو۔ خود تمہاری (اہل سنت) کتب میں بھی اس موضوع کی کئی ایک روایات موجود ہیں۔ جن سے تحریف قرآن کا پتہ چلتا ہے۔

لیکن یاد رہے۔ اس سلسلہ میں جتنی روایات کتب اہل سنت سے یہ لوگ پیش کرتے ہیں۔ ان کا تعلق ناسخ اور منسوخ التلاوت سے ہے۔ اور اختلاف قراءۃ کا ان میں ذکر ہے۔ ناسخ اور منسوخ کا مسئلہ صرف ہمارا ہی نہیں۔ اہل تشیع بھی اس کے قائل ہیں۔ جیسا کہ عنقریب تیسری فصل میں اس کی تفصیلی بحث آرہی ہے۔ اس لیے اس مسئلہ کی کوئی اختلافی حقیقت نہیں۔ ہاں اگر حقیقی اختلافی کوئی بات ہے۔ تو وہ تحریف قرآن ہے۔ ہم اہل سنت کا اس بارے میں یہ عقیدہ ہے وہ قرآن کریم جس حال میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے

تھے۔ بعینہٖ اسی حالت میں اس وقت سے آج تک اور قیامت تک موجود ہے اور موجود رہے گا۔ اس میں نہ کوئی تحریف و تبدیلی ہوئی۔ اور نہ ہی اس کا امکان ہے"

اہل تشیع کا اس بارے میں یہ موقف ہے۔

"موجود قرآن کریم ہر قسم کی تحریف سے بھرا پڑا ہے۔ الفاظ ہوں یا سورتیں آیات ہوں یا کلمات ہر قسم کی تحریف اس میں ہوئی ہے"

"اہل تشیع" کے اس عقیدہ اور موقف کو ہم صرف زبانی ہی نہیں کہہ رہے۔ بلکہ ان کی کتابیں اس کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ آیئے ذرا ان کی کتب میں جھانک کر دیکھیں۔ کہ کہتے کیا ہیں۔ اور عقیدہ کیا ہے؟

تحریف کی پہلی قسم

کتبِ شیعہ سے مطلق تحریفِ قرآن پر حوالہ جات

اصلی قرآن امام مہدی لائیں گے! اور وہی اس کی تلاوت بھی کریں گے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

حوالہ نمبر (۱)

اصول کافی: عَنْ سَالِمِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَرَأَ رَجُلٌ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاَنَا اَسْتَمِعُ حُرُوْفًا مِنَ الْقُرْاٰنِ لَیْسَ عَلٰی مَا یَقْرَأُهُ النَّاسُ فَقَالَ

اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُفَّ عَنْ هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ اِقْرَأْ كَمَا يَقْرَأُ النَّاسُ حَتّٰى يَقُوْمَ الْقَائِمُ فَاِذَا قَامَ الْقَائِمُ قَرَءَ كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى حَدِّهٖ وَاَخْرَجَ الْمُصْحَفَ الَّذِيْ كَتَبَهٗ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ اَخْرَجَهٗ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى النَّاسِ حِيْنَ فَرَغَ مِنْهُ وَكَتَبَهٗ فَقَالَ لَهُمْ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا اَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ قَدْ جَمَعْتُهٗ مِنَ اللَّوْحَيْنِ فَقَالُوْا هُوَذَا عِنْدَنَا مُصْحَفٌ جَامِعٌ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ لَاحَاجَةَ لَنَا فِيْهِ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ مَا تَرَوْنَهٗ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اَبَدًا اِنَّمَا كَانَ عَلَيَّ اَنْ اُخْبِرَكُمْ حِيْنَ جَمَعْتُهٗ لِتَقْرَءُوْهُ۔

(۱۔ اصول کافی جلد دوم ص ۶۳۳
کتاب فضل القرآن مطبوعہ تہران
طبع جدید)
(۲۔ اصول کافی ص ۶۷۱ مطبوعہ نولکشور
طبع قدیم)
(۳۔ انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۶۴
نور فی الصلوٰۃ، مطبوعہ تبریز
طبع جدید)
(۴۔ انوار نعمانیہ ص ۲۲۷۔ طبع قدیم)

ترجمہ:۔
سالم بن سلمہ سے روایت ہے۔ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

کو قرآن سنایا۔ میں نے بھی وہ قرآنی حروف سنے۔ لیکن وہ عام لوگوں میں پڑھے جانے والے الفاظ قرآن سے مختلف تھے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا۔ اس قرارت سے باز رہو۔ اور امام قائم کے ظہور تک اسی طرح قرآن پڑھو۔ جس طرح دیگر لوگ پڑھتے ہیں۔ پھر جب امام قائم آئیں گے۔ وہ قرآن کو ٹھیک سے پڑھیں گے۔ اور اس قرآنی نسخہ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کریں گے۔ جو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا۔ امام موصوف نے فرمایا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب وہ نسخہ تحریر کر لیا۔ اور اس کی کتابت سے فراغت پائی۔ تو آپ نے لوگوں سے فرمایا۔ یہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جس کو اس نے اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ میں نے اُسے دو تختیوں سے جمع فرمایا۔

لوگوں نے یہ سن کر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترنے والا قرآن تو یہ ہمارے پاس ہے۔ اور اس صحیفہ میں موجود ہے۔ ہمیں تمہارے جمع کردہ قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ سنا۔ تو فرمایا۔ خدا کی قسم! اس دن کے بعد ہمیشہ کے لیے تم اس قرآن کو نہ دیکھ سکو گے۔ جو میرے پاس ہے۔ مجھ پر یہ لازم تھا کہ جمع کرنے کے بعد تم کو اس کی اطلاع کرتا۔ تاکہ تم اُسے پڑھتے۔ دسو میں نے اطلاع کر دی۔

اصلی قرآن حضرت علی المرتضیٰ نے سات دن میں جمع کیا۔ (امام باقر)

حوالہ نمبر ۲:

روضہ کافی: خُطْبَةٌ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَهِیَ خُطْبَةُ
الْوَسِیْلَةِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ
ابْنِ عَکَایَةَ التَّمِیْمِیِّ عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ النَّضْرِ الْفِهْرِیِّ عَنْ
اَبِیْ عَمْرٍو الْاَوْزَاعِیِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ عَنْ جَابِرِ
ابْنِ یَزِیْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ جَعْفَرٍ فَقُلْتُ یَا ابْنَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ اَرْمَضَنِیْ اِخْتِلَافُ الشِّیْعَةِ فِیْ
مَذَاهِبِهَا فَقَالَ یَا جَابِرُ اَلَمْ اَقِفْكَ عَلٰی مَعْنٰی
اِخْتِلَافِهِمْ مِنْ اَیْنَ اخْتَلَفُوْا وَمِنْ اَیِّ جِهَةٍ
تَفَرَّقُوْا قُلْتُ بَلٰی یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ فَلَا
تَخْتَلِفْ اِذَا اخْتَلَفُوْا یَا جَابِرُ اِنَّ الْجَاحِدَ
لِصَاحِبِ الزَّمَانِ کَالْجَاحِدِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ فِیْ اَیَّامِهٖ یَا جَابِرُ اِسْمَعْ وَعِ قُلْتُ
اِذَا شِئْتَ قَالَ اِسْمَعْ وَعِ وَبَلِّغْ حَیْثُ انْتَهَتْ
بِكَ رَاحِلَتُكَ اِنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ
خَطَبَ النَّاسَ بِالْمَدِیْنَةِ بَعْدَ سَبْعَةِ اَیَّامٍ مِّنْ

وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ ذٰلِكَ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ وَتَالِيْفِهٖ ......

فَاِنَّ الذِّكْرَ الَّذِىْ عَنْهُ ضَلَّ وَ السَّبِيْلَ الَّذِىْ عَنْهُ مَالَ وَالْاِيْمَانَ الَّذِىْ بِهٖ كَفَرَ وَالْقُرْاٰنَ الَّذِىْ اِيَّاهُ هَجَرَ وَالدِّيْنَ الَّذِىْ بِهٖ كَذَّبَ۔

(۱۔ کتاب الروضہ من الکافی جلد ۸ ص ۱۸ / خطبۃ الوسیلہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ کتاب الروضہ من الکافی جلد ۲ ص ۹، ۱۲، ۱۴ / طبع قدیم)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبۂ وسیلہ۔

جابر بن یزید کہتا ہے۔ کہ میں نے ایک دفعہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزاری۔ اے رسول اللہ کے لخت جگر! شیعہ مذہب کے باہمی اختلاف نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ فرمایا۔ اے جابر! کیا میں تجھے یہ نہ بتلادوں۔ کہ ان کے اختلاف کی اصل وجہ کیا ہے یہ کیوں ہوا۔ اور کس وجہ سے یہ مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں ضرور مطلع فرمائیں۔ فرمایا۔ جابر! جب وہ اختلاف کریں۔ تو ایسا نہ کرنا۔ بے شک صاحب زمان کا منکر ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ کے دور اقدس میں خود حضور کا منکر۔ اے جابر! سن اور یاد رکھو۔ میں نے عرض کی۔ اگر یہ بات ہے۔ تو میں ضرور سنوں گا

بھی اور یاد بھی رکھوں گا۔ فرمایا۔ اچھا پھر سنو اور یاد رکھنا۔ اور جہاں تک پہنچ سکو اس کو اور لوگوں تک پہنچا بھی دینا۔

"حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتویں دن عوام سے خطاب فرمایا اور یہ خطاب اُس وقت کیا گیا۔ جب آپ قرآن کریم کے جمع کرنے اور اس کو اکٹھا کرنے سے فارغ ہوئے تھے .... (یہ جمع شدہ قرآن جب حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت عمر بن الخطاب کو پہنچایا۔ تو انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو اس وقت حضرت علی نے فرمایا) بے شک ذکر وہی تھا جس سے وہ (عمر) گمراہ ہو گیا۔ اور راستہ وہی تھا کہ جس سے وہ پھر گیا۔ اور ایمان وہی تھا کہ جس سے اس نے انکار کر دیا۔ اور قرآن وہی تھا کہ جس کو اُس نے قبول نہ کیا۔ اور دین وہی تھا جس کی اس نے تکذیب کی"

نوٹ:

حوالہ نمبر ۱۲ کو ہم نے صرف اس بنا پر ذکر کیا ہے۔ تاکہ قارئین کرام اجمالی طور پر اس بات کو جان لیں۔ کہ اہل تشیع کے عقائد کے مطابق موجود قرآن "اصلی قرآن" نہیں بلکہ اصلی قرآن وہ تھا کہ جس کو حضرت علی المرتضیٰ نے سات دن میں جمع کیا تھا۔ پھر جب لوگوں نے موجود قرآن دیکھا۔ اور ائمہ سے کچھ اور سنا۔ تو عجیب کشمکش سے دوچار ہو گئے۔ ان کی تسلی و تشفی کی خاطر ائمہ اہل بیت نے اس حقیقت سے پردہ اٹھا دیا۔ اب اس کی تفصیل بھی ان ہی کی کتابوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

اصلی قرآن، حضرت علی المرتضیٰ نے گم کر دیا تھا جس کو امام مہدی قیامت کے قریب بوقتِ ظہور اپنے ساتھ لائیں گے۔

(نعمت اللہ جزائری)

حوالہ نمبر ۲:

انوارِ نعمانیہ: اَلْخَامِسُ اَنَّهٗ قَدْ اِسْتَفَاضَ فِی الْاَخْبَارِ اَنَّ الْقُرْاٰنَ كَمَا اُنْزِلَ لَمْ يُؤَلِّفْهُ اِلَّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِوَصِيَّةٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَبَقِيَ بَعْدَ مَوْتِهٖ سِتَّةَ اَشْهُرٍ مُشْتَغِلًا بِجَمْعِهٖ فَلَمَّا جَمَعَهٗ كَمَا اُنْزِلَ اَتٰى بِهٖ اِلَى الْمُتَخَلِّفِيْنَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَقَالَ لَهُمْ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ كَمَا اُنْزِلَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا حَاجَةَ بِنَا اِلَيْكَ وَلَا اِلٰى قُرْاٰنِكَ عِنْدَنَا قُرْاٰنٌ كَتَبَهٗ عُثْمَانُ فَقَالَ لَهُمْ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَنْ تَرَوْهُ بَعْدَ

هٰذَا الْيَوْمِ وَلَا يَرَاهُ اَحَدٌ حَتّٰى يَظْهَرَ وَلَدِى
الْمَهْدِىُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِىْ ذٰلِكَ الْقُرْاٰنِ
زِيَادَةٌ كَثِيْرَةٌ وَهُوَ خَالٍ مِنَ التَّحْرِيْفِ وَذٰلِكَ
اَنَّ عُثْمَانَ قَدْ كَانَ مِنْ كُتَّابِ الْوَحْىِ لِمَصْلِحَةٍ
رَاٰهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَهِىَ اَنْ لَّا يُكَذِّبُوْهُ
فِىْ اَمْرِ الْقُرْاٰنِ بِاَنْ يَقُوْلُوْا اِنَّهٗ مُفْتَرًى اَوْ اِنَّهٗ
لَمْ يَنْزِلْ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ كَمَا قَالَ اَسْلَافُهُمْ
بَلْ قَالُوْا هُمْ اَيْضًا وَكَذٰلِكَ جَعَلَ مُعَاوِيَةَ
مِنَ الْكُتَّابِ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِسِتَّةِ اَشْهُرٍ لِمِثْلِ
هٰذِهِ الْمَصْلِحَةِ اَيْضًا وَعُثْمَانُ وَاَضْرَابُهٗ
مَا كَانُوْا يَحْضُرُوْنَ اِلَّا فِى الْمَسْجِدِ مَعَ جَمَاعَةِ
النَّاسِ فَمَا يَكْتُبُوْنَ اِلَّا مَا نَزَلَ بِهٖ جِبْرَئِيْلُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْنَ الْمَلَاءِ اَمَّا الَّذِىْ كَانَ يَاْتِىْ
بِهٖ دَاخِلَ بَيْتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَلَمْ
يَكُنْ يَكْتُبُهٗ اِلَّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لِاَنَّ لَهُ الْمَحْرَمِيَّةَ دُخُوْلًا وَخُرُوْجًا فَكَانَ
يَتَفَرَّدُ بِكِتَابَتِ مِثْلِ هٰذَا وَهٰذَا الْقُرْاٰنُ
الْمَوْجُوْدُ الْاٰنَ فِىْ اَيْدِى النَّاسِ هُوَ خَطُّ
عُثْمَانَ وَسَمُّوْهُ الْاِمَامَ وَاَحْرَقُوْا مَا سِوَاهُ
اَوْ اَخْفَوْهُ وَبَعَثُوْا بِهٖ زَمَنَ تَخَلُّفِهٖ اِلَى الْاَقْطَارِ
وَالْاَمْصَارِ وَمِنْ ثَمَّ تَرٰى قَوَاعِدَ خَطِّهٖ

تَخَالَفَ قَوَاعِدَ الْعَرَبِيَّةِ مِثْلَ كِتَابَةِ الْاَلِفِ بَعْدَ وَاوِ الْمُفْرَدِ وَعَدَمِهَا بَعْدَ وَاوِ الْجَمْعِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَسَمُّوْهُ بِرَسْمِ الْخَطِّ الْقُرْاٰنِيِّ وَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهُ مِنْ عَدَمِ اِطِّلَاعِ عُثْمَانَ عَلٰى قَوَاعِدِ الْعَرَبِيَّةِ وَالْخَطِّ۔

(۱۔انوار نعمانیہ تالیف نعمت اللہ الجزائری
جلد دوم ص ۳۶۰-۳۶۱ نور فی الصلوٰۃ
مطبوعہ تبریز طبع جدید)
(۲۔انوار نعمانیہ طبع قدیم قلمی ص ۲۲۷
مطبوعہ ایران)

ترجمہ:

تحریف قرآن کی پانچویں دلیل مشہور و مستفیض احادیث سے ثابت ہے۔ کہ قرآن کریم جس طرح نازل کیا گیا۔ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق صرف اور صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد متواتر چھ ماہ تک حضرت علی قرآن کریم کے جمع کرنے میں مصروف رہے۔ جب جمع کر چکے۔ جس طرح کہ اترا تھا۔ تو اس جمع شدہ صحیفہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زبردستی مسند خلافت پر متمکن ہونے والوں کے پاس لائے۔ اور فرمایا یہ ہے وہ کتاب اللہ کہ جس کو اللہ نے اتارا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے کہا۔ نہ ہمیں تمہاری کوئی ضرورت ہے

اور نہ ہی تمہارے جمع کردہ قرآن کے ہم محتاج ہیں۔ ہمارے پاس حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کا لکھا ہوا صحیفہ موجود ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد فرمایا۔ اچھا! آج کے بعد ہمیشہ کے لیے تم اس قرآن کو دیکھنے سے محروم رہو گے۔ اور میرے بیٹے مہدی کے ظہور سے پہلے کسی ایک کو بھی اس کا دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن میں بہت سی زیادہ باتیں تھیں۔ اور وہ تحریف سے بالکل خالی تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ

"حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مصلحت کے تحت کاتبانِ وحی میں شامل کیا تھا۔ اور وہ یہ تھی۔ کہ کہیں یہ بھی اپنے بڑوں کی طرح یوں نہ کہتا پھرے۔ کہ قرآن من گھڑت کتاب ہے۔ اور جبرئیل امین اسے لے کر نہیں آئے۔ بلکہ انہوں نے تو ایسا کہہ بھی دیا تھا۔ اسی طرح حضرت معاویہ کو بھی اسی مصلحت کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے صرف چھ ماہ قبل کتابتِ وحی کے لیے مقرر کیا تھا۔ عثمان اور ان جیسے دوسرے کاتبانِ وحی تو اور لوگوں کے ساتھ صرف مسجد میں ہی حاضر ہوا کرتے تھے۔ تو وہ وہی وحی لکھتے۔ جو جبرئیل علیہ السلام عام لوگوں میں لے کر آتے تھے۔ لیکن وہ وحی جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں آتی۔ تو اسے لکھنا صرف امیر المومنین کا کام تھا کیونکہ آپ ہی وہاں آنے جانے کے مجاز تھے۔ تو اس قسم کی وحی کی کتابت میں آپ کے ساتھ کوئی دوسرا کاتب شریک نہ تھا"

لوگوں کے پاس اب جو قرآن موجود ہے۔ وہ عثمان کا تحریر کردہ ہے۔ جنہیں لوگوں نے امام بنا لیا تھا۔ اور اس قرآن کے علاوہ جو

صحیفہ جات تھے۔ لوگوں نے یا تو انہیں جلادیا تھا۔ یا کہیں چھپادیا تھا۔ اور عثمان کے جمع کردہ قرآن کے متعدد نسخے حضرت عثمان کے دور خلافت میں مختلف ممالک اور اطراف میں روانہ کر دیئے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عثمان کے ہاتھوں کا لکھا قرآن مسلمہ قواعد عربیہ کے بالکل خلاف ہے۔ مثلاً مفرد کی واؤ کے بعد الف لکھنا اور جمع کی واؤ کے بعد الف کا نہ لکھنا وغیرہ۔ اس غلط رسم الخط کو "رسم الخط القرآنی"، کا نام دے کر مقدس کر دیا گیا۔ لوگوں کو یہ نہ پتہ چلا۔ کہ کتابت کی یہ غلطیاں دراصل اس بنا پر ہوئیں۔ کہ عثمان نہ تو قواعد عربیہ پر مطلع تھے۔ اور نہ ہی انہیں لکھنا آتا تھا۔

مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ اصلی قرآن جو کہ ترتیب نزولی پر مبنی تھا۔ وہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ہی جمع کیا تھا۔ جبکہ موجود قرآن اس ترتیب پر نہیں۔

۲۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جب ایک جگہ جمع کردہ قرآن مجید لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی ضرورت واہمیت سے انکار کر دیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ قرآن گم کر دیا۔ اور ایسا گم کیا۔ کہ امام مہدی کے ظہور سے قبل کسی کو دیکھنا قطعاً نصیب نہ ہوگا۔

۳۔ موجود قرآن میں تحریف کی گئی ہے۔ اس کے مقابلہ میں اصل قرآن تحریف سے پاک تھا۔ نیز اس میں کچھ زیادہ آیات بھی تھیں۔

۴۔ موجود قرآن دراصل ان آیات و سورتوں پر مشتمل ہے۔ جو عام لوگوں کی موجودگی میں مسجد میں نازل ہوئیں۔

لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دردولت اور کاشانۂ مقدسہ میں اترنے والی آیات صرف اس قرآن میں تھیں جو علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ یہ

قرآن (جو موجود ہے) اُن سے خالی ہے۔

۵۔ موجود قرآن میں قواعد عربیہ کی بہت سی کئی غلطیاں ہیں۔ کیونکہ اس کے جمع کرنے والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان قواعد اور تحریر سے نابلد تھے (معاذ اللہ)

نوٹ:

یہ حقیقت ہے۔ کہ تحریف اور تنقیص قرآن کریم کے بارے میں اہل تشیع کی کتب میں جو روایات درج ہیں۔ اور پھر سینہ زوری کے ساتھ ان کی نسبت حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ اہل بیت کی طرف کی گئی ہے۔ وہ بالکل من گھڑت اور بے بنیاد ہیں۔ اس طرح ان لوگوں نے جہاں قرآن حکیم کی توہین کا ارتکاب کیا۔ وہیں ائمہ اہل بیت پر بھی جھوٹا الزام باندھا۔ ورنہ ان حضرات کی اگر اپنی رائے اور عقیدت کو معلوم کیا جائے۔ تو یہ سب لوگ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں جانتے ہیں اور اس بنا پر اس میں معمولی سی تبدیلی کو خارج از امکان سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان حضرات سے بکثرت ایسی روایات ثابت ہیں۔ جن میں انہوں نے بمعہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کی جمع قرآن پر تعریف کی ہے۔

قرآن کریم میں تحریف روایات متواترہ سے ثابت ہے

حوالہ نمبر ۴:

الوار النعمانیہ: اَلثَّالِثُ اَنَّ تَسْلِيْمَ تَوَاتُرِهَا عَنِ الْوَحْيِ الْاِلٰهِيِّ وَكَوْنَ الْكُلِّ قَدْ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ

الْاَمِیْنُ یُفْضِیْ اِلٰی طَرْحِ الْاَخْبَارِ الْمُسْتَفِیْضَۃِ بَلِ الْمُتَوَاتِرَۃِ الدَّالَّۃِ بِصَرِیْحِھَا عَلٰی وُقُوْعِ التَّحْرِیْفِ فِی الْقُرْاٰنِ کَلَامًا وَّمَادَّۃً وَّاِعْرَابًا۔

(۱۔ انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵۷
تذکرہ نور فی الصلوٰۃ
طبع جدید مطبوعہ تبریز)
(۲۔ انوار نعمانیہ طبع قدیم ص ۲۲۷
دستی۔)

ترجمہ:

موجود قرآن کے محرف ہونے کی تیسری دلیل۔ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے۔ کہ موجود قرآن بذریعہ تواتر ثابت ہے کہ یہ وحی الٰہی ہے۔ اور اس کا مکمل طور پر جبرئیل امین کے ذریعہ نازل ہونا تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر وہ اخبار مستفیضہ بلکہ متواترہ تو ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہوں گی۔ جن میں یہ موجود ہے۔ کہ یہ قرآن الفاظ مادہ اور اعراب کی اغلاط سے بھرا پڑا ہے۔

بقول شیعہ حضرت علی المرتضیٰ نے ایک سائل کے جواب میں تحریف قرآن کی واضح نشاندہی کی

حوالہ نمبر ۵:

احتجاج طبرسی:

سوال:۔

ایک بے دین زندیق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھ بیٹھا کہ اے علی! مجھے ذرا یہ سمجھاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے عیوب و نقائص اور ان پر ملامت اور تادیب کو تو قرآن کریم میں صاف صاف الفاظ میں ذکر کر دیا لیکن وہ لوگ جو ان حضرات سے کہیں زیادہ جرم و قصور کے حامل تھے۔ نہ ان کے نام صراحۃً ذکر کیے اور نہ ہی ان کی ملامت اور تادیب واضح طور پر کی گئی۔ بلکہ یہاں کنایہ و اشارہ سے کام لیا گیا؟

جواب: اَنَّ الْكِنَايَةَ عَنْ اَسْمَآءِ اَصْحَابِ الْجَرَائِرِ الْعَظِيْمَةِ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ لَيْسَتْ مِنْ فِعْلِهٖ تَعَالٰى وَ اِنَّمَا مِنْ فِعْلِ الْمُغَيِّرِيْنَ وَالْمُبَدِّلِيْنَ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ وَ اعْتَاضُوْا

الدُّنْيَا مِنَ الدِّيْنِ وَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ تَعَالٰى
قِصَصَ الْمُغَيِّرِيْنَ بِقَوْلِهٖ اَلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ
الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ
اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَبِقَوْلِهٖ وَاِنَّ
مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَلْوُوْنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ وَ
بِقَوْلِهٖ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ بَعْدَ
فَقْدِ الرَّسُوْلِ مِمَّا يُقِيْمُوْنَ بِهٖ اَوَدَ بَاطِلِهِمْ
حَسَبَ مَا فَعَلَتْهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى بَعْدَ فَقْدِ
مُوْسٰى وَعِيْسٰى مِنْ تَغْيِيْرِ التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ
وَتَحْرِيْفِ الْكَلِمِ عَنْ مَوَاضِعِهٖ وَبِقَوْلِهٖ يُرِيْدُوْنَ
لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا
اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ يَعْنِيْ اَنَّهُمْ
اَثْبَتُوْا فِي الْكِتَابِ مَا لَمْ يَقُلْهُ اللّٰهُ لِيَلْبِسُوْا
عَلَى الْخَلِيْقَةِ فَاَعْمَى اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ حَتّٰى تَرَكُوْا
فِيْهِ مَا دَلَّ عَلٰى مَا اَحْدَثُوْا فِيْهِ وَبَيَّنَ عَنْ
اِفْكِهِمْ وَتَلْبِيْسِهِمْ وَكِتْمَانِ مَا عَمِلُوْا مِنْهُ
وَلِذٰلِكَ قَالَ لَهُمْ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
وَضَرَبَ مَثَلَهُمْ بِقَوْلِهٖ فَاَمَّا الزَّبَدُ
فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ
فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ فَالزَّبَدُ فِيْ هٰذَا
الْمَوْضِعِ كَلَامُ الْمُلْحِدِيْنَ الَّذِيْنَ اَثْبَتُوْهُ

فِی الْقُرْاٰنِ فَهُوَ يَضْمَحِلُّ وَيَبْطُلُ وَيَتَلَاشٰى عِنْدَ التَّحْصِيْلِ وَالَّذِیْ يَنْفَعُ النَّاسَ مِنْهُ فَالتَّنْزِيْلُ الْحَقِيْقِيُّ الَّذِیْ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ وَالْقُلُوْبُ تَقْبَلُهٗ وَالْاَرْضُ فِیْ هٰذَا الْمَوْضِعِ فَهِیَ مَحَلُّ الْعِلْمِ وَقَرَارُهٗ وَلَيْسَ يَسُوْغُ مَعَ عُمُوْمِ التَّقِيَّةِ التَّصْرِيْحُ بِاَسْمَاءِ الْمُبَدِّلِيْنَ وَلَا الزِّيَادَةُ فِیْ اٰيَاتِهٖ عَلٰى مَا اَثْبَتُوْهُ مِنْ تِلْقَائِهِمْ فِی الْكِتَابِ

(احتجاج طبرسی جلد اول ص ۲۴۰ تا ۲۸۱
احتجاج امیر المومنین علیہ السلام
علی زندیق فی آی تشابہہ مطبوعہ
نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

منافقین میں بڑے بڑے جرائم پیشہ لوگوں کا تذکرہ بطور کنایہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ان لوگوں کا کام ہے۔ جنہوں نے قرآن میں تغیر و تبدل سے کام لیا۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور دین کے عوض دنیا مول لی۔ اللہ تعالیٰ نے تغیر و تبدل کرنے والوں کا مختلف آیات میں ذکر کیا۔ ایک جگہ فرمایا۔ "وہ لوگ کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تاکہ اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کریں،، (سورۃ بقرہ ۷۹) ایک اور جگہ فرمایا۔ "اور ان میں سے ایک گروہ یقیناً ایسا ہے کہ وہ (تلاوت کتاب میں)

اپنی زبان کو موڑتا ہے،، (آل عمران ع ۸) اور فرمایا۔ "جب راتوں کو ان باتوں کا مشورہ کرتے ہیں۔ جو خدا کو ناپسند ہیں،، (نساء ع ۱۶) ترجمہ شیعہ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد وہ ایسی باتوں کا چوری چھپے مشورہ کریں گے۔ جس سے وہ یہ کوشش کریں گے۔ کہ ان کی گراہکن باتیں ڈھکی چھپی رہیں۔ اور باطل آمیز باتیں قائم رہیں۔ یہ اسی طرح کی کوشش ہے۔ جیسی کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بعد تورات اور انجیل میں توڑ پھوڑ کی تھی۔ اور ان کتابوں میں درج شدہ کلمات میں رد و بدل کر دیا تھا۔

"وہ تو یہ چاہتے ہیں۔ کہ نور خدا کو اپنے منہ سے (پھونک مار مار کر) بجھا دیں۔ اور اللہ کو اور کچھ منظور نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ اپنے نور کو پورا کرے،، (ترجمہ شیعہ)

یعنی انہوں نے قرآن کریم میں وہ باتیں شامل کر دیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی فرمائی ہوئی نہ تھیں۔ یہ اس لیے تاکہ مخلوق خدا کو دھوکہ دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایسا اندھا کر دیا۔ کہ انہوں نے قرآن میں ایسی باتیں رہنے دیں۔ جن سے اس بات کا صاف صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ ان لوگوں نے قرآن میں بعض نئی باتیں پیدا کیں۔ اور کچھ مقامات پر ہیرا پھیری کی۔ اور قرآن میں اللہ نے بھی تبلا دیا۔ کہ ان لوگوں نے کیا کیا بہتان تراشے۔ کیا کیا مکر و فریب کیا اور اپنے اعمال کو چھپانے کے لیے کیا کچھ نہ کیا؟ اسی لیے تو اللہ رب العزت نے انہیں کہا: "حق کو باطل کے لباس میں کیوں ظاہر کرتے ہو۔،، مزید ان کی مثال ایک اور آیت میں یوں بیان فرمائی۔ "پس جھاگ تو بے کار ہو جاتا ہے

اور رہا وہ جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے وہ زمین میں رہ جاتا ہے،، اس آیت میں جھاگ سے مراد بے دین لوگوں کا وہ کلام ہے۔ جو انہوں نے قرآن پاک میں شامل کر دیا۔ یہی وہ کلام ہے۔ کہ جب تحقیق اور تدقیق کے میدان میں اسے لا کھڑا کیا جائے۔ تو لاشئی محض اور باطل ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں جو کلام لوگوں کو نفع دیتا ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں نازل فرمایا۔ یہ اسی کی شان ہے کہ باطل نہ اس کے سامنے کھڑا ہو سکتا ہے۔ اور نہ پیچھے سے اس کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتا ہے۔ اور لوگوں کے دل اسی کو قبول کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں زمین سے مراد محل علم اور اس کی قرارگاہ ہے۔ اور یہ کسی ت زیب نہیں دیتا۔ کہ تقیہ کے عام ہونے کی وجہ سے ان تحریف و تبدیل کرنے والوں کے نام وضاحت کے ساتھ لکھے جائیں۔ اور نہ ہی یہ مناسب ہے۔ کہ ان زیادتیوں کی پوری پوری نشاندہی کی جائے جو ان لوگوں نے قرآن کریم میں داخل کر دیں۔

مندرجہ بالا حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ بڑے بڑے منافق مجرموں کے ناموں کی قرآن میں تصریح نہ ہوتا ایسا اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا۔ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نام اتارے تھے۔) لیکن اس صراحت میں تغیر و تبدل کیا گیا۔ اور یہ فعل ان لوگوں کا ہے۔ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ اور دین کو دنیا کے عوض بیچا۔

۲۔ عوام کو دھوکہ دینے کی خاطر انہی لوگوں نے قرآن پاک میں ایسی باتیں درج کر دیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے نہ اتاری تھیں۔

۳۔ ان دھوکہ بازوں کے دھوکہ سے عوام کو مطلع کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل و دماغ کو ایسا اندھا کر دیا۔ کہ دوران تحریف ایسی باتیں درج کر گئے جو ان کی زیادتی کی نشاندہی کرتی ہیں۔

۴۔ ہم اگرچہ ان زیادتی کے مرتکب افراد کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور ان کی قرآن کریم میں زیادتیاں بھی ہم پر منکشف ہیں لیکن تقیہ کے عام ہونے کی وجہ سے ان سے پردہ اٹھاتا۔ (یعنی ان کے صراحتاً نام بتلانا اور ان آیات کی نشاندہی کرنا) جائز نہیں۔

بقول شیعہ فی الیتامیٰ اور فانکحوا ما طاب لکم کے درمیان ایک تہائی قرآن نکال دیا گیا ہے۔

(حضرت علی)

حوالہ نمبر ۶ احتجاج طبرسی:

سوال

ایک بے دین نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔

فان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ الایۃ سے مسلمانو! اگر تمہیں یہ خطرہ لاحق

ہو۔ کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے۔ تو پھر اپنی پسند کی عورتوں سے شادی کر لو۔ اس آیت کریمہ میں یتیموں کے ساتھ انصاف کرنے اور عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے دو باتوں کا ذکر ہے۔ جن کا باہم کوئی ربط نظر نہیں آتا۔ کیونکہ تمام عورتیں یتیم نہیں ہوتیں۔ لہٰذا اس بے ربطی کی وجہ بیان فرمائی جائے۔

جواب: وَاَمَّا ظُهُوْرُكَ عَلٰى تَنَاكُرِ قَوْلِهٖ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ" وَلَيْسَ يُشْبِهُ الْقِسْطُ فِي الْيَتَامٰى نِكَاحَ النِّسَآءِ وَلَا كُلُّ النِّسَآءِ اَيْتَامٌ فَهُوَ مِمَّا قَدَّمْتُ ذِكْرَهٗ مِنْ اِسْقَاطِ الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَبَيْنَ الْقَوْلِ فِي الْيَتَامٰى وَبَيْنَ نِكَاحِ النِّسَآءِ مِنَ الْخِطَابِ وَالْقِصَصِ اَكْثَرُ مِنْ ثُلُثِ الْقُرْاٰنِ وَهٰذَا مَا اَشْبَهَهٗ مِمَّا ظَهَرَتْ حَوَادِثُ الْمُنَافِقِيْنَ فِيْهِ لِاَهْلِ النَّظْرِ وَالتَّاَمُّلِ وَوَجَدَ الْمُعَطِّلُوْنَ وَاَهْلُ الْمِلَلِ الْمُخَالِفَةِ لِلْاِسْلَامِ مَسَاغًا اِلَى الْقَدْحِ فِي الْقُرْاٰنِ وَلَوْ شَرَحْتُ لَكَ كُلَّ مَا اُسْقِطَ وَحُرِّفَ وَبُدِّلَ مِمَّا يَجْرِيْ هٰذَا الْمَجْرٰى لَطَالَ وَظَهَرَ مَا تَحْظُرُ التَّقِيَّةُ اِظْهَارَهٗ مِنْ مَنَاقِبِ الْاَوْلِيَآءِ وَمَثَالِبِ الْاَعْدَآءِ۔

(احتجاج طبرسی جلد اول ص ۳۷۷
احتجاج امیر المومنین علیہ السلام علی
زندیق فی آی متشابہتہ مطبوعہ نجف
اشرف طبع جدید)

ترجمہ:-

فَاِنْ خِفْتُمْ الخ کے متعلق تجھے اس بات کی اطلاع جو ہو چکی کہ یہ خلافِ فصاحت ہے۔ تو اس کی وجہ وہی ہے۔ جو اس سے قبل میں نے بیان کر دی۔ وہ یہ کہ منافقین نے قرآن پاک میں بہت سی آیات و سورتیں نکال ڈالی ہیں۔ فی الیتامٰی اور فانکحوا کے درمیان ایک تہائی قرآن کے برابر قصہ جات اور خطابات تھے۔ جو ان منافقین نے نکال ڈالے۔ اسی طرح اس کی ہم مثل بہت سے مقامات ہیں۔ جن میں غور و فکر کرنے والوں کو منافقین کی اس شرارت کا بخوبی علم ہو جاتا ہے۔ اور انہی کی حرکت کی بنا پر فرقہ معطلہ اور مخالفِ اسلام مذاہب کے ماننے والے قرآن کریم میں اعتراض کی گنجائش پاتے ہیں۔ اور اگر میں تجھے وہ تمام آیات و خطابات بتا دوں۔ جن کو قرآن سے نکال دیا گیا۔ اور تحریف شدہ جگہوں کی نشاندہی کر دوں۔ اور تبدیل شدہ مقامات بیان کر دوں۔ تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ دوستوں کی اچھائیاں اور دشمنوں کی برائیاں بالکل ظاہر ہو جائیں گی۔ لیکن ان تمام باتوں کے اظہار سے تقیہ آڑے آتا ہے۔

اس حوالہ کی عبارت سے ثابت ہوا کہ

۱۔ منافقین (جو اہل تشیع کے نزدیک صحابہ کرام ہیں۔ معاذ اللہ) نے قرآن پاک میں سے بہت کچھ نکال دیا ہے۔

۲۔ فی الیتامٰی اور فانکحوا کے درمیان میں سے تقریباً تیسرے حصے قرآن کے برابر اڑا دیا گیا۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے۔ کہ اگر میں ان تمام تحریف و تبدیل شدہ باتوں کی نشاندہی کرنا چاہوں۔ تو ان کے لیے دفتر درکار ہے۔

۴۔ ان تحریف شدہ باتوں میں دشمنانِ اہل بیت کی مذمت اور محبانِ اہل بیت کی مدح سرائی تھی۔

۵۔ اگر تقیہ آڑے نہ آتا۔ تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ان سب کو بیان کر دیتے۔

بقول شیعہ موجود قرآن میں منافقین نے کفر کے ستون کھڑے کر دیئے۔ (حضرت علی)

سوال:

وہ زندیق، حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے پوچھتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیائے کرام

سے بڑھ کر ذکر فرمائی۔ لیکن بہت سے ایسے مقامات بھی ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تنقیص بھی ذکر کی۔ تو ان دونوں باتوں کا باہم تضاد ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

احتجاج طبرسی :۔

حوالہ نمبر ۷ :۔

جواب :۔ وَاَمَّا مَاذَكَرْتَهُ مِنَ الْخِطَابِ الدَّالِ عَلٰى تَهْجِيْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَالْاِزْرَاءِ بِهٖ وَالتَّانِيْبِ لَهٗ مَعَ مَا اَظْهَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهٖ مِنْ تَفْضِيْلِهٖ اِيَّاهُ عَلٰى سَائِرِ اَنْبِيَائِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ كَمَا قَالَ فِيْ كِتَابِهٖ وَبِحَسْبِ جَلَالَةِ مَنْزِلَةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ عِنْدَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ عَظُمَ مِحْنَتُهٗ لِعَدُوِّهِ الَّذِيْ عَادَ مِنْهُ فِيْ شِقَاقِهٖ وَنِفَاقِهٖ كُلَّ اَذًى وَّمَشَقَّةٍ لِدَفْعِ نُبُوَّتِهٖ وَتَكْذِيْبِهٖ اِيَّاهُ وَسَعْيِهٖ فِيْ مَكَارِهِهٖ وَقَصْدِهٖ لِنَقْضِ كُلِّ مَا اَبْرَمَهُ وَاجْتِهَادِهٖ وَمَنْ مَالَاهُ عَلٰى كُفْرِهٖ وَعِنَادِهٖ وَنِفَاقِهٖ وَاِلْحَادِهٖ فِيْ اِبْطَالِ دَعْوَاهُ وَتَغْيِيْرِ مِلَّتِهٖ وَمُخَالَفَةِ سُنَّتِهٖ وَلَمْ يَرَ شَيْئًا اَبْلَغَ فِيْ تَمَامِ

كَيْدِهٖ مِنْ تَنْفِيرِهِمْ عَنْ مُوَالَاةِ وَصِيِّهٖ
وَإِيحَاشِهِمْ مِنْهُ وَصَدِّهِمْ عَنْهُ
وَإِغْرَائِهِمْ بِعَدَاوَتِهٖ وَالْقَصْدِ لِتَغْيِيرِ
الْكِتَابِ الَّذِي جَاءَ بِهٖ وَإِسْقَاطِ مَا فِيهِ
مِنْ فَضْلِ ذَوِي الْفَضْلِ وَكُفْرِ ذَوِي الْكُفْرِ
مِنْهُ وَمِمَّنْ وَافَقَهُ عَلٰى ظُلْمِهٖ وَبَغْيِهٖ
وَشِرْكِهٖ وَلَقَدْ عَلِمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَقَالَ
"إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ
عَلَيْنَا" وَقَالَ "يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ
اللّٰهِ" وَلَقَدْ أَحْضَرُوا الْكِتَابَ كَمَلًا
مُشْتَمِلًا عَلَى التَّاوِيلِ وَالتَّنْزِيلِ وَالْمُحْكَمِ
وَالْمُتَشَابِهِ وَالنَّاسِخِ وَالْمَنْسُوخِ لَمْ يَسْقُطْ
مِنْهُ حَرْفُ أَلِفٍ وَلَا لَامٍ فَلَمَّا وَقَفُوا عَلٰى مَا
بَيَّنَهُ اللّٰهُ مِنْ أَسْمَاءِ أَهْلِ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ
وَإِنَّ ذٰلِكَ إِنْ أُظْهِرَ نَقَضَ مَا عَهِدُوهُ قَالُوا
لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ نَحْنُ مُسْتَغْنُونَ عَنْهُ
بِمَا عِنْدَنَا وَكَذٰلِكَ قَالَ "فَنَبَذُوهُ
وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا
قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ" دَفَعَهُمْ
الْاِضْطِرَارُ بِوُرُودِ الْمَسَائِلِ عَلَيْهِمْ
عَمَّا لَا يَعْلَمُونَ تَاوِيلَهُ إِلَى جَمْعِهٖ وَ

تَأْلِيفِهِ وَتَضْمِينِهِ مِنْ تِلْقَائِهِمْ مَا
يُقِيمُونَ بِهِ دَعَائِمَ كُفْرِهِمْ فَصَرَّخَ
مُنَادِيهِمْ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ
فَلْيَأْتِنَا بِهِ وَوَكَّلُوا تَأْلِيفَهُ وَنَظْمَهُ
إِلَى بَعْضِ مَنْ وَافَقَهُمْ عَلَى مُعَادَاتِ أَوْلِيَاءِ
اللهِ فَأَلَّفَهُ عَلَى اخْتِيَارِهِمْ وَمَا يَدُلُّ
لِلْمُتَأَمِّلِ لَهُ عَلَى اخْتِلَالِ تَمْيِيزِهِمْ وَ
افْتِرَائِهِمْ وَتَرَكُوا مِنْهُ مَا قَدَّرُوا
أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ وَزَادُوا
فِيهِ مَا ظَهَرَ تَنَاكُرُهُ وَتَنَافُرُهُ
وَعَلِمَ اللهُ أَنَّ ذٰلِكَ يُظْهِرُ وَيُبَيِّنُ
فَقَالَ " ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ
الْعِلْمِ وَانْكَشَفَ لِأَهْلِ الْاِسْتِبْصَارِ
عَوَارُهُمْ وَافْتِرَاءُهُمْ وَ
الَّذِي بَدَا فِي الْكِتَابِ
مِنَ الْإِزْرَاءِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ فِرْيَةِ
الْمُلْحِدِينَ وَبِذٰلِكَ قَالَ
" وَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ
وَزُورًا "

(احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۳۹۲-۳۸۲

احتجاج امیر المومنین علی زندیق الخ

مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید۔)

ترجمہ:

وہ جو تو نے ذکر کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے ایسا خطاب کیا ہے۔ جو آپ کی برائی اور سرزنش پر دلالت کرتا ہے۔ باوجودیکہ آپ کی فضیلت تمام نبیوں پر ظاہر کر دی ہے۔ سو اللہ عزوجل نے مشرکین میں سے ہر نبی کا دشمن بنا دیا ہے۔ جیسا کہ اپنی کتاب میں فرمایا۔ اور جس قدر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بڑا ہے اسی قدر آپ کو اپنے دشمن سے ابتلاء بھی زیادہ ہوا۔ جس کی دشمنی اور نفاق کے سبب آپ کو ہر طرح کی اذیت اور تکلیف پہنچی۔ کیونکہ اس نے آپ کی نبوت سے انکار کر دیا۔ اور آپ کو جھٹلایا۔ اور آپ کو تکلیف دینے میں کوشش کی۔ اور جس چیز کو آپ نے استوار کیا۔ اس نے اس کو توڑنے کا قصد کیا۔ اور خود اس نے اور کفر و عناد و نفاق و الحاد میں اس کے مددگار نے جدوجہد کی۔ کہ آپ کے دعویٰ کو باطل کر دیں۔ اور آپ کے دین کو بدل ڈالیں۔ اور آپ کی سنت کی مخالفت کریں۔ اس دشمن نے اپنی تمام بدخواہی میں کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہ دیکھی۔ کہ لوگوں کو اس نبی کے وصی سے نفرت دلائے۔ اور اس سے وحشت پیدا کر دے۔ اور لوگوں کو اس سے روکے۔ اور ان کو اس کی عداوت پر برانگیختہ کرے۔ اور اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ اس کتاب کو

بدل دیں جو وہ لایا۔ اور اس میں سے وہ حصہ نکال ڈالیں جس میں اہل فضیلت کی فضیلت اور اہل کفر یعنی اس دشمن اور ظلم و بغاوت و شرک میں اس کے معاونوں کا کفر درج ہے۔ بے شک اللہ کو ان کی یہ روش معلوم ہے اسی واسطے فرمایا۔ "یقیناً وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں بے جا دخل دیا کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں،، وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کو بدل دیں،، حالانکہ ان کو ایسا کامل قرآن دکھا دیا گیا۔ جو تاویل تنزیل اور محکم و متشابہ اور ناسخ منسوخ پر مشتمل تھا۔ اور جس میں سے ایک الف یا لام تک ساقط نہ تھا۔ پس وہ اہل حق و اہل باطل کے ناموں سے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں بیان فرمائے تھے واقف ہوئے اور سمجھ گئے اگر یہ ظاہر ہو گیا تو ہمارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔ تب کہنے لگے کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہمارے پاس جو ہے اس کی موجودگی میں ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "پھر انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ اور کتاب خدا کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ لیا۔ تو کیا ہی بُری وہ قیمت ہے جو وہ لیتے ہیں۔

پھر وہ منافقین ایسے مسائل کے پیش آنے سے جن کی تاویل وہ نہ جانتے تھے۔ قرآن کے جمع کرنے اور اس میں اپنی طرف سے وہ باتیں بڑھانے پر مجبور ہو گئے۔ جن سے وہ اپنے کفر کے ستونوں کو قائم رکھ سکیں۔ چنانچہ ان کے منادی کرنے والے نے چلا کر کہا کہ جس کے پاس قرآن کا کوئی حصہ ہو وہ ہمارے پاس لے آئے۔ ان منافقوں نے قرآن کی جمع و ترتیب کا کام اس شخص کے سپرد کیا۔ جو دوستانِ خدا علیہم السلام کی دشمنی میں ان کا ہم خیال تھا۔ لہذا اس نے قرآن کو ان کی

مرضی کے موافق جمع کیا۔ جو بات کہ تامل کرنے والوں کو ان منافقوں کی تمیز کی خرابی اور ان کا افترار بتاتی ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے قرآن میں وہ باتیں رہنے دیں جو وہ سمجھے کہ ان کے حق میں ہیں۔ حالانکہ وہ ان کے خلاف ہیں۔ اور اس میں وہ عبارتیں بڑھا دیں۔ جن کا خلاف فصاحت اور قابل نفرت ہونا ظاہر ہے۔ اور اللہ نے جان لیا کہ یہ ظاہر و روشن ہو جائے گا اس لیے فرمایا۔ ذالك مبلغهم من العلم (یہ ان کے علم کی پہنچ ہے۔) اور اہل بصیرت پر ان کا عیب اور افترار منکشف ہو گیا۔ قرآن میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر ظاہر ہوتی ہے۔ وہ انہی ملحدوں کی الحاق کی ہوئی ہے۔ اسی واسطے اللہ نے فرمادیا اور یقیناً وہ کہتے ہیں بری اور جھوٹی بات،،

اس عبارت سے درج ذیل امور ثابت ہوتے

۱۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون حکمت ہے۔ کہ ہر نبی کا دشمن اس کے مقام و مرتبہ کے مطابق طاقتور بنایا۔ چونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسل سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ اس لیے ان کا دشمن (یعنی ابو بکر) بھی سب سے بڑا دشمن تھا۔ جس نے آپ کی تکلیف کا ہی سوچا اور آپ کی نبوت سے انکار کیا۔

۲۔ اس دشمن نے آپ کے دین کو بدلنے اور آپ کے دعوای کو باطل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کو اکسانے کی حتی المقدور کوشش کی۔ اور ان کی عداوت پر ابھارا۔

۳۔ اس نے بمعہ اپنے ساتھیوں کے قرآن پاک میں سے ان آیات کو نکال ڈالا۔ جن میں اہل بیت کے فضائل کا ذکر تھا۔ اور اس کے ساتھ وہ آیات بھی حذف کر دیں۔ جو ان کے ساتھیوں کے کفر و شرک کو ظاہر کرتی تھیں۔

۴۔ ان لوگوں کو جن آیات و مسائل کا علم نہ تھا۔ ان میں من مانی تبدیلی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور قرآن پاک کو جمع کرنے کی ذمہ داریاں اس شخص کے کندھوں پر ڈالی۔ جو اہل بیت کا پکا دشمن تھا۔

۵۔ جہاں جہاں قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر و تذلیل اور تادیب پائی جاتی ہے۔ وہ آیات اللہ کی نازل کردہ نہیں۔ بلکہ ان منافقین کی بنائی ہوئی ہیں۔ جنہیں انہوں نے قرآن میں داخل کر دیا۔

۶۔ قرآنی آیات کی تاویل نہ جاننے کی بنا پر ان شر پسندوں نے قرآن میں کفر کے ستون کھڑے کر دیئے۔

حاصل کلام:

حوالہ جات مذکورہ سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ اہل تشیع اس موجود قرآن کو کامل اور مکمل قرآن نہیں مانتے۔ بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اصلی اور کامل و مکمل قرآن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ لیکن یہ اصلی قرآن جب لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو حضرت عمر نے اس کی ضرورت سے انکار کر دیا۔ جس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غصہ میں آکر اس اصلی قرآن کو ایسا گم کر دیا۔ کہ امام مہدی کے ظہور تک کسی کو اس کی شکل دیکھنا بھی نصیب نہ ہو گی۔ امام مہدی جب آئیں گے۔ تو اصلی قرآن وہ لے کر آئیں گے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب ائمہ اہل تشیع نے یہ دیکھا۔ کہ اس طرح تو

امت بغیر قرآن کے صدیوں تک رہے گی۔ لہٰذا ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے کوئی بہانہ ہونا چاہیے۔ تو یہ کہا گیا کہ جب تک اصلی قرآن امام غائب لے کر نہیں آتے اس وقت تک موجود قرآن کے احکامات اور امر و نواہی پر ہی عمل کیا جائے گا بلکہ اس کی اس حد تک تائید کی گئی۔ کہ ایک شخص نے جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے اصلی قرآن پڑھا۔ تو آپ نے اس کو اس کی تلاوت کرنے سے سختی سے منع کر دیا اور حکم صادر فرمایا۔ کہ جس قرآن کو دوسرے عام لوگ پڑھتے ہیں! اسی کی تلاوت کی جائے اصلی قرآن امام مہدی لے کر آئیں گے۔

مقام غور:

حوالہ نمبر۳: میں انوارِ نعمانیہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

فَقَالَ لَهُمْ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَنْ تَرَوْهُ بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ وَلَا يَرَاهُ اَحَدٌ حَتّٰى يَظْهَرَ وَلَدِيْ الْمَهْدِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے عمر بن الخطاب و دیگر حاضرین کو کہا۔ آج کے بعد تم میں سے کوئی بھی اس قرآن کو ہرگز نہ دیکھ پائے گا۔ اور میرے لخت جگر امام مہدی کے ظہور سے قبل کسی ایک کو یہ اصلی قرآن دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تو اپنے جمع شدہ قرآن کو ایسا گم کر دیا تھا کہ ظہور مہدی سے قبل اس کو کوئی دیکھ نہ سکے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے۔ کہ وہ گم کردہ اصلی قرآن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دور کے ایک عام قاری کے ہاتھ

یہ کیسے لگ گیا؟

بہر حال بات یہ ہو رہی تھی کہ اصلی قرآن جب نہیں ہے۔ تو پھر تحریف شدہ اور نامکمل موجود قرآن کی ہی تلاوت کر لی جائے۔ اہل تشیع کے نزدیک یہ بات بالکل ظاہر و باہر ہے۔ جسے انہوں نے اپنے ائمہ کے حوالہ سے ثابت کیا ہے۔ کہ موجود قرآن محرف اور نامکمل ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان جوابات سے جو آپ نے ایک زندیق کو دیئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل قرآن میں ان منافقین کے نام تھے جو تحریف قرآن کے باعث بنے۔ انہوں نے خود اپنے نام بایں وجہ قرآن سے نکال ڈالے کہ لوگوں کو اس بارے میں کچھ پتہ نہ چل سکے۔

ائمہ اہل بیت کو اگرچہ ان محرفین کے نام و پتہ سب کچھ یاد تھا۔ لیکن ازروئے تقیہ ان کا چرچا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ان منافقین محرفین کے نام اور ان کی قباحتیں و شرارتیں بھی درج تھیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اہل بیت کی تعریفی آیات بھی تھیں جو ان کی تحریف کی نذر ہو گئیں۔ یہاں تک کہ موجود قرآن کا تقریباً تیسرا حصہ ناپید کر دیا گیا۔ اگر وہ موجود ہوتا۔ تو تقریباً چالیس پارے کا قرآن ہوتا۔

لیکن ان تمام تحریفات کے ہوتے ہوئے خدا کو یہ منظور تھا۔ کہ ان محرفین منافقین کی اس شرارت کا کسی نہ کسی طرح ذکر قرآن میں باقی رہنا چاہیے۔ قرآن کے قلب نعوذ باللہ اندھے کر دیئے گئے۔ اور ایسے بے شمار شواہد و دلائل باقی رہ گئے جو ان کی ان حرکات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثلاً کتابت کی غلطیاں، عربی اور نحوی ترکیب کا غلط استعمال اور الفاظ قرآن کے غلط معانی وغیرہ۔ اس سلسلہ میں مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

بقول شیعہ قرآن کا تیسرا حصہ اہل بیت کی شان میں تھا۔ (حضرت علی)

حوالہ نمبر ۸:

اصول کافی:

عَنِ الْاَصْبَغِ بْنِ نُبَاتَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَقُوْلُ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اَثْلَاثًا ثُلُثٌ فِيْنَا وَ فِيْ عَدُوِّنَا وَ ثُلُثٌ سُنَنٌ وَ اَمْثَالٌ وَ ثُلُثٌ فَرَائِضُ وَ اَحْكَامٌ۔

(اصول کافی جلد دوم صفحہ نمبر ۶۲۷
کتاب فضل القرآن: باب النوادر
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ابن نباتہ کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ قرآن پاک تین اجزاء اور حصوں پر اترا تھا۔ ایک تہائی حصہ ہم اہل بیت اور ہمارے دشمنوں کے بارے میں تھا۔ ایک تہائی پہلی امتوں کے واقعات اور مثالوں پر مشتمل تھا اور باقی ماندہ تیسرے حصہ میں فرائض و احکام تھے۔

تبصرہ:

موجود قرآن کریم میں جیسا کہ ہر مسلمان اس سے بخوبی آگاہ ہے۔ چند گنتی کی آیات ایسی ہیں۔ جن میں شانِ اہل بیت مذکور ہے۔ اُدھر اہل تشیع کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ پورے قرآن کا ایک تہائی حصہ شانِ اہل بیت میں اترا تھا۔ تو سوال کیا جا سکتا ہے۔ ان چند آیات کو چھوڑ کر بقیہ حصہ کدھر گیا؟ تو یہی جواب ہوگا۔ کہ اُسے موجود قرآن سے نکال دیا گیا ہے۔ اور اس روایت سے وہ ثابت بھی یہی کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے اسے تحریف قرآن کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ رہی یہ بات کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی، جیسا کہ اس روایت میں منسوب ہے۔ تو حاشا وکلا باب مدینۃ العلم رضی اللہ عنہ اس سے بری ہیں۔ اس طرح ان کے ساتھ محبت کے دعویداروں نے وہ سلوک کیا جو یہود و نصاریٰ سے بھی نہ ہو سکا۔ توہین اہلبیت تو اس روایت سے بالکل عیاں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اہانت قرآن کریم بھی موجود ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، سورت میں ستر قریشیوں کے نام بمعہ ولایت تھے

حوالہ نمبر۹:

اصول کافی:۔

عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ نَصْرٍ قَالَ

دَفَعَ اِلَیَّ اَبُوالْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ مُصْحَفًا وَ قَالَ لَا تَنْظُرْ فِیْهِ فَفَتَحْتُهٗ وَ قَرَأْتُ فِیْهِ "لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا" فَوَجَدْتُ فِیْهَا اِسْمَ سَبْعِیْنَ رَجُلًا مِنْ قُرَیْشٍ بِاَسْمَآئِهِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِهِمْ قَالَ فَبَعَثَ اِلَیَّ اِبْعَثْ اِلَیَّ بِالْمُصْحَفِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۶۳۱ کتاب فضل القرآن باب النوادر مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ:۔

احمد بن محمد بن ابی نصر کہتا ہے۔ کہ مجھے امام رضا رضی اللہ عنہ نے قرآن کا ایک نسخہ عطا فرمایا۔ اور ساتھ ہی ہدایت کی۔ کہ اس میں نہ دیکھنا میں نے (ان کے حکم کے خلاف) اسے کھولا۔ اور سورۂ لم یکن الذین پڑھی تو میں نے اس سورت میں ستر قریشیوں کے نام بمعہ ان کے آباؤ اجداد کے نام کے دیکھے۔ امام رضا رضی اللہ عنہ نے میری طرف پیغام بھیجا۔ کہ قرآن کا یہ نسخہ مجھے بھیج دو۔

مقام غور:

چودہ سو سال سے دنیا کے تمام گوشوں میں جو قرآن کریم موجود ہے۔ اس کی سورہ لم یکن الذین میں کسی ایک قریشی کا نام تک موجود نہیں۔ چہ جائیکہ ان کے آباؤ اجداد کا نام بھی لکھا ہو۔ معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ ستر آدمی اُن میں سے ہی ہوں گے۔ جنہیں دشمنانِ اہل بیت کہا گیا ہے۔ اور ان کے نام خود انہوں نے یا ان کے ساتھی صحابہ کرام نے نکال دیئے تھے۔ معلوم ہوا۔ کہ جب ایک سورت میں اس قدر تحریف

کی گئی۔ تو تمام قرآن میں تحریف کس قدر ہو گی؟ لہٰذا قرآن کے محرف ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہوا۔

"اصل قرآن" موجود قرآن سے تین گنا بڑا تھا
(حضرت امام جعفر صادق)

حوالہ نمبر ۱:

تفسیر مجمع البیان

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ جَآءَ بِہٖ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ سَبْعَۃَ عَشَرَ اَلْفَ اٰیَۃٍ۔

(۱۔ اصول کافی جلد دوم ص ۶۳۴ کتاب فضل القرآن باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ اصول کافی طبع قدیم مطبوعہ نولکشور ص ۶۷۱)

ترجمہ:۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا۔ کہ وہ قرآن جسے جبرئیل علیہ السلام لے کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آتے رہے۔ وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔

نوٹ:۔

اہل تشیع کے نزدیک مذکورہ بالا حوالہ میں اصل قرآن کی سترہ ہزار آیات بتلائی گئی ہیں۔ جس کو ان کی کتاب سے ہم نے من وعن پیش کر دیا۔ اب انہی کی کتابوں سے یہ بھی سنتے جائیے۔ کہ قرآن کریم کی کتنی آیات ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۱:

تفسیر مجمع البیان | جَمِیْعُ اٰیَاتِ الْقُرْاٰنِ سِتَّۃُ اٰلَافِ اٰیَۃٍ وَمِائَتَا اٰیَۃٍ وَسِتٌّ وَثَلَاثُوْنَ اٰیَۃً۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء ۷ دسویں صفحہ نمبر ۴۰۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

قرآن کریم کی تمام آیات چھ ہزار دو سو اور چھتیس ہیں۔

لمحہ فکریہ:۔

"اصل قرآن" کی کل آیات جب بقول اہل تشیع سترہ ہزار تھیں۔ اور موجود قرآن میں صرف ۶۲۳۶ آیات ہیں۔ تقریباً گیارہ ہزار آیات جو موجود قرآن کا دو تہائی حصہ بنتی ہیں۔ وہ کہاں ہیں؟ معلوم ہوا۔ وہ ساقط کر دی گئیں۔ اور یہی تحریف قرآن ہے۔

"تفسیر مجمع البیان" کے حوالہ کے متعلق قارئین حضرات اس امر کو ذہن نشین کر لیں۔ کہ یہ تعداد موجود قرآن کی آیات کی بیان کی گئی ہے۔ جسے اہل تشیع بامر مجبوری قرآن مانتے ہیں ورنہ ان کا عقیدہ اور ایمان وہی ہے۔ جو "اصول کافی" وغیرہ کتب میں بالکل دو ٹوک انداز میں موجود ہے۔ یعنی موجود قرآن "اصل قرآن" نہیں۔ بلکہ محرف ہے۔ اور اصل قرآن وہ تھا جسے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا۔ اب اس کو امام مہدی ہی ساتھ لے کر آئیں گے۔

"اصل قرآن" میں مہاجرین و انصار کی بہت سی برائیاں مذکور تھیں۔ (بروایت ابوذر غفاری)

حوالہ نمبر ۱: تفسیر صافی

وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ لَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ جَمَعَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ الْقُرْاٰنَ وَجَآءَ بِہٖ اِلَی الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَعَرَضَہٗ عَلَیْھِمْ لِمَا قَدْ اَوْصَاہُ بِذٰلِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَلَمَّا فَتَحَہٗ اَبُوْبَکْرٍ خَرَجَ فِیْ اَوَّلِ صَفْحَۃٍ فَتَحَھَا فَضَائِحُ الْقَوْمِ فَوَثَبَ عُمَرُ فَقَالَ یَا عَلِیُّ اُرْدُدْہُ فَلَا حَاجَۃَ لَنَا فِیْہِ فَاَخَذَہٗ

عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَانْصَرَفَ ثُمَّ اُحْضِرَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَكَانَ قَارِيًا لِلْقُرْاٰنِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ جَاءَنَا بِالْقُرْاٰنِ وَفِيْهِ فَضَائِحُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَقَدْ اَرَدْنَا اَنْ تُؤَلِّفَ لَنَا الْقُرْاٰنَ وَتُسْقِطَ مِنْهُ مَا كَانَ فِيْهِ فَضِيْحَةٌ وَهَتْكٌ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاَجَابَهٗ زَيْدٌ اِلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ فَاِنْ اَنَا فَرَغْتُ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلٰى مَا سَئَلْتُمْ وَاَظْهَرَ عَلِيٌّ الْقُرْاٰنَ الَّذِيْ اَلَّفَهٗ اَلَيْسَ قَدْ بَطَلَ كُلُّ مَا قَدْ عَمِلْتُمْ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ فَمَا الْحِيْلَةُ؟ قَالَ زَيْدٌ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِالْحِيْلَةِ فَقَالَ عُمَرُ مَا الْحِيْلَةُ دُوْنَ اَنْ نَقْتُلَهٗ وَنَسْتَرِيْحَ مِنْهُ فَدَبَّرَ فِيْ قَتْلِهٖ عَلٰى يَدِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۱۱/۱۰ المقدمۃ السادسۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا فانی سے کوچ کیا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قرآن کریم جمع کرکے مہاجرین اور انصار کے پاس لائے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی وصیت فرمائی تھی۔ اس جمع کردہ قرآن

کو جب صدیق اکبر نے کھولا۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے پہلے ہی ورق میں قوم قریش کی برائیاں درج تھیں۔ حضرت عمر یہ دیکھ کر اچھلے۔ اور کہا۔ اے علی رضی اللہ عنہ! اسے لے جاؤ۔ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وہ لیا اور وہاں سے چل دیئے اس کے بعد حضرت زید بن ثابت کو بلوایا گیا۔ یہ اچھے قاریِ قرآن تھے انہیں حضرت عمر نے حکم دیا۔ کہ قرآن کریم کا ایک جمع کردہ نسخہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لائے تھے۔ اس میں مہاجرین و انصار کی بہت خرابیاں اور رسواکن باتیں درج تھیں۔ اب ہمارا ارادہ ہے۔ کہ تم قرآن جمع کرو۔ اور اس میں ایسی باتیں نہ آنے پائیں۔ جو مہاجرین و انصار کی بے عزتی اور رسوائی پر مشتمل ہوں۔ حضرت زید نے یہ ذمہ داری اٹھالی۔ پھر پوچھنے لگے۔ اگر میں تمہاری خواہش کے مطابق قرآن جمع کر کے لاؤں۔ اور اُدھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنا جمع کردہ قرآن لے آئیں۔ تو کیا تمہارے سارے کیے پر پانی نہ پھر جائے گا؟

اس کے بعد حضرت عمر نے کہا۔ پھر کوئی حیلہ و تدبیر ہونی چاہیئے حضرت زید نے کہا۔ آپ لوگ اس سلسلہ میں بہتر تدبیر نکال سکتے ہیں۔ تو حضرت عمر نے کہا۔ حیلہ یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کروا دیں۔ تاکہ ہماری گلو خلاصی ہو جائے۔ اس کارروائی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حضرت خالد بن الولید کو استعمال کیا گیا۔ لیکن وہ بے بس نکلے۔

خلاصہ:

معلوم ہوا کہ جو نسخہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لائے تھے۔ اس میں جا بجا

مہاجرین و قریش کی مذمت اور رسوائی کی آیات تھیں۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق نے جب اس نسخہ کو
کھولا تو پہلے صفحہ پر ہی یہ باتیں پائیں جس پر حضرت عمر غضبناک ہو گئے اور بالآخر ایک ہی ایسا نسخہ تیار
کروانے کی ٹھانی۔ جس میں یہ باتیں نہ ہوں۔ تو اس کام کے لیے حضرت زید بن ثابت کو مقرر کیا گیا اور ادھر
حضرت علی المرتضیٰ ان کے قتل کے منصوبے بنانے جو ناکام رہے۔ بہر حال اس روایت سے یہ معلوم ہوا۔ کہ اصل
قرآن میں مہاجرین و انصار کی بہت زیادہ ہتک اور مذمت درج تھی۔ جو نکال دی
گئی۔ لہٰذا موجود قرآن میں ان آیات کو خارج کر کے تحریف کی گئی ہے۔

اصلی قرآن کی چند آیات موجود قرآن میں نہیں

(علی بن ابراہیم)

حوالہ نمبر ۱۳ تفسیر صافی | اَقُوْلُ الْمُسْتَفَادُ مِنْ جَمِیْعِ
هٰذِهِ الْاَخْبَارِ وَغَیْرِهَا مِنَ الرِّوَایَاتِ مِنْ طَرِیْقِ
اَهْلِ الْبَیْتِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ اَنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ بَیْنَ
اَظْهُرِنَا لَیْسَ بِتَمَامِهٖ کَمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ بَلْ مِنْهُ هُوَ خِلَافُ مَا اَنْزَلَ
اللّٰهُ وَمِنْهُ مَا مُغَیَّرٌ مُحَرَّفٌ وَاِنَّهٗ قَدْ حُذِفَ
عَنْهُ اَشْیَاءُ کَثِیْرَةٌ مِنْهَا اِسْمُ عَلِیٍّ عَلَیْهِ
السَّلَامُ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْمَوَاضِعِ وَمِنْهَا لَفْظَةُ اٰلِ
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِمْ غَیْرَ مَرَّةٍ وَمِنْهَا اَسْمَاءُ
الْمُنَافِقِیْنَ فِیْ مَوَاضِعِهَا وَمِنْهَا غَیْرُ ذٰلِكَ وَ

اَنَّهٗ لَيْسَ اَيْضًا عَلَى التَّرْتِيْبِ الَّذِىْ الْمَرْضِىُّ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَبِهٖ قَالَ عَلِىُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ فِىْ تَفْسِيْرِهٖ وَاَمَّا مَا كَانَ خِلَافُ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَهُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِقَارِئِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ خَيْرَ اُمَّةٍ تَقْتُلُوْنَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْحُسَيْنَ بْنَ عَلِىٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقِيْلَ لَهٗ كَيْفَ نَزَلَتْ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَقَالَ اِنَّمَا نَزَلَتْ خَيْرَ اَئِمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۱۲ المقدمۃ السادسۃ مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:۔

میں کہتا ہوں۔ ان اخبار و روایات سے جو کہ اہل بیت کے طریقہ پر مروی ہوئیں۔ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو قرآن اب ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہ مکمل طور پر وہ قرآن نہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا تھا۔ بلکہ اس میں کچھ حصہ وہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ الفاظ کے بالکل خلاف ہے۔ اور کچھ وہ ہے۔ جس میں تغیر و تبدل اور

تحریف کر دی گئی ہے۔ یقیناً اس میں سے بہت سی چیزیں نکال دی گئیں ان محذوف باتوں میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے جو بہت سی جگہوں سے حذف کیا گیا۔ اسی طرح لفظ "آل محمد" بھی کئی دفعہ مذکور تھا۔ جواب نہیں ہے منافقوں کے نام بھی تھے۔ وہ بھی حذف کر دیئے گئے۔ اس کے علاوہ بہت سی باتیں نکال دی گئی ہیں اور یہ موجود قرآن ترتیب کے اعتبار سے بھی اس ترتیب پر نہیں جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا۔ علی بن ابراہیم نے یہی کہا ہے۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ موجود قرآن میں جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ الفاظ کے خلاف ہے۔ اس کی مثال کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الخ ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے پڑھنے والے کو فرمایا کیا جس امت نے حضرت علی اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کیا۔ اس کو "خیر امت" کہا گیا ہے؟ قاری نے پوچھا۔ یا حضرت! پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کن الفاظ سے نازل فرمائی تھی؟ فرمایا یہ اس طرح تھی۔
كُنْتُمْ خَيْرَ أَئِمَّةٍ أُخْرِجَتْ الخ۔ (یعنی لفظ "امت" کی جگہ "ائمۃ" تھا۔

کلینی قمی اور طبرسی تحریف قرآن کے معتقد اور پرچارک تھے

حوالہ نمبر ۱۴ تفسیر صافی:

وَ اَمَّا اِعْتِقَادُ مَشَائِخِنَا فِیْ ذٰلِكَ فَالظَّاهِرُ مِنْ ثِقَةِ الْاِسْلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ یَعْقُوْبَ الْكُلَیْنِیْ اَنَّهٗ كَانَ یَعْتَقِدُ التَّحْرِیْفَ وَ النُّقْصَانَ فِی الْقُرْاٰنِ لِاَنَّهٗ رَوٰی رِوَایَاتٍ فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰی فِیْ كِتَابِهِ الْكَافِیْ وَلَمْ یَتَعَرَّضْ لِقَدْحٍ فِیْهَا مَعَ اَنَّهٗ ذَكَرَ فِیْ اَوَّلِ الْكِتَابِ اَنَّهٗ كَانَ یَثِقُ بِمَا رَوَاهُ فِیْهِ وَكَذٰلِكَ اُسْتَادُهٗ عَلِیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الْقُمِّیْ فَاِنَّ تَفْسِیْرَهٗ مَمْلُوٌّ مِنْهُ وَلَهٗ غُلُوٌّ فِیْهِ وَكَذٰلِكَ الشَّیْخُ اَحْمَدُ اِبْنُ اَبِیْ طَالِبِ الطَّبْرَسِیُّ فَاِنَّهٗ اَیْضًا نَسَجَ عَلٰی مِنْوَالِهِمَا فِیْ كِتَابِ الْاِحْتِجَاجِ۔

(تفسیر صافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۴
المقدمۃ السادسۃ۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

بہر حال ہمارے مشائخ کرام کا تحریف قرآن کے بارے میں عقیدہ تو اس بارے میں ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی سے بظاہر یہی ثابت ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کی تحریف اور اس میں تبدیلی کے معتقد تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب "الکافی" میں اس موضوع کی بہت سی روایات ذکر کیں۔ اور ان پر کہیں بھی کوئی اعتراض و ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ حالانکہ شروع کتاب میں انہوں نے صاف صاف لکھا ہوا ہے۔ کہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا جائے گا۔ وہ میرے نزدیک باوثوق بات ہوگی۔ یونہی ان کے استاد علی بن ابراہیم القمی بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کیونکہ ان کی تفسیر ایسی باتوں سے بھری پڑی ہے۔ بلکہ یہ تو حد سے بڑھ گئے۔ شیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی بھی ان دونوں کے نقش قدم پر چلے۔ اور ان کی کتاب "الاحتجاج" اس کی گواہ ہے۔

مذکورہ عبارت کا پس منظر:

صاحب تفسیر صافی محسن کاشانی عبارت مذکورہ بالا سے قبل ایک سوال کا جواب دے رہا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ ہمارے ائمہ حضرات کا یہ فرمان ہے۔ کہ جو حدیث تمہیں ملے اُسے قرآن پر پیش کرو۔ اگر موافق قرآن ہو تو اس پر عمل کرو ورنہ چھوڑ دو لیکن اگر قرآن ہی محرف ہو۔ اور اس میں تغیر و تبدل کر دیا گیا ہو۔ تو ایسی صورت میں حدیث کو اس پر پیش کرنا اور ناموافق ہونے کی صورت میں حدیث کو چھوڑ دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

محسن کاشانی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ موجود قرآن کے

محرف ہونے میں اگرچہ کوئی شک نہیں۔ کیونکہ اس میں سے نام علی۔ اسماء آلِ بیت اور منافقین کے نام بہت سی جگہوں سے نکال دیئے گئے۔ لیکن عموم لفظ کے اعتبار سے اس سے مستفید ہونا اور نفع حاصل کرنا چونکہ موجود ہے۔ لہٰذا ہمارے ائمہ نے احادیث کی صحت کو جانچنے کے لیے انہیں قرآن کریم پر پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔

محسن کاشانی لکھتا ہے۔ کہ اس قسم کی باتیں محض تاویلات ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ ہمارے مشائخ نے بالکل صراحت کر دی ہے۔ کہ موجود قرآن مکمل اور غیر محرف نہیں۔ بلکہ اس میں بہت کچھ تحریفات کر دی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اہل تشیع کے مذہبی ستون کلینی، قمی اور الطبرسی موجود قرآن کو محرف گردانتے ہیں۔ اگرچہ ان شیوخ اہل تشیع کی ان عبارات کی کچھ لوگوں نے تاویلیں کیں جس سے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ حضرات تحریف قرآن کے قائل نہیں۔ لیکن محسن کاشانی کہتا ہے کہ یہ تاویلیں کرنے والے اس بات سے بے خبر ہیں۔ کہ ہم جمہور اہل تشیع کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ موجود قرآن محرف اور متبدل ہے۔ لہٰذا اس اجتماعی عقیدہ کے خلاف تاویلات کا کوئی وزن نہیں۔

بقول شیعہ تحریف قرآن،، پر تقریباً دو ہزار مستند روایات شاہد ہیں۔ (نعمت اللہ جزائری، باقر مجلسی)

حوالہ نمبر ۱ فصل الخطاب:

وَهِيَ كَثِيْرَةٌ جِدًّا حَتّٰى قَالَ السَّيِّدُ نِعْمَةُ اللّٰهِ الْجَزَائِرِيُّ فِيْ بَعْضِ مُؤَلَّفَاتِهٖ كَمَا

يُحكىٰ عَنهُ أَنَّ الأَخبَارَ الدَّالَّةَ عَلىٰ ذٰلِكَ تَزِيدُ
عَلىٰ أَلفَي حَدِيثٍ وَادَّعىٰ اِستِفَاضَهَا جَمَاعَةٌ
كَالمُفِيدِ وَالمُحَقِّقِ الدَّامَادِ وَالعَلَّامَةِ
المَجلِسِيِّ وَغَيرِهِم بَلِ الشَّيخُ أَيضًا صَرَّحَ
فِي التِّبيَانِ بِكَثرَتِهَا بَلِ ادَّعىٰ تَوَاتُرَهَا
جَمَاعَةٌ يَأتِي ذِكرُهُم فِي آخِرِ المَبحَثِ وَنَحنُ نَذكُرُ
فِيهَا مَا يُصَدِّقُ دَعوَاهُم مَعَ قِلَّةِ البِضَاعَةِ وَنُبَيِّنُ
فِي آخِرِهَا ضُعفَ بَعضِ الشُّبُهَاتِ الَّتِي أَورَدَهَا
عَلَيهَا جَمَاعَةٌ أَنَّهَا لَا يَنبَغِي صُدُورُهَا عَنهُم مِن
ضُعفِهَا مَرَّةً وَقِلَّتِهَا أُخرىٰ وَعَدَمِ دَلَالَتِهَا عَلىٰ
المَطلُوبِ تَارَةً وَمُخَالَفَتِهَا لِلمَشهُورِ أُخرىٰ وَاعلَم
أَنَّ تِلكَ الأَخبَارَ مَنقُولَةٌ مِنَ الكُتُبِ المُعتَبَرَةِ الَّتِي
عَلَيهَا مُعَوَّلُ أَصحَابِنَا فِي إِثبَاتِ الأَحكَامِ الشَّرعِيَّةِ
وَالآثَارِ النَّبَوِيَّةِ۔

(فصل الخطاب فی اثبات التحریف ص ۲۵۱-۲۵۲ للعلامۃ حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی مطبوعہ تہران طبع قدیم ۱۲۹۸ھ)

ترجمہ:۔
تحریف قرآن کی روایات بکثرت ہیں۔ یہاں تک کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی تصنیفات میں کہا ہے۔ جو کہ ان سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ وہ اخبار و روایات جو تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔ دو ہزار سے بھی بڑھ کر ہیں۔

ان روایات کو ایک جماعت نے ،،روایات مشہورہ،، کہا ہے۔ جن میں شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ شامل ہیں۔ بلکہ شیخ نے تو ،،تبیان،، میں ان روایات کو دو ہزار سے بھی زیادہ بتایا ہے۔ اور ان کے متواتر ہونے کا دعویٰ ایک جماعت نے کیا ہے۔ جن کا ذکر اس بحث کے آخر میں آرہا ہے۔ اور ہم اس بحث کے اختتام پر ان شبہات کا بھی ذکر کریں گے۔ جو کچھ لوگوں نے ان روایات پر بطور اعتراض کیے ہیں۔ حالانکہ ایسے اعتراضات انہیں کرنے نہیں چاہئیں تھے۔ کیونکہ ایک تو وہ ضعیف ہیں۔ دوسرے ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ جس مقصد کے لیے ذکر ہوئے اس پر دلالت نہیں کرتے اور چوتھے یہ کہ وہ اخبار مشہورہ کے خلاف ہیں۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے۔ کہ وہ روایات جو کہ ان حضرات نے تحریف قرآن کے ضمن میں پیش کی ہیں۔ وہ ان کتابوں سے منقول ہیں۔ جن پر ہمارے اہل تشیع اصحاب کا احکام شرعیہ اور آثار نبویہ کے ثابت کرنے کا دارومدار ہے۔

تلخیص عبارت مذکورہ

موجودہ قرآن کے تحریف شدہ ہونے پر اہل تشیع کے عمائدین کے پاس تقریباً دو ہزار روایات موجود ہیں۔ جن کے مستفیض و مشہور ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ بلکہ ایک جماعت نے تو انہیں ،،متواتر،، قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان روایات کے ناقلین نے انہیں اُن کتابوں سے نقل کیا۔ جو مذہب شیعہ میں احکام شرعیہ کے ثبوت میں ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔ شیخ کاشانی اسی بنا پر لکھتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے

ان روایات پر اعتراضات وشبہات وارد کیے۔ چونکہ وہ ضعیف و ناتمام ہیں۔ اور مذہب شیعہ کے اجتماعی عقیدہ کے خلاف پڑھتے ہیں۔ لہٰذا میں ان مٹھی بھر معترضین کے اعتراضات کا جواب اسی بحث کے آخر میں دوں گا۔ ویسے انہیں ایسا کرنا نہیں چاہیئے تھا۔ تو اس انداز استدلال اور سیاق و سباق سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ موجودہ قرآن میں تحریف و تبدیل اہل تشیع کے ہاں ایک متفق علیہ بات ہے۔ اسی لیے ان لوگوں کی تردید کی ضرورت پیش آئی۔ جو ان کے اجتماعی عقیدہ پر معترض ہوئے۔ رہا یہ معاملہ کہ ان دو ہزار روایات کی نسبت ان لوگوں نے ائمہ اہل بیت بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے۔ تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ ھٰذا بہتان عظیم

قرآن میں کمی بیشی ہو چکی ہے (امام باقر رضی اللہ عنہ)

حوالہ نمبر ۱۶ فصل الخطاب:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ لَوْلَا اَنَّہٗ زِیْدَ فِی الْقُرْاٰنِ وَنُقِصَ مَا خَفِیَ حَقُّنَا عَلٰی ذِیْ حِجًی۔

(فصل الخطاب فی اثبات تحریف القرآن ص ۲۴۱ ۔ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر قرآن میں کمی بیشی نہ کی گئی ہوتی۔ تو جھگڑالو شخص پر ہمارا حق چھپا ہوا نہ رہتا۔

اگر قرآن کی تلاوت اس طرح ہوتی جس طرح وہ اترا تھا۔ تو دو آدمی بھی اختلاف والے نہ ہوتے

حضرت امام جعفر

حوالہ نمبر۱: فصل الخطاب:

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ لَوْ قُرِءَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی مَا اُنْزِلَ مَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اِثْنَانِ۔

(فصل الخطاب ص ۲۳۸، ۲۴۷
مطبوعہ ایرانی طبع جدید)

ترجمہ:

ابوبکر بن محمد نے کہا۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے۔ اگر قرآن کریم کو انہی الفاظ کے ساتھ پڑھا جاتا۔ تو دو آدمی بھی ایسے نہ ملتے۔ جو اس میں باہم اختلاف رکھتے ہوں۔

"اصلی قرآن" میں اہل بیت کے نام تھے
(قول امام جعفر)

حوالہ نمبر ۱۸ فصل الخطاب

عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَوْ قُرِءَ الْقُرْاٰنُ كَمَا اُنْزِلَ لَاَلْفَیْتَنَا فِیْہِ مُسَمَّیْنَ۔

(۱۔ فصل الخطاب ص ۲۳۸ مطبوعہ ایران طبع جدید)

(۲۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۲۵ المقدمۃ السادسۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا اگر قرآن پاک کو انہی الفاظ کے ساتھ پڑھا جاتا۔ جن پر یہ اتارا گیا تھا۔ تو تم اس میں ہمارے (اہل بیت کے) نام ضرور پاتے۔

ٹ

بروز قیامت قرآن اپنی تحریف کی شکایت کرے گا

حوالہ نمبر۱۹ فصل الخطاب عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَةٌ يَشْكُوْنَ اَلْمُصْحَفُ وَالْمَسْجِدُ وَالْعِتْرَةُ يَقُوْلُ الْمُصْحَفُ يَا رَبِّ حَرَّفُوْنِيْ وَمَزَّقُوْنِيْ وَيَقُوْلُ الْمَسْجِدُ يَا رَبِّ عَطَّلُوْنِيْ وَضَيَّعُوْنِيْ وَتَقُوْلُ الْعِتْرَةُ يَا رَبِّ قَتَلُوْنَا وَطَرَدُوْنَا وَشَرَّدُوْنَا۔

(فصل الخطاب ص ۲۴۳-۲۴۴ مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ بروز قیامت تین چیزیں اللہ کی بارگاہ میں شکایت کریں گی۔ قرآن کریم، مسجد اور عترت رسول۔ قرآن کہے گا۔ اے میرے پروردگار! لوگوں نے مجھ میں ردو بدل کیا۔ اور مجھے ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ مسجد عرض کرے گی۔ اے میرے رب! لوگوں نے مجھے بے آباد رکھا۔ اور تنگ کر دیا۔ عترت رسول عرض گزار ہوگی۔ اے رب! لوگوں نے ہمیں قتل کیا۔ ہماری باتوں کو پس پشت ڈال دیا اور ہمیں بکھیر دیا۔

ذکر کردہ چار روایات کا خلاصہ

امام باقر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے محسن کاشانی بولے یہ کہا۔ کہ اگر قرآن مکمل ہوتا۔ تو ہم سے جھگڑا کرنے والوں پر ہمارا حق واضح ہوتا۔ چونکہ لوگوں نے ان سے جھگڑا کیا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ قرآن نامکمل ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ قول کا خلاصہ یہ کہ اگر قرآن بعینہ ان الفاظ سے پڑھا جاتا۔ جن میں نازل ہوا تھا۔ تو دو آدمی بھی باہم اختلاف کرتے نظر نہ آتے۔ چونکہ دو تو کیا ہزاروں لوگوں کا باہم اختلاف ہے۔ اس لیے قرآن کریم ان الفاظ پر مشتمل نہیں۔ جن پر اتارا کیا گیا تھا۔ بلکہ اس میں تحریف کر دی گئی ہے۔

(تحریف قرآن) یہی وہ بڑی وجہ ہے۔ جس کی شکایت خود قرآن بارگاہِ الٰہی میں کرے گا۔ اگر تحریف نہ ہوتی۔ تو شکایت بھی نہ ہوتی۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہوا کہ اہل تشیع کے ہاں تحریف قرآن کا عقیدہ موجود ہے۔

لہذا موجود قرآن محرف اور تبدیل شدہ ہے۔ دراصل قرآن ،، اور تھا جو غیر محرف اور کامل تھا۔

اگر منافقوں کو کچھ اور آیات کا پتہ چلتا تو وہ انہیں بھی نکال دیتے لیکن اللہ کو ایسا منظور نہ تھا (حضرت علی)

حوالہ نمبر ۲: فصل الخطاب

وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَوْ عَلِمَ الْمُنَافِقُوْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ تَرْكِ هٰذِهِ الْآيَاتِ الَّتِيْ بَيَّنْتُ لَكَ تَأْوِيْلَهَا لَأَسْقَطُوْهَا مَعَ مَا أَسْقَطُوْا مِنْهُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَاضٍ حُكْمَهُ بِإِيْجَابِ الْحُجَّةِ عَلٰى خَلْقِهِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ أَغْشٰى أَبْصَارَهُمْ وَجَعَلَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ أَكِنَّةً عَنْ تَأَمُّلِ ذٰلِكَ فَتَرَكُوْهُ بِحَالِهِ وَحُجِبُوْا عَنْ تَأْكِيْدِ الْمُلْتَبِسِ بِإِبْطَالِهِ.

(فصل الخطاب صفحہ نمبر ۱۳۱
مطبوعہ تہران)

(بعض شیعہ مولویوں نے تحریف قرآن کے سلسلہ میں اپنے ہاں پائی جانے والی روایات میں ان الفاظ کی نشاندہی کی ہے کہ یہ وہ الفاظ ہیں جو قرآن سے

نکال دیئے گئے۔ ان کے بارے میں ان بعض مولویوں کا یہ خیال تھا کہ یہ موجود قرآن کی تفس
کے ضمن میں آ گئے ہیں۔ ان سے قرآن کریم کا محرّف ہونا یا ثابت کرنا درست نہیں۔
صاحب فصل الخطاب ان مولویوں کی تردید میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کچھ
دیگرے کچھ اقوال درج کرتا ہے۔ یہ بھی اس سلسلہ کا ایک قول ہے۔)

ترجمہ:

قول اوّل۔ اگر منافقین (جنہوں نے قرآن میں تحریف کی) کو ان آیات کی اُس تاویل کا پتہ چل جاتا جو میں نے تجھے بتائی ہے۔ تو پھر وہ اُن آیات کی طرح انہیں بھی قرآن سے نکال دیتے جنہیں وہ نکال چکے ہیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر اتمام حجت کے طور پر اپنا حکم کر گزرنے والا ہے۔ وہ خود فرماتا ہے "دوسوا اللہ ہی کے لیے حجت مکمل کرتا ہے۔" اللہ نے ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں۔ جس کی بنا پر وہ ان آیات میں غور و فکر نہ کر سکے جو ان کی تاویل کرتیں (اور وہ انکو ان کے حال پر ہی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے (ان میں تحریف نہ کر سکے)

منافق جہالت کی بنا پر بعض آیات کو قرآن سے نہ نکال سکے (حضرت علی)

حوالہ نمبر ۲۱ فصل الخطاب:۔ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ جَلَّ ذِكْرُهٗ بِسَعَةِ رَحْمَتِهٖ وَرَاْفَتِهٖ بِخَلْقِهٖ وَعِلْمِهٖ بِمَا يُحْدِثُهُ

الْمُبَدِّلُوْنَ مِنْ تَغْيِيْرِ كِتَابِهٖ قَسَّمَ كَلَامَهٗ ثَلَاثَةَ اَقْسَامٍ فَجَعَلَ قِسْمًا مِنْهُ يَعْرِفُهُ الْعَالِمُ وَالْجَاهِلُ وَقِسْمًا لَا يَعْرِفُهُ اِلَّا مَنْ صَفٰى ذِهْنُهٗ وَلَطُفَ حِسُّهٗ وَصَحَّ تَمْيِيْزُهٗ مِمَّنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَعَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ هٰذَا الْقِسْمِ قَوْلَهٗ تَعَالٰى سَلٰمٌ عَلٰى اٰلِ يٰسِيْنَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَمَّى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِهٰذَا الْاِسْمِ حَيْثُ قَالَ يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ. لِعِلْمِهٖ بِاَنَّهُمْ يُسْقِطُوْنَ قَوْلَ سَلَامٌ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا اَسْقَطُوْا غَيْرَهٗ ۔ (فصل الخطاب ص ۱۳۱ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:-

(قول دوم) پھر اللہ رب العزت نے اپنی وسیع رحمت اور مخلوق پر مہربانی کی بنا پر نیز اس کو جانتے ہوئے کہ قرآن کریم میں تحریف کرنے والے کیا کیا تحریف کریں گے۔ اپنے کلام (قرآن) کو تین اقسام میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک قسم تو ایسی ہے۔ جسے عالم و جاہل سبھی جانتے ہیں۔ اور دوسری قسم وہ کہ جس کو ذہن صاف اور لطافت حس والے ہی جان سکتے ہیں۔ یہ ان حضرات میں سے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے اسلام کے لیے کشادہ فرما دیئے ہیں۔ اور یہ حق و باطل کی تمیز کر سکتے ہیں۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے اس دوسری قسم میں اللہ تعالیٰ کے اس قول

کو شمار فرمایا۔ "و سلام علیٰ آل یٰسین" فرمایا۔ اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام خود رکھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ "و یٰسٓ والقرآن الحکیم الخ" کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بخوبی علم تھا۔ کہ اگر میں نے سلام علی آل یٰس کی جگہ سلام علی آل محمد کہہ دیا۔ تو منافق اس کو قرآن میں سے نکال دیں گے۔ جیسا کہ اور بہت سی چیزیں انہوں نے قرآن سے نکال باہر کر دی ہیں۔

تقیہ آڑے نہ آتا۔ تو میں نکالی گئی تمام آیات کی نشاندہی کر دیتا (حضرت علی)

حوالہ نمبر ۲۲ فصل الخطاب

وَقَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَوْ شَرَحْتُ لَكَ كُلَّ مَا أُسْقِطَ وَحُرِّفَ وَبُدِّلَ مِمَّا يَجْرِيْ هٰذَا الْمَجْرٰى لَطَالَ وَظَهَرَ مَا تَحْظُرُ التَّقِيَّةُ إِظْهَارَهٗ مِنْ مَنَاقِبِ الْأَوْلِيَاءِ وَمَثَالِبِ الْأَعْدَاءِ۔

(فصل الخطاب ص ۱۳۱ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:۔

قول سوم۔ اگر میں تیرے سامنے ان آیات کی تشریح کر دیتا۔ جنہیں قرآن سے نکال دیا گیا۔ جن میں تحریف کی گئی۔ اور ان میں تبدیلی کی گئی۔ اور جیسے دوسری تحریفی باتیں کی گئیں۔ تو بات کافی طویل ہو جاتی۔ اور تقیہ جس کے اظہار

سے اُڑسے اُسٹا ہے۔ وہ ظاہر ہو جائیں۔ (وہ کیا باتیں تھیں) اہل بیت کے دشمنوں کی برائیاں اور ان کے دوستوں کی خوبیاں۔

تبصرہ:۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درج شدہ تین اقوال اس امر کی واضح نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ موجود قرآن مکمل اور غیر محرف نہیں۔ ہاں اتنا ہوا۔ کہ بعض آیات میں منافق تحریف بایں وجہ نہ کر سکے۔ کہ وہ ان کی تاویل نہ جان سکے۔ اور یہ اس لیے ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو منظور یہ تھا۔ کہ اس کے کلام میں کچھ آیات و کلمات ایسے ہونے چاہئیں۔ جو اس امر کی نشاندہی کریں۔ کہ منافقین نے اس میں تحریف کی ہے۔ لہٰذا ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے گئے۔ وہ نہ دیکھ سکے۔ اور ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں۔ وہ سمجھ ہی نہ سکے۔ ورنہ وہ ان آیات سے بھی وہی سلوک کرتے جو دوسری آیات سے کیا تھا۔

اسی روش کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے بعض الفاظ ایسے بھی نازل فرمائے۔ اگر ان کے مترادف اور متبادل الفاظ نازل کیے جاتے۔ تو وہ بھی تحریف کی لپیٹ میں آ جاتے مثلاً "آل یس" کی جگہ اگر "آل محمد" ہوتا۔ تو پھر منافق یہ بھی نہ رہنے دیتے۔ بہرحال تحریف قرآن کا سلسلہ اتنا طویل ہے۔ کہ اس کے لیے دفتر درکار ہیں۔ باوجود اس کے کہ میں (حضرت علی) ان تمام آیات کو جانتا ہوں۔ اور بتلانا چاہوں تو بتلا بھی سکتا ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ "تقیہ" ایسا نہیں کرنے دیتا۔ کیونکہ یہ تو ہمارے دین کی جان اور ایمان کی اصل ہے (معاذ اللہ) مختصر یہ کہ ان اقوال نے ثابت کر دیا۔ کہ اہل تشیع کا عقیدہ یہی ہے۔ کہ موجود قرآن تحریف شدہ اور نامکمل ہے۔ (والعیاذ باللہ)

ؔ

تحریفِ قرآن کا انکار ہونا قابل معافی جرات ہے (علامہ حائری شیعی امامی)

حوالہ نمبر ۲۲ تفسیر لوامع التنزیل

اوّل۔ اصل آنست کہ مسئلہ تحریف قرآن مختلف فیہا است میانہ طائفہ امامیہ نیز بوجہ اختلاف احادیث علماء را دریں مسئلہ اختلاف شدہ است۔ بعضے بہ تحریف قائل شدہ اند وجماعتے از تحریف محض منکر اند۔ قائلین تحریف می نویسند۔ کہ احادیث صحاح در طریق خاصہ و در طریق عامہ کہ دال است بر اسقاط بسیاری از قرآن در کثرت بحدے رسیدہ کہ تکذیب جمیع آنہا جرأت است و حکایت احراق عثمان مصحف ابی بن کعب و مصحف عبداللہ بن مسعود را مشہود است و باوجود آنہا دعوٰے اینکہ قرآن ہمیں است کہ در مصاحف مشہود است خالی از اشکال نیست پس بنا بر ایں می توانند کہ نزد ایشاں مراد از قرآن محفوظ کہ او آیت فہمیدہ می شود قرآنے باشد کہ نزد راسخین در علم است و ایشان را در اثبات تحریف دلائل بسیار است و بعضے از قائلین مخصوصًا در اثبات تحریف کتب و رسائل تصنیف کردہ اند از آں جملہ مجلسی ثالث حضرت علامہ میرزا حسین نوری مخصوصًا فصل الخطاب فی تحریف الکتاب بہ تفصیل تمام تصنیف فرمودہ است، و ما در ایں مقام بعض ادلہ او لہ وبین برا ئین قائلین بہ تحریف را بیان کنیم در کتاب مرآۃ العقول علامہ مجلسی قدس سرہ میفرماید۔ بدانکہ عقل

حکم میکند بآنکہ چوں قرآن متفرق ومنتشر باشد نزد مردم وشخصیکہ غیر معصوم است ہر گاہ متصدی. جمع کردن شود عادۃً ممتنع ومحال است کہ جمع آں کامل ومطابق واقع شود۔

(تفسیر لوامع التنزیل پارہ چودھواں ص ۱۵ مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور۔)

ترجمہ:۔

میں (مصنف تفسیر لوامع التنزیل) کہتا ہوں۔ کہ فرقہ امامیہ کے مابین بھی مسئلہ تحریفِ قرآن مختلف فیہ ہے۔ احادیث کے اختلاف کی وجہ سے علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا۔ بعض وہ ہیں۔ جو تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ اور ایک جماعت تحریف قرآن سے محض منکر ہے۔ تحریف ماننے والے کہتے ہیں۔ کہ صحاح اربعہ کی وہ احادیث جو کہ عام وخاص طریقہ کے مطابق موجود ہیں۔ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ قرآن کریم میں سے بہت سی آیات کو نکال دیا گیا ہے۔ ان روایات کی تعداد اور صحت اس درجہ کی ہے کہ ان کو جھٹلانا ایک بہت بڑی جرأت ہے۔ ادھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف ابی بن کعب اور مصحف عبداللہ بن مسعود کو جلا دینا مشہور واقعہ ہے۔ ان باتوں کے ہوتے ہوئے پھر یہ دعویٰ کرنا کہ موجودہ قرآن ہی اصلی قرآن ہے۔ اشکال واعتراض سے خالی نہیں۔ لہٰذا قرآن کریم میں جو آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ قرآن محفوظ ہے۔ اس کا مطلب ان (قائلین تحریف) کے نزدیک یہ سمجھا جائے گا۔ کہ محفوظ وہ قرآن ہے۔ جو راسخ فی العلم حضرات کے پاس ہے۔ ان لوگوں کے ہاں بے شمار ایسے دلائل ہیں۔ جو تحریفِ قرآن کو ثابت کرتے ہیں۔

ان تحریف کے قائلین میں سے بعض نے تو اثبات تحریف میں کتابیں بھی تصنیف کیں۔ رسالہ جات لکھے۔ من جملہ ان میں سے حضرت علامہ مرزا حسین نوری مجلسی ثالث بھی ہیں۔ جن کی اسی موضوع پر مخصوص کتاب "فصل الخطاب فی تحریف الکتاب" ہے۔ اس میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اور اس مقام پر ہم بعض عظیم الشان دلیلیں اور واضح براہین ذکر کریں گے۔ جو قائلین تحریف کی تائید میں ہیں۔

"مرآۃ العقول" میں علامہ مجلسی کہتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ جب قرآن کریم ان لوگوں کے پاس متفرق اور منتشر صورت میں ہو۔ جو غیر معصوم ہیں۔ پھر بھی لوگ اُسے اگر جمع کرنے کی ٹھان لیں۔ تو بطور عادت اس کا مکمل اور مطابق واقع جمع ہونا ناممکن اور محال ہوتا ہے۔

خلاصہ :-

علامہ حائری شیعی نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ ہمارے فرقہ امامیہ میں تحریف قرآن کے مسئلہ پر کچھ لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ لیکن حق کس طرف ہے۔؟ گزشتہ اوراق میں آپ حضرات نے ملاحظہ کیا۔ کہ تحریف قرآن کے مسئلہ پر کچھ گنتی کے چار مولوی ہیں۔ جن کی پشت پر کسی امام کا قول بطور تائید ہرگز ہرگز نہیں۔ اسی بنا پر وہ ڈنکے کی چوٹ سے کہہ رہے ہیں۔ کہ تحریف قرآن کا انکار ایک بہت بڑی جرأت اور دلیری ہے۔ جبکہ بکثرت صحیح احادیث آئمہ حضرات سے اس بارے میں موجود ہیں۔ اور پھر جب یہ مشہور واقعہ ہم سب کے سامنے ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی کے مصاحف نذرِ آتش کر دیئے تھے۔ تو یہ اشکال بہر حال موجود ہے۔ کہ ان جلائے گئے مصاحف کے بعد جب نیا صحیفہ جمع کیا گیا۔ تو اس میں کمی بیشی لازمی ہے۔

چونکہ تحریفِ قرآن اہل تشیع کا اجتماعی عقیدہ ہے۔ اسی لیے اس عقیدہ کے حاملین میں سے بعض حضرات نے اپنے اس عقیدہ کے اثبات پر متعدد نامور کتب تصنیف کیں۔ مثلاً مرزا حسین نوری کی "فصل الخطاب" اور علامہ مجلسی کی "مرآۃ العقول" اپنی مثال آپ ہیں۔ صاحبِ "مرآۃ العقول" نے کتنی عمدہ دلیل ذکر کی۔ کہ دور رسالت میں مختلف پتھروں اور پتوں وغیرہ پر بکھرا پڑا قرآن جب جمع کیا گیا۔ تو عادۃً یہ کیونکر ممکن ہے کہ تمام مواد اکٹھا ہو گیا ہو گا۔ رہا حفاظت قرآن کا اللہ کا وعدہ۔ تو وہ یوں ہے۔ کہ "راسخین فی العلم" کے دلوں میں اللہ نے اسے محفوظ فرما دیا ہے۔ اور یہ ائمہ اہل بیت کے علاوہ دوسرا کون ہو سکتا ہے؟

لہذا ان تمام دلائل و روایات نے ثابت کر دیا۔ کہ تحریف قرآن اہل تشیع کا متفقہ عقیدہ ہے۔ اور موجودہ قرآن نامکمل اور محرف ہے۔

سورۂ توبہ میں صحابہ کے متعدد عیوب تھے جنھیں نکال دیا گیا

حوالہ نمبر ۲۴

تفسیر لوامع التنزیل: بہر حال ایں روایات بالصراحت دلالت کنند براں کہ درایں سورۂ مبارکہ معائب و مثالب بسیاری از اصحاب بکرات و مرات نازل شدہ اند۔ تا آنکہ ابن عباس و عمر خطاب و دیگراں لاچاراں مظنون شد کہ کسی از صحابی باقی نمی ماند مگر آں کہ طعنی و عیبی در حق او نازل می شود۔ و سبب ہمیں است کہ سورۂ مبارکہ مذکورہ را فاضحہ می نامیدند چنانچہ ابو عبیدہ و ابن منذر و ابو الشیخ و ابن مردویہ از سعید بن جبیر و ابو الشیخ و ابن مردویہ از ابن عباس روایات متضمن چنیں حالات بکثرت آوردہ اند و لیکن ایں معائب و مثالب اصحاب فی الحال درایں سورہ موجود نیست پس بالضرورت جز ایں نیست کہ باسقاط ایں معائب قائل شوند چارہ نباشد۔

(تفسیر لوامع التنزیل۔ پارہ ۱۰ طبع لاہور)

ترجمہ:۔

بہر حال یہ روایات صراحت کے ساتھ اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اس سورۂ مبارکہ (سورۂ توبہ) میں ایک نہیں کئی بار صحابہ کے بکثرت عیوب ونقائص پر مشتمل آیات نازل ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ ابن عباس اور عمر بن خطاب وغیرہ صحابہ کو یہ خدشہ ہو گیا۔ کہ کوئی بھی صحابی ایسا نہ رہے گا۔ کہ جس کے عیوب ونقائص پر مشتمل آیات نازل نہ ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ اس سورۂ مبارکہ کو سورۂ فاضحہ (رسوا و ذلیل کرنے والی سورت) کا نام دیا گیا۔ ابو عبیدہ، ابو الشیخ اور ابن مردویہ سعید بن جبیر سے اور ابو الشیخ و ابن مردویہ ابن عباس سے ایسی بہت سے روایات ذکر کرتے ہیں۔ جو ان حالات کی نشاندہی کرتی ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ عیوب ونقائص اب اس سورت میں موجود نہیں۔ جس سے یہ بات لازماً سمجھی جا سکتی ہے۔ کہ ان عیوب ونقائص پر مشتمل آیات کو حذف کرنے اور نکال دینے کے قول کے سوا کوئی اور چارہ نہیں۔

مسئلہ امامت پر ایمان رکھنے کا تقاضا ہے کہ قرآن کو محرف مانا جائے (ملا باقر مجلسی)

حوالہ نمبر ۲۵:۔

فصل الخطاب:۔ وَبِخَطِّهٖ عَلٰی هَامِشِ نُسْخَةٍ

صَحِيحَةٍ مِنَ الْكَافِي كَانَ يَقْرَؤُهَا عَلَى وَالِدِهِ وَعَلَيْهَا خَطُّهُمَا فِي آخِرِ كِتَابِ فَضْلِ الْقُرْآنِ عِنْدَ قَوْلِ الصَّادِقِ الْقُرْآنُ الَّذِي جَاءَ بِهِ جِبْرَئِيلُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ سَبْعَةَ عَشَرَ أَلْفَ آيَةٍ مَا لَفْظُهُ لَا يَخْفَى أَنَّ هٰذَا الْخَبَرَ وَكَثِيرًا مِنَ الْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ صَرِيحَةٌ فِي نَقْصِ الْقُرْآنِ وَتَغْيِيرِهِ وَعِنْدِي أَنَّ الْأَخْبَارَ فِي هٰذَا الْبَابِ لَا يَقْصُرُ عَنْ أَخْبَارِ الْإِمَامَةِ فَكَيْفَ يُثْبِتُونَهَا بِالْخَبَرِ۔

(فصل الخطاب ص ۳۵۲)

ترجمہ:-

(صاحب فصل الخطاب مرزا حسین نوری مذہب شیعہ کے ان چیدہ چیدہ علماء کی فہرست لکھنے کے بعد کہ جنہوں نے قرآن کریم کے نامکمل اور محرف ہونے کی صراحت کی ایک عظیم و نامور مصنف ملا باقر مجلسی کے متعلق تحریر کرتا ہے۔) "الکافی" کے نسخہ صحیحہ کے حاشیہ پر "کتاب فضل القرآن" کے آخر میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایک قول پر یہ عبارت تحریر ہے "الکافی" کو ملا باقر مجلسی اپنے والد کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ اور اس کے صفحات پر جا بجا ان دونوں باپ بیٹوں کی اپنے ہاتھ سے لکھی تحریر موجود ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے۔ القرآن الذی جاء بہ جبرئیل الی محمد الخ یعنی جو قرآن جبریل امین لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل

ہوتے رہے۔ وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔ اس کے حاشیہ پر یہ تحریر کیا۔

"یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ یہ خبر (امام موصوف کا فرمانا کہ سترہ ہزار آیات تھیں) اور اس کے علاوہ بہت سی دیگر صحیح روایات صراحتہً یہ بتلاتی ہیں۔ کہ قرآن کریم ناقص ہے اور اس میں تغیر و تبدل ہو چکا ہے"۔ اور میرے نزدیک تو تحریفِ قرآن کے بارے میں مذکور روایات کسی طور پر اُن روایات سے کم نہیں۔ جو مسئلۂ امامت کے بارے میں آئی ہیں۔ تو لوگ پھر مسئلہ امامت کیسے ثابت کرتے ہیں؟ (یعنی اگر اس قدر بکثرت روایات کے ہونے سے اگر تحریفِ قرآن کا عقیدہ ثابت نہ کیا جائے۔ تو پھر اتنی روایات سے مسئلہ امامت کیسے ثابت ہو سکے گا؟ تو جب ہم سب اہل تشیع کا مسئلہ امامت پر ایمان و یقین ہے۔ کیونکہ اس بارے میں صحیح روایات بکثرت ہیں۔ تو پھر مسئلہ تحریفِ قرآن پر بھی ایمان ضروری ہے)

تلخیص:

"ملا باقر مجلسی" اہل تشیع کا وہ عظیم سپوت ہے۔ کہ جس کے بارے میں یہ کہا کرتے ہیں۔ "اگر ملا مجلسی نہ ہوتا تو ہمارے مذہب کا بہت بڑا حصہ مٹ جاتا" اس عظیم سپوت نے تحریفِ قرآن کو ایک عجیب منطقی رنگ میں ثابت کر دیا۔ اس کا کہنا ہے۔ کہ ہم اہل تشیع کے نزدیک "مسئلہ امامت" ہمارے مذہب کی جان ہے۔ جب یہ مسئلہ بھی اُن روایات سے ہی ثابت ہے۔ جو ہماری معتبر کتب میں بکثرت وارد ہیں۔ اور سب کی سب تقریباً صحیح ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اسی کثرت سے تحریفِ قرآن کی روایات صحیحہ موجود ہوں۔ اور پھر اس کی تصدیق نہ کی جائے۔؟

لہذا اگر قرآن کریم کی تحریف کے متعلق ان کثیر روایات کو اگر تسلیم نہ کیا جائے۔ جو درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ تو پھر مسئلہ امامت سے بھی ہمیں دستبردار ہونا پڑے گا۔ کیونکہ اس مسئلہ کے متعلق روایات کوئی تحریفِ قرآن کی روایات سے زیادہ نہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ جب اہل تشیع مسئلہ امامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو تحریف قرآن پر بھی اُن کا ایمان لازم ہے۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ موجود قرآن کے محرف اور نامکمل ہونے پر اہل تشیع کا ایمان و یقین ہے۔

جو یہ کہے کہ میں نے مکمل قرآن جمع کر دیا۔ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے (امام باقر)

حوالہ نمبر ۲۶

فصل الخطاب

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ مَا ادَّعٰى اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ اَنَّهٗ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ كَمَا اُنْزِلَ اِلَّا كَذَّابٌ وَ مَا جَمَعَهٗ وَ حَفِظَهٗ كَمَا نَزَّلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَالْاَئِمَّةُ مِنْ بَعْدِهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

(فصل الخطاب ص ۲۰ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:-

جابر کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ جو یہ کہتا ہو اور دعویٰ کرتا ہو۔ کہ اس نے تمام قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ جیسا کہ وہ اتارا گیا۔ تو وہ پرلے درجہ کا جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کریم کو نازل فرمایا۔ اس کو من وعن مکمل طور جمع کرنے والے اور یاد رکھنے والے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور ائمہ اہل بیت ہی ہیں۔

"سورۂ لم یکن" سورۃ البقرہ جتنی طویل تھی۔ جس میں قریش کی رسوائی تھی (امام جعفر)

حوالہ نمبر ۲۷:-

فصل الخطاب

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سُوْرَۃُ لَمْ یَکُنْ کَانَتْ مِثْلَ الْبَقَرَۃِ وَ فِیْھَا فَضِیْحَۃُ قُرَیْشٍ فَحَرَّفُوْھَا۔۔۔۔ قَالَ فَضْلُ بْنُ شَاذَانَ فِی الْاِیْضَاحِ وَرُوِیَ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَانَتْ مِثْلَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ قَبْلَ اَنْ یُّضِیْعَ مِنْھَا مَا ضَاعَ فَاِنَّمَا بَقِیَ فِیْ اَیْدِیْنَا مِنْھَا ثَمَانُ اٰیَاتٍ اَوْ تِسْعُ اٰیَاتٍ۔

(فصل الخطاب ص ۱۹ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ سورۂ

لم یکن،، سورۃ البقرہ کے برابر تھی۔ اور اس میں قریش کی ذلت اور رسوائی کی آیات تھیں۔ تو انہوں نے ان آیات کو نکال کر تحریف کی۔ فضل بن شاذان ،، الایضاح ،، میں روایت کرتے ہوئے کہتا ہے۔ سورۃ لم یکن الذین کفروا سورۃ البقرہ کی مثل طویل تھی۔ یہ طوالت اس وقت تھی۔ جب اس میں سے کچھ بھی ضائع نہ کیا گیا تھا۔ اور اب (تحریف کے بعد) اس کی آٹھ یا نو آیات رہ گئیں۔

تقریباً چالیس ہزار مصحف حضرت عثمان نے جلا دیئے۔ کیونکہ ان میں اہل بیت کی تعریف و قریش کی مذمت تھی (باقر مجلسی)

حوالہ نمبر ۱۲۸۔

تذکرۃ الائمہ مشہور آنست کہ جزوآں را کہ در فضیلت امیر المؤمنین و اہل بیت رسالت مشہور صلوات اللہ وسلامہ علیہم و در مذمت قریش و فضائح ایشاں و بعضی در مذمت منافقین بود آنرا عثمان بیرون کردہ مثل آیہ یا لیتنی لم اتخذ ابا بکر خلیلا کہ الی ال کلا نا خلیلا،، مشہور آنست کہ اسم ابوبکر بودہ است و بعد از آنکہ عثمان از ہمہ ولایات

مصاحف را جمع کرد و عاملاں آنرا بہ مدینہ فرستادند قریب بہ چہل ہزار بود
ہمہ را گفت تا سوختند۔

(تذکرۃ الائمہ مصنفہ ملا باقر مجلسی ص ۱۷
مطبوعہ ایران)

ترجمہ:-
مشہور یہ ہے کہ قرآن مجید کا وہ حصّہ کہ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رسول کے فضائل و مناقب تھے۔ اور وہ حصّہ بھی کہ جس میں قریش کی مذمت اور ان کو رسوا کرنے والی آیات درج تھیں۔ اور اس کے ساتھ وہ آیات کہ جن میں منافقین کی خوب مذمت کی گئی تھی۔ ان تمام کو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے قرآن سے نکال دیا ہے۔ اس کی مثال یہ آیت دی جا سکتی ہے۔ یالیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا (کاش میں فلاں کو اپنا ہمراز و دوست نہ بناتا) یہ آیت دراصل یوں تھی۔ یالیتنی لم اتخذ ابا بکر خلیلا۔ (اے کاش! میں ابوبکر کو اپنا دوست نہ بناتا) مشہور یہ ہے کہ اس آیت میں دو ابوبکر ہی کا نام تھا۔

اور یہ بھی امر واقع ہے۔ کہ جب حضرت عثمان نے تمام اطراف سے قرآن کریم کے نسخہ جات منگوائے۔ اور تمام ممالک اسلامیہ کے گورنروں کو یہ نسخہ جات مدینہ منورہ بھیجنے کا حکم دیا۔ یہ نسخہ جات چالیس ہزار کے لگ بھگ تھے۔ ان تمام مصاحف کو حضرت عثمان نے نذرِ آتش کر دیا تھا۔

خلاصہ: ملا باقر مجلسی کی اس عبارت سے صاف عیاں ہے۔ کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مملکتِ اسلامیہ سے تمام موجود مصاحف اس لیے منگوالیے۔ کہ ان میں اہل بیت کی مدح و منقبت تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ قریش و دیگر منافقین کی خوب مٹی پلید کی گئی تھی۔ اور یہ دونوں باتیں جناب عثمان کو گوارا نہ تھیں۔ لہٰذا انہوں نے ایسے تمام مواد کو نذرِ آتش کر دیا۔ پھر جن آیات کو مناسب سمجھا۔ رکھ لیا۔ اور جنہیں چاہا۔ نکال دیا۔ لہٰذا موجود قرآن "صحیفۂ عثمانی" تو ہو سکتا ہے۔ لیکن اللہ کا وہ کلام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ وہ کامل اور مکمل طور پر موجود نہیں۔

اصل قرآن اور موجود قرآن میں تالیف، ترتیبِ سُوَر اور کلمات و آیات تک مخالفت ہے۔

(میرزا حسین نوری)

حوالہ نمبر ۲۹ فصل الخطاب

اَنَّهٗ كَانَ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُرْاٰنًا مَخْصُوْصًا جَمَعَهٗ بِنَفْسِهٖ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَعَرَضَهٗ عَلَى الْقَوْمِ فَاَعْرَضُوْا عَنْهُ فَحَجَبَهٗ عَنْ اَعْيُنِهِمْ وَكَانَ عِنْدَ وَلَدِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتَوَارَثُهٗ اِمَامٌ عَنْ اِمَامٍ كَسَائِرِ خَصَائِصِ الْاِمَامَةِ

وَخَزَائِنِ النُّبُوَّةِ وَهُوَ عِنْدَ الْحُجَّةِ عَجَّلَ اللّٰهُ فَرَجَهُ بِظُهُوْرِهٖ لِلنَّاسِ بَعْدَ ظُهُوْرِهٖ وَيَأْمُرُهُمْ بِقِرَاءَتِهٖ وَهُوَ مُخَالِفٌ لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ الْمَوْجُوْدِ مِنْ حَيْثُ التَّأْلِيْفِ وَتَرْتِيْبِ السُّوَرِ وَالْاٰيَاتِ بَلِ الْكَلِمَاتِ اَيْضًا وَمِنْ جِهَةِ الزِّيَادَةِ وَالنَّقِيْصَةِ۔

(فصل الخطاب ص ۱۲۱ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مخصوص قرآنی نسخہ تھا۔ جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خود اپنے ہاتھوں سے جمع فرمایا تھا۔ یہ مخصوص نسخہ جناب علی المرتضٰی نے جب صحابہ کرام کو دیا۔ تو انہوں نے اس کے قبول کرنے سے منہ موڑ لیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہ مخصوص قرآن ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ پھر یہی نسخہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک دوسرے کی طرف بطورِ وراثت منتقل ہوتا رہا۔ جس طرح کہ امامت کی خصوصیات اور نبوت کے خزانے وراثتاً ان ائمہ اہل بیت میں منتقل ہوتے رہے اور اب وہ نسخہ حجۃ اللہ امام مہدی کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جلدی غار سے باہر لائے۔ وہ جب آئیں گے۔ تو پھر وہ مخصوص نسخہ بھی ساتھ لائیں گے۔ اور لوگوں کو اس کے پڑھنے کا کہیں گے۔ یہ مخصوص نسخہ "موجود قرآن" کے ساتھ ترتیب و تالیف میں مختلف ہے۔ اور کلمات و آیات میں بھی ان دونوں میں اختلاف ہے۔ اور کمی بیشی میں بھی باہم مختلف ہیں۔

تلخیص:۔

روایت بالا کے مطابق "اصل قرآن" حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے ان کی اولاد یعنی ائمہ اہل بیت کی طرف منتقل ہوتا ہوا امام مہدی کے پاس پہنچا۔ جس طرح کہ امور امامت اور رموز نبوت ائمہ اہل بیت میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتے ہوئے اب امام مہدی کے پاس ہیں۔ گویا اصل قرآن اور عہدہ امامت و رموز نبوت اس وقت صرف ایک شخص کے پاس ہیں۔ جن کا اسم گرامی امام مہدی ہے۔ وہ ان کے ساتھ اس وقت کسی غار میں چھپے بیٹھے ہیں۔ موجود قرآن اور اس اصل قرآن میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ موجود قرآن محرف اور نامکمل ہے

نوٹ: مذکورہ روایت سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جب سے امام مہدی روپوش ہیں اہل تشیع کا نہ کوئی امام ہے۔ اور نہ ان کے پاس قرآن۔ یہی بتلا سکتے ہیں۔ کہ اتنے طویل عرصہ میں بن امام ان کا کیسے گزر ہو گیا۔ اور قرآن کے نہ ہونے کی صورت میں احکام الٰہیہ ان کے پاس کہاں سے آ گئے؟ اپنی نمازوں میں کس قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ اپنے عقائد کو کن آیات سے ثابت کرتے ہیں؟

قرآن اصلی حالت میں امام مہدی ہی لیکر آئیں گے

حوالہ نمبر ۲: ترجمہ مقبول:

ہم اپنے امام کے حکم سے مجبور ہیں۔ کہ جو تغیر یہ لوگ کر دیں۔ تم اس کو اسی کے حال پر رہنے دو۔ اور تغیر کرنے والے کا عذاب کم نہ کرو۔ ہاں جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو اصل حال سے مطلع کر دو۔ قرآن مجید کو اس کی اصلی حالت پر لانا جناب صاحب العصر (امام مہدی) علیہ السلام کا حق ہے اور انہی کے وقت میں وہ حسب تنزیل خدائے تعالیٰ پڑھا جائے گا۔

(ترجمہ مقبول شیعہ ص ۹۰۴)

تحریف کی دوسری قسم

کتب شیعہ سے بطور نمونہ دو سورتوں کا تذکرہ جو بقول شیعہ اب قرآن میں نہیں ہیں لیکن اصلی قرآن میں موجود ہیں

کتاب "دبستان المذاہب" میں عقائد اہل تشیع کے اصول ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان نے بہت سے مصاحف جلا دئیے۔ اور وہ سورت بھی ضائع کر دی جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے فضائل تھے۔ من جملہ ان سورتوں میں سے ایک سورت مکمل طور پر ہم ناظرین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ (تاکہ اس سے تحریف کی تائید ہو سکے)

(تفسیر لوامع التنزیل پارہ چودھواں)

حوالہ نمبر (۱)۔

تفسیر لوامع التنزیل

سورۃ النورین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا بِالنُّوْرَيْنِ أَنْزَلْنَاهُمَا
يَتْلُوَانِ عَلَيْكُمْ آيَاتِيْ وَ يُحَذِّرَانِكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ
عَظِيْمٍ ۔ نُوْرَانِ بَعْضُهُمَا مِنْ بَعْضٍ وَأَنَا السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ۔ إِنَّ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
فِيْ آيَاتٍ لَهُمْ جَنّٰتُ نَعِيْمٍ ۔ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْ بَعْدِ مَا آمَنُوْا بِنَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ وَ مَا
عَاهَدَهُمُ الرَّسُوْلُ عَلَيْهِ يُقْذَفُوْنَ فِيْ
الْجَحِيْمِ ۔ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ وَعَصَوْا وَصِيَّ
الرَّسُوْلِ أُولٰئِكَ يُسْقَوْنَ مِنْ حَمِيْمٍ ۔ إِنَّ
اللّٰهَ الَّذِيْ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ بِمَا شَاءَ
وَاصْطَفٰى مِنَ الْمَلٰئِكَةِ وَجَعَلَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
أُولٰئِكَ فِيْ خَلْقِهٖ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۔ قَدْ مَكَرَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ بِرُسُلِهِمْ فَاَخَذْتُهُمْ
بِمَكْرِهِمْ اِنَّ اَخْذِيْ شَدِيْدٌ اَلِيْمٌ ۔ اِنَّ اللّٰهَ
قَدْ اَهْلَكَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاْ بِمَا كَسَبُوْا وَجَعَلَهُمْ
لَكُمْ تَذْكِرَةً اَفَلَا تَتَّقُوْنِ ۔ وَفِرْعَوْنُ بِمَا طَغٰى
عَلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ هٰرُوْنَ ۔ اَغْرَقْنَاهُ وَمَنْ تَبِعَهٗ
اَجْمَعِيْنَ ۔ لِيَكُوْنَ لَكُمْ اٰيَةً وَاِنَّ اَكْثَرَكُمْ
فٰسِقُوْنَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَجْمَعُهُمْ فِيْ يَوْمِ الْحَشْرِ
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْجَوَابَ حِيْنَ يُسْئَلُوْنَ ۔
اِنَّ الْجَحِيْمَ مَاْوٰهُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔
يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ اِنْذَارِيْ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۔
قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَانُوْا عَنْ اٰيَاتِيْ وَحُكْمِيْ
مُعْرِضُوْنَ ۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِكَ
اِنِّيْ جَزَيْتُهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ
مَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ عَظِيْمٍ ۔ وَاِنَّ عَلِيًّا مِّنَ
الْمُتَّقِيْنَ ۔ وَاِنَّا لَنُوَفِّيْهِ حَقَّهٗ يَوْمَ الدِّيْنِ ۔
مَا نَحْنُ عَنْ ظُلْمِهٖ بِغَافِلِيْنَ ۔ وَكَرَّمْنَاهُ
عَلٰى اَهْلِكَ اَجْمَعِيْنَ ۔ فَاِنَّهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ
لَصَابِرُوْنَ ۔ وَاِنَّ عَدُوَّهُمْ اِمَامُ الْمُجْرِمِيْنَ ۔
قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ مَا اٰمَنُوْا طَلَبْتُمْ
زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاسْتَعْجَلْتُمْ بِهَا وَ

نَسِيْتُمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ،
وَنَقَضْتُمُ الْعُهُوْدَ مِنْ بَعْدِ تَوْكِيْدِهَا
وَقَدْ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ۝ يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ قَدْ اَنْزَلْنَا
اِلَيْكَ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فِيْهَا مَنْ يَّتَوَفّٰهُ
مُؤْمِنًا وَّ مَنْ يَّتَوَلَّاهُ مِنْ بَعْدِكَ يُظْهَرُوْنَ ۝
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ اِنَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ اِنَّا
لَهُمْ مُّحْضَرُوْنَ فِيْ يَوْمٍ لَّا يُغْنِيْ عَنْهُمْ
شَيْءٌ وَّلَا هُمْ يُرْحَمُوْنَ ۝ اِنَّ لَهُمْ فِيْ
جَهَنَّمَ مَقَامًا عَنْهُ لَا يَعْدِلُوْنَ ۝
فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ بِمَا
اسْتُخْلِفَ فَبَغَوْا هٰرُوْنَ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ
فَجَعَلْنَا مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ
وَلَعَنّٰهُمْ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ فَاصْبِرْ
فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بِكَ
الْحُكْمَ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝
وَجَعَلْنَا لَكَ مِنْهُمْ وَصِيًّا لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلّٰى عَنْ اَمْرِيْ فَاِلَيَّ
مَرْجِعُهٗ فَلْيَتَمَتَّعُوْا بِكُفْرِهِمْ قَلِيْلًا
فَلَا تُسْئَلُ عَنِ النَّاكِثِيْنَ ۝ يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ

قَدْ جَعَلْنَا لَكَ فِيْ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
عَهْدًا فَخُذْهُ وَكُنْ مِّنَ الشَّاكِرِيْنَ ۝ اِنَّ
عَلِيًّا قَانِتًا بِاللَّيْلِ سَاجِدًا يَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ
وَيَرْجُوْا ثَوَابَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَهُمْ بِعَذَابِىْ يَعْلَمُوْنَ ۝
سَيُجْعَلُ الْاَغْلَالُ فِىْ اَعْنَاقِهِمْ وَهُمْ
عَلٰى اَعْمَالِهِمْ يَنْدِمُوْنَ ۝ اِنَّا بَشَّرْنٰكَ
بِذُرِّيَّتِهِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِنَّهُمْ لِاَمْرِنَا
لَا يُخْلِفُوْنَ ۝ فَعَلَيْهِمْ مِّنِّىْ صَلَوَاتٌ
وَرَحْمَةٌ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا وَّيَوْمَ
يُبْعَثُوْنَ ۝ وَعَلَى الَّذِيْنَ يَبْغُوْنَ عَلَيْهِمْ
مِنْۢ بَعْدِكَ غَضَبِىْ اِنَّهُمْ قَوْمُ سَوْءٍ
خَاسِرِيْنَ ۝ وَعَلَى الَّذِيْنَ سَلَكُوْا
مَسْلَكَهُمْ مِّنِّىْ رَحْمَةٌ وَّهُمْ
فِى الْغُرُفَاتِ اٰمِنُوْنَ ۝ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(۱) تفسیر لوامع التنزیل پارہ چودھواں
ص ۱۵-۱۶ مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور
(۲) تذکرۃ الائمہ ص ۱۹ مطبوعہ ایران
(۳) فصل الخطاب ص ۱۸۰-۱۸۱

حوالہ نمبر ۲ تذکرۃ الائمہ:۔

سورۃ الولایۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِالنَّبِيِّ وَالْوَلِيِّ الَّذِيْنَ
بَعَثْنَاهُمَا يَهْدِيَانِكُمْ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ٥ نَبِيٌّ وَّ وَلِيٌّ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ
وَاَنَا الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ٥ اِنَّ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ
بِعَهْدِ اللّٰهِ لَهُمْ جَنّٰتُ نَعِيْمٍ ٥ فَالَّذِيْنَ
اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا كَانُوْا
مُكَذِّبِيْنَ ٥ اِنَّ لَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ
مَقَامٌ عَظِيْمٌ ٥ اِذَا نُوْدِيَ لَهُمْ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ اَيْنَ الضَّالُّوْنَ الْمُكَذِّبِيْنَ
لِلْمُرْسَلِيْنَ مَا خَلَفَهُمُ الْمُرْسَلُوْنَ اِلَّا
بِالْحَقِّ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَنْظُرَهُمْ اِلٰى اَجَلٍ
قَرِيْبٍ ٥ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَعَلِيٌّ مِنَ
الشَّاهِدِيْنَ ٥

(تذکرۃ الائمہ مصنفہ ملا باقر مجلسی
ص ۱۹-۲۰ مطبوعہ ایران)

تبصرہ:

قارئین کرام! سورۂ نورین اور سورۂ ولایۃ دونوں آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ یہ دونوں سورتیں موجودہ قرآن میں کہیں بھی موجود نہیں ہیں۔ ان دونوں سورتوں میں جہاں اور بہت سی باتیں مذکور ہیں۔ وہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام واضح اور صاف الفاظ سے لکھا موجود ہے۔ ان کے علاوہ اہل بیت کے فضائل اور ان کے بدخواہوں کی سرزنش بھی موجود ہے۔ چونکہ یہی دو باتیں اُن باتوں میں سے اہم تھیں۔ جو بقول اہل تشیع تحریف قرآن کا سبب بنیں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع صرف زبانی ہی تحریف قرآن کے دعویدار نہیں۔ بلکہ ان کے ہاں پوری کی پوری ایسی سورتیں دستیاب ہیں۔ جو ان کے دعووں کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں۔ یہ دو سورتیں بھی من جملہ انہی میں سے ہیں۔ جو ان کے نزدیک موجودہ قرآن کے محرف اور نامکمل ہونے کا زندہ ثبوت ہیں۔ انہیں اور ان جیسی بہت سی دیگر سورتوں اور آیات کو اہل بیت کے دشمنوں نے قرآن سے نکال دیا ہے۔ (معاذ اللہ)

حوالہ نمبر ۳ تفسیر لوامع التنزیل

ہمچنان سورۂ تامہ کاملہ کہ موسوم است بسورۃ الولایۃ قائلین می نویسند

کہ از قرآن تحریف کردہ اند چنانچہ شیخ محمد بن علی ابن شہر آشوب ماز ندرانی در کتاب "المثالب" آوردہ است: انھم اسقطوا من القرآن تمام سورۃ الولایۃ۔ یعنی ایشاں تمام سورۂ ولایت را از قرآن مجید ساقط کردہ اند و نیز روایات متضمن سورۂ احزاب است کہ در زمان کرامت نشان سرور انس و جان برابر سورۂ بقرہ بود و حالا زیادہ از ہفتاد و سہ آیات در آں نیست۔

(تفسیر لوامع التنزیل پارہ چودھواں ص ۱۷ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ:

اسی طرح ایک مکمل سورت جو کہ سورۃ الولایت کے نام سے مشہور تھی تحریف کے قائلین کہتے ہیں۔ کہ اس سورۃ کو قرآن سے تحریف کر کے نکال دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیخ محمد بن علی ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب "المثالب" میں لکھا ہے۔ "ان منافقین نے سورت ولایت مکمل طور پر قرآن سے نکال دی ہے" نیز سورۂ احزاب کے متعلق وہ روایات بھی تحریف قرآن کی تائید کرتی ہیں۔ جن میں مذکور ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں یہ سورۃ "سورۃ البقرہ" کے برابر تھی۔ اور اب اس میں بہتر آیات سے زیادہ آیات نہیں ہیں۔

الحاصل:

مذکورہ روایات و حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکار ہو گئی۔ کہ اہل تشیع کے عقائد کے مطابق موجود قرآن میں ہر طرح کی تحریف پائی جاتی ہے۔

گزشتہ اوراق میں تیس حوالہ جات اس امر کا ثبوت مہیا کرتے ہیں۔ آخر میں بطور نمونہ ہم نے دو مکمل سورتیں ایسی درج کر دی ہیں۔ جو موجود قرآن میں ناپید ہیں۔ ان تمام حوالہ جات کو پڑھ کر ہر صاحبِ خرد اور عقل و ہوش رکھنے والا یہ باور کرے گا۔ کہ اہل تشیع واقعی موجود قرآن کو محرف اور نامکمل کہتے اور مانتے ہیں۔ اور مکمل و کامل قرآن جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ وہ اس وقت سے دنیا میں موجود نہیں جب سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو غائب کر دیا تھا۔ اور دوبارہ امام مہدی ہی اس کو لے کر آئیں گے۔ اس کے بعد ہم چند ایسے حوالہ جات سپرد قلم کر رہے ہیں۔ جن میں کچھ آیات ذکر کی جائیں گی۔ اور ان میں اہل تشیع کے بقول جو تحریف ہوئی ہے۔ اس کو ذکر کیا جائے گا۔

تحریف کی تیسری قسم

آیاتِ قرآنیہ میں تحریف وتبدیل

حوالہ نمبر ۱ فصل الخطاب

اَلْخَامِسُ اَنَّهٗ لَا یُمْکِنُ کَوْنُ بَعْضِ تِلْكَ الزِّیَادَةِ مِنْ
غَیْرِ الْقُرْاٰنِ کَزِیَادَةِ (وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ)
بَعْدَ قَوْلِهٖ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی وَ (اٰلَ مُحَمَّدٍ
عَلَی الْعٰلَمِیْنَ) بَعْدَ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اَوْ بَدِّلْهُ
(وَعَائِشَةَ اِذًا بِكَ) بَعْدَ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاِذَا صُرِفَتْ
اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحَابِ النَّارِ قَالُوْا
(وَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلِیْ وَعَلِیٌّ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ)۔
بَعْدِ قَوْلِهٖ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ وَ (مُظْلِمًا) بَعْدَ
قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّیْلِ
وَ (حِفْنَةً) بَعْدَ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاِیْتَآءِ ذِی
الْقُرْبٰی (وَلِیَعْمُوْا فِیْهَا) بَعْدَ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمَا

جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لَهُمْ، وَ (كَانَ
كَافِرًا) بَعْدَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ، (وَلَا
مُحَدَّثٍ) بَعْدَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ
رَسُوْلٍ وَلَا نَبِيٍّ، (وَرَهْطَكَ الْمُخْلَصِيْنَ) بَعْدَ
قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ، (وَهُوَ
أَبٌ لَهُمْ) بَعْدَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَأَزْوَاجُهٗ أُمَّهَاتُهُمْ
(وَأَصْلِيَاهَا فَلَا تَمُوْتَانِ فِيْهَا وَلَا تَحْيَيَانِ)
بَعْدَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمَا بِهَا
تُكَذِّبَانِ، وَ (مِنْكُمْ) بَعْدَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَيَوْمَئِذٍ
لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖ، (وَإِنَّهٗ فِيْهِ إِلٰى آخِرِ
الدَّهْرِ) بَعْدَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ
وَأَوْضَحُ مِنْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ مَا وَرَدَ فِيْ إِنْكَارِ
بَعْضِ الْكَلِمَاتِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ وَأَنَّهَا مُبَدَّلَةٌ مُغَيَّرَةٌ
مِثْلَ تَكْذِيْبِ قِرَاءَتِهٖ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ وَإِنَّمَا
هُوَ وَأَنْتُمْ ضُعَفَاءُ، فَفِيْ أَخْبَارٍ كَثِيْرَةٍ لَا
يَجُوْزُ وَصْفُهُمْ بِأَنَّهُمْ أَذِلَّةٌ أَوْ كَانُوْا
أَذِلَّةً وَفِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَمَا أَذَلَّ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ قَطُّ
وَمَا وَرَدَ فِيْ تَكْذِيْبِ قِرَاءَةِ خَيْرَ أُمَّةٍ وَ
أَدْخَلَ أَئِمَّةٍ وَقِرَاءَتِهٖ إِلَى الْمَرَافِقِ مِنَ الْمَرَافِقِ
وَقِرَاءَتِهٖ ذَوِيْ عَدْلٍ وَالْأَصْلُ ذَوَا عَدْلٍ وَقِرَاءَتِهٖ

الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَالْاَصْلُ فَارَقُوْا وَقِرَاَتُهٗ
يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ وَالْاَصْلُ يَسْاَلُوْنَكَ الْاَنْفَالَ
وَقِرَاَتُهٗ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَالْاَصْلُ
بِالْمُنَافِقِيْنَ وَقِرَاَتُهٗ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ
الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَصْلُ بِالنَّبِيِّ عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ وَقِرَاَتُهٗ
خُلِّفُوْا وَالْاَصْلُ خَالَفُوْا وَقِرَاَتُهٗ لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ
بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ وَالْاَصْلُ لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ
مِّنْ خَلْفِهٖ وَرَقِيْبٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَقِرَاَتُهٗ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ
وَلِوَالِدَيَّ وَالْاَصْلُ وَلِوَالِدَيَّ وَقِرَاَتُهٗ وَاجْعَلْنَا
لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا وَالْاَصْلُ وَاجْعَلْ لَنَا مِنَ الْمُتَّقِيْنَ
وَقِرَاَتُهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا وَالْاَصْلُ
تَبَيَّنَتِ الْاِنْسُ اَنَّ الْجِنَّ لَوْ كَانُوْا وَقِرَاَتُهٗ وَتَجْعَلُوْنَ
رِزْقَكُمْ وَالْاَصْلُ شُكْرَكُمْ وَقِرَاَتُهٗ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا
وَالْاَصْلُ زَاغَتْ وَقِرَاَتُهٗ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ وَ
الْاَصْلُ فَمَنْ يُكَذِّبُكَ وَالْاَخْبَارُ فِي التَّكْذِيْبِ
وَالْاِنْكَارِ وَلِكَوْنِ الْمَوْجُوْدِ مِمَّا ذَكَرَهُ الْمُنَزَّلُ
وَاٰيَةٌ فِيْ مُصْحَفِهٖ وَقِرَاءَاتُهُمْ كَمَا ذُكِرَ
كَثِيْرَةٌ وَغَيْرُ قَابِلَةٍ اَيْضًا لِلْعَمَلِ عَلٰى تَعَدُّدِ
الْقِرَاءَاتِ بِنَاءً عَلَى الْقَوْلِ بِهَا۔

(فصل الخطاب ص ۱۲۶-۱۲۷
طبع تہران)

تبصرہ:-

مرزا حسین نوری صاحب فصل الخطاب نے تحریف قرآن کے ضمن میں پانچویں با
جو ذکر کی۔ اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ جو لوگ قرآن پاک میں
نکالے گئے بعض کلمات کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ کلمات قرآن میں نہ تھے
بلکہ کلماتِ قرآنیہ کی تفسیر کے ضمن میں آتے ہیں۔ جیسا کہ الصلوٰۃ الوسطیٰ کی تفسی
صلوٰۃ العصر کے الفاظ ہیں۔ ان لوگوں کا یہ قول قابلِ تسلیم نہیں۔ بلکہ واضح ترین بات
ہے۔ کہ موجودہ قرآن کے بعض کلمات کو لوگوں نے یا تو نکال دیا۔ یا ان کی جگہ کوئی د
کلمہ لگا دیا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا۔ تو کلمات قرآنیہ میں اہل بیت کی شان صاف صا
دکھائی دیتی۔ اسی امر کی چند مثالیں بھی یہ مصنف دیتا ہے۔ مثلاً و انتم اذلہ۔
بارے میں لکھتا ہے۔ کہ یہ دراصل و انتم ضعفاء تھا۔ بقول مصنف ا
اذلہ کا معنی یہ کہ تم (اے محمد آپ اور آپ کے ساتھی) ذلیل تھے۔ تو اللہ تعا
اپنے محبوب اور ان کے جانثاروں کو ذلیل کب کہہ سکتا ہے۔ لہٰذا اس جگہ
لفظ ضعفاء تھا۔ یعنی تم مالی طور پر کمزور تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مرزا حسین نوری کی مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ کہ موجودہ قرآ
میں ایک تحریف اس طرح ہوئی۔ کہ بعض کلمات سرے سے ہی نکال دیئے گ
اور دوسری تحریف یوں ہے۔ کہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ لا کھڑا کیا گیا۔ ہم نے مذکو
عبارت میں دو نشان استعمال کیے ہیں۔ جو الفاظ قوسین ( ) کے درمیان ہیں
یہ وہ ہیں۔ جو بقول مرزا حسین قرآن سے نکال دیئے گئے۔ اور جو خط کشیدہ الفا
ہیں۔

یہ اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ ان کی جگہ اصل لفظ اور تھے۔ یہ تبدیل ش

کلمات ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع موجود قرآن کو محرف مانتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۲/ اصول کافی

عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَہٗ لِمَ سُمِّیَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ اللّٰہُ سَمَّاہُ وَھٰکَذَا اُنْزِلَ فِیْ کِتَابِہٖ " وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلِیْ وَاَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۴۱۲
کتاب الحجۃ باب نادر مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

جابر کہتے ہیں۔ میں نے امام ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو "امیر المؤمنین" کے نام سے کیوں پکارا جاتا ہے؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی نام سے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ قرآن پاک میں یوں تھا۔ واذ اخذ ربک الایۃ (اس وقت کو یاد کرو جب آپ کے پروردگار نے حضرت آدم کی اولاد کو ان کی پشتوں سے نکالا۔ اور انہیں اپنی جانوں پر گواہ بنایا اور پوچھا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے رسول نہیں۔ اور علی امیر المؤمنین نہیں۔) سب نے کہا ہاں تو ہمارا رب محمد تیرے رسول اور علی امیر المؤمنین ہیں۔

حوالہ نمبر ۳/ اصول کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ : " وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (فِیْ وِلَایَۃِ عَلِیٍّ وَ [ولایۃ] الْاَئِمَّۃِ مِنْ بَعْدِہٖ) فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ھٰکَذَا اُنْزِلَتْ ۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۴ کتاب الحجۃ باب فیہ نکت ونتف من التنزیل فی الولایۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت اس طرح نازل کی گئی تھی۔ (جو اوپر مذکور ہوئی ہے اور اس کا ترجمہ یوں بنتا ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کی ولایتِ علی اور ان کے بعد آنے والے ائمہ کی ولایت کے بارے میں اطاعت کی۔ تو وہ بہت بڑی کامیابی سے سرفراز ہوا۔

حوالہ نمبر ۴/ اصول کافی

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَرْوَانَ رَفَعَہٗ اِلَیْھِمْ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ " وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ " فِیْ عَلِیٍّ وَ الْاَئِمَّۃِ " کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا "

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(اصول کافی کتاب الحجۃ جلد ۱ ص ۴۱۴)

ترجمہ:-

محمد بن مروان سے مرفوعاً روایت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وما کان لکم ان تؤذوا" اصل میں یوں تھا۔ (جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا) اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ انہیں یہ زیب نہیں دیتا۔ کہ اللہ کے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی اور دیگر ائمہ اہل بیت کے بارے میں تکلیف پہنچاؤ۔ ان لوگوں کی طرح کہ جنہوں نے حضرت موسیٰ کو رنج پہنچایا تو اللہ تعالیٰ نے اُن الزام لگانے والوں کے الزام سے حضرت موسیٰ کو بری فرما دیا۔

حوالہ نمبر ۵/ اصول کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِہٖ "وَلَقَدْ عَہِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ" کَلِمَاتٍ فِیْ مُحَمَّدٍ وَّ عَلِیٍّ وَّ فَاطِمَۃَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ وَ الْاَئِمَّۃِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ مِنْ ذُرِّیَّتِہِمْ "فَنَسِیَ" ھٰکَذَا وَاللّٰہِ نُزِّلَتْ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۶ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ خدا کی قسم! آیت "ولقد عہدنا الی ادم" حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح نازل ہوئی۔ (جیسا کہ اوپر حوالہ میں مذکور ہے اور اس کا ترجمہ یہ بنتا ہے) اور تحقیق ہم نے آدم سے بہت پہلے یہ عہد لیا تھا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم اور دیگر حضرات ائمہ اہل بیت ہمارے کلمات ہیں۔ (یعنی ان کے متعلق کچھ باتوں کا حضرت آدم سے ہم نے عہد لیا۔) اور آدم کی اولاد سے بھی یہی عہد لیا۔ لیکن وہ بھول گئے قسم خدا کی محمد صلی علیہ وسلم پہ یہ آیت اس طرح ہی نازل ہوئی۔

حوالہ نمبر۲: اصول کافی

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِہٰذِہِ الْاٰیَۃِ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ ھٰکَذَا "بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِہٖ اَنْفُسَھُمْ اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ (فِیْ عَلِیٍّ) بَغْیًا۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۷

مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت "بئسما اشتروا الخ" ان الفاظ کے ساتھ لے کر نازل ہوئے تھے۔ (جن کا ترجمہ یہ ہے) وہ چیز بری ہے۔ جو کہ انہوں نے بغاوت کرتے ہوئے اپنی جانوں کو اس کے بدلے میں خریدا۔ وہ بات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھی۔

حوالہ نمبر ۷ / اصول کافی

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ ھٰکَذَا ” وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا (فِیْ عَلِیٍّ) فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۴۱۷ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

جابر روایت کرتا ہے۔ کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یوں آیت لے کر اترے۔ ”و ان کنتم الخ“ (جس کا ترجمہ یہ ہے) اور اگر تمہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمارے خاص بندے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی باتوں میں شک ہو۔ تو کوئی ایک سورت اس جیسی لا دکھاؤ۔

حوالہ نمبر ۸ / اصول کافی

یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (فِیْ شَانِ عَلِیٍّ) وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔

فِی الرَّعْدِ:- اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ (لِعِبَادٍ وَعَلِیٌّ) لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔

فِی الشُّعَرَآءِ:- وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (اٰلَ مُحَمَّدٍ) اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

فِی النِّسَآءِ:- اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمْ

اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ فَقَدْ اٰتَیْنَا اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ (وَاٰلَ مُحَمَّدٍ) الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا۔

فِی الصّٰفّٰتِ :۔ وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (فِیْ وِلَایَۃِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ) مَا لَکُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ۔

فِی الزُّخْرُفِ :۔ فَاِمَّا نَذْھَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنْھُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ (بِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ)

فِیْ طٰہٰ۔ وَلَقَدْ عَھِدْنَا اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ (کَلِمَاتٍ فِیْ مُحَمَّدٍ وَعَلِیٍّ وَفَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَالتِّسْعَۃِ الْمَعْصُوْمِیْنَ مِنْ ذُرِّیَّۃِ الْحُسَیْنِ) فَنَسِیَ فَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا۔

فِی النَّجْمِ :۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ (فِیْ عَلِیٍّ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ) مَآ اَوْحٰی۔

فِیْ اٰیَۃِ الْکُرْسِیِّ :۔ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ) مَنْ (رَبِّیْ) الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔

فِی الْاَحْزَابِ :۔ وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ (بِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ) وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا۔

فِی الْحَمْدِ :۔ اَلْحَمْدُ (مِنَ) اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (ھُنَاکَ) نَعْبُدُ

(وَاِيَّاكَ نَسْتَعَانُ نُرْشِدُ لِسَبِيْلِ الْمُسْتَقِيْمِ لِسَبِيْلِ) الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (سِوٰى) الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

(تذکرۃ الائمہ مصنفہ ملا باقر مجلسی۔)
(ص ۲۰-۲۱ مطبوعہ تہران)

نوٹ:۔

تذکرۃ الائمہ کی درج بالا عبارت میں جو الفاظ قوسین (   ) کے درمیان ہیں۔ یہ وہ الفاظ ہیں۔ جو بقول ملا باقر مجلسی اصل قرآن میں تھے۔ اور پھر انہیں صحابہ کرام نے اس لیے نکال دیا۔ کہ ان میں حضرت علی المرتضٰے اور دیگر اہل بیت کے فضائل و محاسن تھے۔ اس عبارت کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملا باقر مجلسی اور اس کے ہمنواؤں کے نزدیک موجودہ قرآن میں بعض جگہ تو کلمات کی تبدیلی کی گئی ہے۔ اور بعض جگہ سرے سے ہی کچھ الفاظ اڑا دیئے گئے ہیں۔

سورۃ الفاتحہ اور آیۃ الکرسی میں تحریف و تبدیلی دیکھیں۔ تو صاف ظاہر ہوگا۔ کہ یہ دو جگہیں وہ ہیں۔ جو تقریباً ہر مسلمان کو زبانی یاد ہیں۔ لیکن جن الفاظ کی ملا باقر مجلسی نے حذف و تبدیلی کی نشاندہی کی ہے۔ وہ نہ تو موجودہ قرآن کے کسی نسخہ میں نظر آتی ہے۔ اور نہ ہی کسی کو ان زائد الفاظ کے ساتھ یہ یاد ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک یہ بات بالکل واضح اور ثابت ہے کہ موجودہ قرآن نامکمل ہے۔ اور اس میں کلمات کی تبدیلی کے علاوہ بہت سی جگہوں سے الفاظ اور عبارت کی عبارت نکال دی گئی ہے اور یہ سب کچھ صحابہ کرام نے کیا۔ اور ایسا کرنے کی ضرورت انہیں اس لیے پیش آئی۔ کہ ان الفاظ میں اہل بیت کے فضائل و کمالات کا ذکر تھا۔ اور صحابہ کرام قرآن میں انہیں دیکھنا پسند نہ کرتے تھے (العیاذ باللہ)

حوالہ نمبر ۹ تفسیر قمی:

وَاَمَّا مَا هُوَ عَلٰى خِلَافِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَهُوَ قَوْلُهٗ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لِقَارِئِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ خَيْرَ اُمَّةٍ يَقْتُلُوْنَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَقِيْلَ لَهٗ كَيْفَ اُنْزِلَتْ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّمَا نُزِّلَتْ كُنْتُمْ خَيْرَ (اَئِمَّةٍ) اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اَلَا تَرٰى مَدْحَ اللّٰهِ لَهُمْ فِيْ اٰخِرِ الْاٰيَةِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَمِثْلُهٗ اَنَّهٗ قُرِئَ عَلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَقَدْ سَاَلُوا اللّٰهَ عَظِيْمًا اَنْ يَجْعَلَهُمْ اِمَامًا لِلْمُتَّقِيْنَ فَقِيْلَ لَهٗ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَيْفَ نُزِّلَتْ فَقَالَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ (وَاجْعَلْ لَنَا مِنَ الْمُتَّقِيْنَ) اِمَامًا۔ وَقَوْلُهٗ لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْفَ يُحْفَظُ الشَّيْءُ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَكُوْنُ الْمُعَقِّبُ مِنْ

مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فَقِيلَ لَهُ وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّمَا نُزِّلَتْ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ (مِنْ خَلْفِهِ وَرَقِيبٌ مِنْ) بَيْنِ يَدَيْهِ يَحْفَظُونَهُ بِاَمْرِ اللّٰهِ وَمِثْلُهُ كَثِيرٌ وَاَمَّا مَا هُوَ مُحَرَّفٌ مِنْهُ فَهُوَ قَوْلُهُ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَشْهَدُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ (فِي عَلِيٍّ) كَذَا اُنْزِلَتْ اَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلٰئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ وَقَوْلُهُ يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (فِي عَلِيٍّ) فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَقَوْلُهُ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا (اٰلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ) لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (اٰلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ) اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ وَقَوْلُهُ وَلَوْ تَرٰى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (اٰلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ) فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَمِثْلُهُ كَثِيْرٌ نَذْكُرُهُ فِيْ مَوَاضِعِهِ۔

(تفسیر قمی صفحہ نمبر ۱۰ تا ۱۱ الی ما ھو حرف مکان حرف،
مطبوعہ ایران طبع قدیم)

نوٹ:۔

صاحب تفسیر ابراہیم قمی شیعی نے ایسے بہت سے مقامات کی نشاندہی کی کہ جہاں سے کچھ ایسے الفاظ نکال دیئے گئے۔ جن الفاظ کے ساتھ وہ آیات آتی

گئیں۔ اور اسی ضمن میں تائید کے طور پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے چند استدلالی اقوال بھی نقل کیے۔ مثلاً "وخیر امۃ" کا لفظ کس طرح برموقع و محل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اسی اُمت نے حضرت علی اور حسنین کریمین کو شہید کیا۔ تو سائل کے جواب میں فرمایا۔ یہاں "وامتہ" کی بجائے "وائمتہ" تھا۔ اور اس کے علاوہ کچھ ان آیات کا تذکرہ بھی صاحب تفسیر قمی نے بحوالہ امام جعفر صادق کیا۔ کہ جن میں اہل بیت کے فضائل تھے اور ان کے دشمنوں (صحابہ کرام) کے نقائص و عیوب تھے۔ تو صحابہ کرام نے ان تمام مقامات میں تحریف و تبدیلی کر دی۔ ہم نے تفسیر قمی کی عبارت کے دوران اُن الفاظ کو اس نشان ( ) کے ذریعہ ظاہر کیا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۰ / اصول کافی

عَنْ مِنْخَلٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَزَّلَ جِبْرَئِیْلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ ھٰکَذَا۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا (فِیْ عَلِیٍّ) نُوْرًا مُّبِیْنًا۔

(۱۔ اصول کافی جلد اول ص ۴۱۷ کتاب الحجۃ باب فیہ نکت و نتف من التنزیل فی الولایۃ، مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲۔ اصول کافی ص ۲۶۴ طبع قدیم مطبوعہ نولکشور)

ترجمہ:-
منحل حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ امام موصوف نے فرمایا۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت یوں لے کر آئے تھے۔ یا ایہا الذین اوتوا الکتاب (یعنی وو فِی عَلِیّ) کے الفاظ اصل وحی میں تھے۔ جواب موجود نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ قرآن کریم سے یہ لفظ نکال دیئے گئے ہیں)

حوالہ نمبر ۱۱/ اصول کافی

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی سَاَلَ سَائِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ بِوَلَايَةِ عَلِیٍّ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وَاللّٰهِ نَزَلَ بِهَا جِبْرَئِيْلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(اصول کافی کتاب الحجہ جلد ۱ ص ۴۲۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابو بصیر روایت کرتا ہے۔ امام موصوف نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا۔ کہ جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات یوں لے کر آئے تھے۔ سال سائل بعذاب واقع للکفرین بولایت علی الخ۔ (موجودہ قرآن میں للکفرین کے بعد "بولایۃ علی"

کے الفاظ موجود نہیں۔ لہٰذا یہ حذف کر دیئے گئے)

حوالہ نمبر ۱۲ اصول کافی

عَنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ بِهٰذِہِ الْاٰیَۃِ هٰکَذَا اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا اٰلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ لَمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا وَکَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ثُمَّ قَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فِیْ وِلَایَۃِ عَلِیٍّ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ وَاِنْ تَکْفُرُوْا بِوِلَایَۃِ عَلِیٍّ فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ نمبر ۴۲۴
کتاب الحجت باب نکت
ونتف طبع جدید مطبوعہ تہران۔)

ترجمہ:۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ابو حمزہ روایت کرتا ہے۔ کہ امام موصوف نے فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام یہ آیت ان الفاظ سے لے کر آئے تھے
ان الذین کفروا وظلموا اٰل محمد حقهم الخ
پھر فرمایا۔ کہ یا ایها الناس قد جاءکم الرسول میں دو مرتبہ "ولایت علی" کا ذکر تھا۔

لیکن موجود قرآن میں نہ "وآل محمد حقھم" کے الفاظ موجود ہیں۔ اور نہ ہی "ولایت علی" کا کہیں آیت مذکورہ میں ذکر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اصل قرآن میں جبرئیل علیہ السلام یہ الفاظ لے کر اترے تھے۔ بعد میں مخالفین نے قرآن سے انہیں نکال دیا۔ لہٰذا موجود قرآن محرف اور نامکمل ہے۔

حوالہ نمبر ۱۳ / فصل الخطاب

(سورۃ الانشراح میں تحریف)

الطبرسی فی مشارقه یرفعه بالاسناد الی المقداد ابن الاسود الکندی قال کنّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْکَعْبَةِ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اعْضُدْنِيْ وَاشْدُدْ اَزْرِيْ وَاشْرَحْ صَدْرِيْ وَارْفَعْ ذِكْرِيْ فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ وَقَالَ اقْرَأْ يَا مُحَمَّدُ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ بِعَلِيٍّ صِهْرِكَ. فَقَرَأَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَثْبَتَهَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَانْتَقَصَهَا عُثْمَانُ۔

(فصل الخطاب صفحہ نمبر ۲۴۷
مطبوعہ ایران)

ترجمہ:-

طبرسی نے مشارق نامی کتاب میں مقداد بن اسود الکندی سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ کہ جناب مقداد فرماتے ہیں۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کعبہ کے پردوں کو ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے تھے۔ اے اللہ! مجھے مضبوطی عطا فرما۔ میری ہمت باندھ۔ میرا سینہ کھول دے۔ اور میرا ذکر اونچا کر دے۔ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام اترے۔ اور عرض کیا حضور! پڑھیے۔ الم نشرح الی آخر

اس سورۃ میں جبرئیل نے ورفعنا لک ذکرک کے بعد وبعلی صہرک کے الفاظ بھی اللہ کی طرف سے پہنچائے۔ جنہیں بعد میں حضور نے پڑھا۔ اور ابن مسعود نے انہیں ثابت رکھا۔ لیکن عثمان غنی نے انہیں نکال دیا۔ (اور اب یہ الفاظ موجود قرآن میں نہیں۔

حوالہ نمبر ۱۴: فصل الخطاب

سورۃ القدر میں تحریف

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ يَمْلِكُهَا بَنُوْ اُمَيَّةَ لَيْسَ فِيْهَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۔۔۔۔۔ وَرَوٰى بَعْضُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَصْحَابِنَا فِیْ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ لَیْسَ فِیْھَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ عِنْدِ رَبِّھِمْ عَلٰی اَوْصِیَآءِ مُحَمَّدٍ بِکُلِّ اَمْرٍ۔

(فصل الخطاب ص ۲۴۸۔)

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ القدر میں یہ الفاظ بھی نازل فرمائے تھے......... لیلۃ القدر خیر من الف شھر یملکھا بنو امیۃ لیس فیھا لیلۃ القدر یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہ وہ عرصہ (ہزار مہینا) ہے کہ بنوامیہ حکمران ہوں گے۔ اور اس عرصہ میں شب قدر نہ ہو گی۔ .... ہمارے بعض اصحاب نے روایت کی۔ کہ سورۃ القدر یوں نازل ہوئی تھی.......... لیلۃ القدر خیر من الف شھر لیس فیھا لیلۃ القدر......... یعنی شب قدر ایسے ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔ کہ جن میں لیلۃ القدر نہ ہو.................... باذن ربھم من عند ربھم علی اوصیاء محمد بکل امر۔ یعنی جبرئیل امین اور دوسرے فرشتے اس رات اپنے رب کے حکم سے اسی کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصیاء کی طرف ہر قسم کا حکم لے کر اترتے ہیں۔

لمحۂ فکریہ:-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منسوب مذکورہ روایت سے معلوم ہوا۔ کہ سورۃ القدر میں تین قسم کے الفاظ نکال لیے گئے ہیں۔ الفاظ یہ ہیں۔ یملکھا بنو امیۃ لیس فیھا لیلۃ القدر (۲) لیس فیھا لیلۃ القدر (۳) من عند ذریتہم علی او میار محمد۔ ان الفاظ کو عثمان غنی نے قرآن جمع کرتے وقت نکال دیا تھا۔ کیونکہ ان میں دشمنانِ اہل بیت کی مذمت اور ائمہ اہل بیت کے فضائل مذکور تھے۔ لہٰذا اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک (بقول اہل تشیع) موجود قرآن مجید تبدیل شدہ اور نامکمل ہے۔

حوالہ نمبر۵ اقرب الاسناد:-

مُحَمَّدُ بْنُ عِیْسٰی قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ فِیْ سَنَةِ ثَمَانٍ وَتِسْعِیْنَ وَ مِائَةٍ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَخْرَجَ اِلَیَّ مُصْحَفًا قَالَ فَتَصَفَّحْتُهٗ فَوَضَعَ بَصَرِیْ عَلٰی مَوْضِعٍ مِنْهُ فَاِذَا فِیْهِ مَكْتُوْبٌ فِیْهِ "هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمَا بِهَا تُكَذِّبَانِ فَاَصْلِیَا فِیْهَا لَا تَمُوْتَانِ فِیْهَا وَلَا تَحْیَیَانِ" یَعْنِیْ اَلْاَوَّلَیْنِ۔

(قرب الاسناد جلد اول ص ۹ ابوالعباس عبداللہ بن جعفر قمی)

ترجمہ:-

محمد بن عیسےٰ کہتا ہے۔ کہ ۱۹۰ھ میں مسجد حرام میں ابراہیم بن عبدالحمید نے بتایا۔ کہنے لگا۔ میں حضرت امام جعفر صادق کے ہاں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مجھے ایک قرآنی صحیفہ دیا۔ میں نے اس کی ورق گردانی کی۔ میری نظر ایک جگہ پر پڑی۔ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہاں یہ الفاظ لکھے تھے (جو اوپر حوالہ میں مذکور ہیں اور ان کا ترجمہ یہ ہے) یہ وہ جہنم ہے۔ جسے تم دونوں جھٹلاتے رہے۔ اب اس میں تم دونوں داخل ہو جاؤ۔ نہ اس میں تم زندہ رہو گے اور نہ ہی تم دونوں کو موت آئے گی،، ان دونوں سے مراد کہ جنہیں بروز حشر یہ کہا جائے گا۔ امت مسلمہ کے پہلے دو خلیفہ،، صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔

تبصرہ:-

قرب الاسناد،، اہل تشیع کی معتبر کتب میں سے ایک ہے۔ جس کی مذکورہ بالا عبارت جو ایک تیر سے دو شکار کرنے،، کے مترادف ہے۔ جہاں اس روایت سے یہ معلوم ہوا۔ کہ موجود قرآن مکمل نہیں۔ کیونکہ اس میں سورۃ یٰس کے اندر مذکورہ الفاظ موجود نہیں۔ حالانکہ بوقتِ نزول یہ الفاظ بھی لے کر جبرئیل آئے تھے۔ اور جو کچھ موجود ہے۔ ھذہ جھنم التی کنتم توعدون اصلوھا۔ الخ وہ جمع کے صیغوں کے ساتھ ہے۔ حالانکہ اہل تشیع کے ہاں یہ صیغے تثنیہ کے تھے۔

دوسری بات یہ کہ ان صیغوں کے مخاطب حضرات شیخین یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے۔ لیکن جب قرآن کے جمع کا موقعہ آیا۔ تو پھر ان دونوں کو یہ کیسے گوارا ہوتا۔ کہ ان کے نام قرآن پاک میں اس طرح موجود رہیں۔ لہذا ان

دونوں کی ملی بھگت سے یہ الفاظ تبدیل کر دیئے گئے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے ہاں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا جہنمی ہونا (معاذ اللہ) وحی کے ذریعہ ثابت ہے اور پھر ان تمام خرافات کی نسبت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف کر کے اہل بیت کرام اور حضرات ائمہ کو جو بدنام کیا گیا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔

الا لعنت اللہ علی الکاذبین

فصل سوم

موجود قرآن کے مکمل ہونے پر اہل تشیع کے پُر فریب دلائل اور ان کے جوابات

دلیل اوّل:۔

ہم اہلِ تشیع کو اہل سنت و جماعت خواہ مخواہ یہ الزام دیتے ہیں۔ کہ ہم تحریف و تبدیلِ قرآن کے قائل اور معتقد ہیں۔ ہمارے مفسرین نے اس بات کو صراحت اور تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ کہ موجود قرآن ہمارے نزدیک غیر محرف اور مکمل ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی تحریف، تبدیلی اور تغیر کا احتمال نہیں۔ دیکھئے علامہ فیض کاشانی نے اپنی مشہور تصنیف و تفسیر میں کیسے صاف صاف الفاظ میں اہل تشیع کا مسلک بیان کیا ہے۔

تفسیر صافی: (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ) رَدٌّ لِاِنْكَارِهِمْ وَ اسْتِهْزَائِهِمْ وَلِذٰلِكَ اَكَّدَهُ مِنْ وُجُوْهٍ (وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ) مِنَ التَّحْرِيْفِ وَ التَّغْيِيْرِ وَالزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ۔

(تفسیر صافی جلد اول صفحہ نمبر ۸۹۸
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

کفار کا قرآن کریم کو اللہ کا کلام ماننے سے انکار کرنا اور قرآن پر پھبتیاں کسنا ان دونوں باتوں کا اللہ تعالیٰ نے رد فرماتے ہوئے کہا۔ (انا نحن نزلنا الذکر) ہم نے ہی یقیناً قرآن پاک کو اتارا۔ یہی وجہ تھی کہ اس جملہ کی اللہ تعالیٰ نے کئی طرح سے تاکید فرمائی۔ (یعنی حرف تحقیق اور نحن ضمیر وغیرہ کے ساتھ) اور فرمایا۔ اس قرآن کریم میں تحریف، تغیر اور کمی بیشی سے حفاظت کرنے والے بھی ہم ہی ہیں۔

سو اگر ہم قرآن میں تحریف و تبدیلی کے معتقد ہوتے۔ تو ہمارے یہ مفسرین اتنی شد و مد کے ساتھ اس کی تردید نہ کرتے۔ اور یہ ہم سے کوئی توقع کر بھی کیسے سکتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام قرآن مجید کی ہر طرح سے حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اس لیے اہل سنت کا ہمیں قائل تحریف و تبدیل قرار دینا ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔

جواب اوّل ہ

اہلِ تشیع کا موجود قرآن کے غیر محرف اور مکمل ہونے پر آیت "وانا لہ لحافظون" سے استدلال کرنا اس وقت قابلِ اعتبار ہوسکتا ہے۔ جبکہ وہ یہ ثابت کریں۔ کہ موجود قرآن ہی اصل قرآن ہے۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ لیکن ہم گزشتہ اوراق میں شرح و بسط کے ساتھ یہ بحث کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کا موجود قرآن پر "اصل قرآن" ہونے کا ایمان نہیں۔ وہ صاف صاف کہتے بھی ہیں۔ اور اعتقاد بھی رکھتے ہیں۔ کہ "اصل قرآن وہ تھا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا اور جمع کر کے جب اُسے دوسرے صحابہ کے سامنے پیش کیا۔ تو حضرت عمر کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے خود حضرت علی المرتضیٰ نے اُسے گم کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ امام مہدی کے ظہور سے قبل اصل قرآن تمہیں دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

اس سلسلہ میں "انوار نعمانیہ" کا حوالہ ہم پھر سے پیش کر دیتے ہیں۔ تاکہ سند رہے۔ اور یاد رہے۔ کہ "انوار نعمانیہ" کے مصنف نعمت اللہ جزائری نے اس کتاب کے مضامین و مسائل کے بارے یہ التزام کیا ہے۔ کہ اس کتاب میں مذکور ہر ایک بات "ہمارا مضبوط عقیدہ" ہے۔ اور اس کے تمام مسائل ائمہ معصومین سے منقول ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

انوار نعمانیہ قَالَ لَہٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا حَاجَۃَ بِنَا اِلَیْکَ وَ لَا اِلٰی قُرْاٰنِکَ عِنْدَنَا قُرْاٰنٌ کَتَبَہٗ عُثْمَانُ فَقَالَ لَھُمْ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَنْ تَرَوْہُ بَعْدَ ھٰذَا الْیَوْمِ وَلَا یَرَاہُ

اَحَدٌ حَتّٰی یَظْهَرَ وَلَدِیَ الْمَهْدِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

(انوارِ نعمانیہ جلد دوم صفحہ نمبر ۳۶۰
نور فی الصلوٰۃ مطبوعہ تبریز
طبع جدید)

ترجمہ:-

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب بمطابق وصیتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو ایک جگہ جمع کر کے صحابہ کرام کے پاس لائے تو عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے انہیں کہا۔ نہ ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ اور نہ ہی تمہارے جمع کردہ قرآن کی۔ ہمارے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لکھا قرآن موجود ہے۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا۔ اچھا اب تم آج کے بعد اس قرآن کو نہ دیکھ سکو گے! اور میرے فرزند مہدی کے ظہور سے قبل کسی کو بھی اس کا دیکھنا ناممکن ہے (وہ آئیں گے۔ اور اپنے ساتھ اصل قرآن کو لائیں گے۔ اور لوگوں کو سنائیں گے۔)

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ موجود قرآن کے "اصلی قرآن" ہونے پر اہلِ تشیع کا ہرگز ہرگز ایمان نہیں ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک موجود قرآن کی تقریباً ہر ایک آیت و سورت مشکوک ہے۔ من جملہ ان آیات کے ایک آیت یہ بھی ہے۔ جس سے وہ استدلال کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی اسی قرآن کی ایک آیت ہے۔ جو عثمان غنی نے جمع کیا۔ تو جب حضرت عثمان غنی کے جمع کردہ قرآن کو یہ لوگ "مصحفِ عثمانی" تو کہتے ہیں۔ لیکن "اصلی قرآن" کسی اور کو کہتے ہیں۔ تو پھر اس موجود قرآن سے حجت پیش کرنا جو تمہارے نزدیک قابلِ حجت نہیں۔ مصادرہ علی المطلوب نہیں تو اور کیا ہے؟

لہٰذا یہ باطل ہے۔

جواب دوم:
اہل تشیع کی ایک نہایت معتمد کتاب "اصول کافی" کی شرح کرتے ہوئے ملا فیض قزوینی نے "صافی شرح اصول کافی" میں اسی آیت کے بارے میں جو لکھا ہے۔ ہم اُسے نقل کیے دیتے ہیں۔ پھر دیکھیں۔ پانی کا پانی اور دودھ کا دودھ کیسے نکھرتا ہے۔

صافی شرح اصول کافی

واستدلال برایں اہتمام اصحاب واہل اسلام بضبط قرآن بنہایت رکیک است۔ بعد آزاں اطلاع برعمل ابی بکر وعمر وعثمان وہم چنیں رکیک است استدلال برآں بقول اللہ تعالیٰ درسورۂ حجر انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون چہ ایں آیت بلفظ ماضی است ودرسورۂ مکیہ است وبعد ازیں سورہ بسیار نازل شدہ در مکہ چہ جائے مدینہ بر قرآن۔

(صافی شرح اصول کافی جزو ششم
کتاب فضل القرآن باب النوادر
صفحہ نمبر ۷۵ تا ۷۶ مطبوعہ نولکشور
طبع قدیم)

ترجمہ:
حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی (رضی اللہ عنہم) کے کارناموں پر مطلع ہونے کے بعد اس بات سے استدلال کرنا کہ چونکہ قرآن کریم

کو بڑے اہتمام کے ساتھ جمع کیا گیا۔ اور اس اہتمام سے جمع کرنے والے صحابہ کرام اور دیگر اہل اسلام تھے۔ یہ نہایت ہی ناقص اور کمزور استدلال ہے۔

اور اسی طرح سورۂ حجر میں مذکورہ آیت "وانا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" سے موجود قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے پر استدلال کرنا بھی نہایت کمزور ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ اس آیت کریمہ میں گزشتہ زمانہ کی بات ہو رہی ہے۔ اور یہ آیت مکی سورت کی ایک آیت ہے۔ حالانکہ اس کے بعد بھی مکی آیات اور سورتیں نازل ہوئیں۔ پھر اس کے بعد بہت سی سورتیں ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہوئیں۔

وضاحت:۔

علامہ قزوینی صاحب صافی نے قرآن مجید کے نامکمل ہونے پر اپنے انداز میں اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے ایک استدلال پیش کیا۔ اور اس میں ان لوگوں کا رد کیا۔ جو "وانا نحن نزلنا الذکر" سے یہ استدلال کرتے ہیں۔ کہ قرآن مکمل ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے۔ کہ "وانا نحن نزلنا الذکر" میں اللہ تعالیٰ نے "نزلنا" ذکر فرمایا۔ جو فعل ماضی ہے۔ اور گزشتہ زمانہ میں نازل شدہ آیات و سورتوں کا ذکر کیا گیا۔ یعنی اس آیت کے اترنے سے قبل جو حصہ اتر چکا تھا۔

اس کے بارے میں تنزیل کے بعد فرمایا۔ وہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

گویا جتنا قرآن اتر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس کی حفاظت کی ذمہ داری

اٹھائی۔ اور جو آیات و سورتیں اس آیت (انا نحن نزلنا الذکر) کے بعد اتریں۔ ان کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ حالانکہ اس آیت کے مکہ میں نازل ہونے کے بعد اور بہت سی سورتیں مکہ میں اتریں۔ پھر ان کے بعد ایک کثیر تعداد مدنی سورتوں کی ہے لہٰذا اگر اس آیت سے ان سورتوں کی حفاظت کا استدلال پیش کیا جائے۔ جو اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں۔ تو یہ استدلال قابل قبول ہے۔ لیکن ان سورتوں کو بھی حفاظتِ ربانی میں اس آیت سے شامل کرنا جو اس کے نزول کے بعد مکہ یا مدینہ میں اتریں۔ قطعاً درست نہیں۔ لہٰذا مکمل قرآن کی حفاظت کی دلیل یہ آیت ہرگز نہیں بن سکتی۔

قارئین کرام! آپ نے خود ایک بڑے شیعی کی زبانی اس استدلال کی مضبوطی ملاحظہ کر لی۔ جسے بڑے زور و شور سے اہل سنت پیش کر کے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم اہل تشیع تو موجود قرآن کو غیر محرف مانتے ہیں۔ سنی خواہ مخواہ ہم پر تحریفِ قرآن کا الزام دھرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ شیعہ عوام و خواص جو اپنا یہ عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم موجود قرآن کے مکمل ہونے کے معتقد ہیں۔ یہ محض "تقیہ" کے طور پر کہتے ہیں کیونکہ مذہب شیعہ میں ملا قزوینی، یعقوب کلینی اور نعمت اللہ جزائری کی نقل کردہ عبارت ان کی اپنی عبارت نہیں ہوتی۔ بلکہ حضرات ائمہ معصومین کے ارشادات ہوتے ہیں۔ اور کوئی شیعہ یہ جسارت نہیں کر سکتا۔ کہ وہ شیعہ بھی کہلائے۔ اور ان کتب میں مذکور عبارات کا انکار بھی کرے۔ کیونکہ ان کا انکار دراصل "امام" کے قول کا انکار ہے۔ اور قولِ امام سے انکار "عار تمدار" سے کم نہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب سوم

صافی شرح اصول کافی

پس دلالت نمی کند بر محفوظ بودن جمیع قرآن .... حفظِ قرآن دلالت بر ایں نمی کند کہ نزد ہمہ کس محفوظ باشد چہ می تواند بود کہ نزدِ امام زماں و جمعے کہ صاحب سرّ او نیند محفوظ باشد۔

(صافی شرح اصول کافی
جلد دوم جزو ششم کتاب فضل القرآن
باب النوادر ص ۷۶)

ترجمہ:-
پس یہ آیت (وانا لہ لحافظون) اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ تمام قرآن محفوظ ہے .... قرآن کریم کے حفظ کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ یہ قرآن ہر شخص کے پاس محفوظ ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ قرآن کریم کا محفوظ ہونا صرف صاحب زمان (امام مہدی) اور ان کے ہمراز حضرات کے لیے ہو۔

ان جوابات سے یہ معلوم ہوا۔ کہ صاحب تفسیر صافی نے جو کچھ لکھا۔ یعنی یہ کہ قرآن کریم ہر قسم کی تبدیلی اور کمی بیشی سے محفوظ ہے۔ اس قرآن سے مراد وہ قرآن ہے۔ جو

ا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ اور جسے بعد میں انہوں نے دنیا کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا۔

ب۔ یا اس سے مراد اسی قدر قرآن کریم ہے۔ جو آیت مذکورہ کے نزول سے پہلے موجود تھا۔

لیکن ملا قزوینی کے قول کے مطابق اس سے مراد موجود قرآن نہیں۔ دیکھئے ملا قزوینی نے اہل تشیع کا بھرم رکھنے کے لیے کیا عجیب تطبیق دی ہے۔ وہ یہ کہ موجود قرآن کو محرف اور نامکمل بھی سمجھتے رہو۔ اور یہ بھی عقیدہ رکھو۔ کہ قرآن واقعی محفوظ ہے اس میں کوئی تغییر و تبدیلی نہیں ہوئی۔ لیکن فرق صرف نیت اور عقیدہ کے طور پر ہی ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ اہل سنت و جماعت کو دھوکہ دینے کی خاطر تم یہ کہہ دو۔ کہ ہم قرآن میں تحریف و تبدیلی کے ہرگز قائل نہیں۔ لیکن یہ نہ بتلانا۔ کہ یہ عقیدہ کس قرآن کے بارے میں ہے۔ آیا اس قرآن کے متعلق جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ اور قرب قیامت امام مہدی لے کر آئیں گے۔ یا موجود قرآن کہ جسے حضرت عثمان غنی نے دیگر صحابہ کرام کی معاونت سے جمع کیا تھا؟ مختصر یہ کہ صاحب تفسیر صافی نے جو قرآن کریم میں تحریف و تغییر اور کمی بیشی کا انکار کیا۔ اس قرآن کی نشاندہی اسی تفسیر کے شارح ملا قزوینی نے کر دی ہے۔ اور علامہ فیض کاشانی کی تفسیر کے اجمال کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا۔ لہٰذا اس تفسیری سکوت سے معلوم ہوا کہ اہل تشیع کا یہ کہنا کہ ہم موجود قرآن کو غیر محرف سمجھتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اور اس تفسیر کے مفسر کے عقائد کے بالکل خلاف۔

جواب چہارم :۔

ہم کہتے ہیں۔ کہ اہل تشیع نے جو موجود قرآن کے غیر محرف اور غیر متبدل ہونے کا ثبوت مذکورہ آیت کی تفسیر سے پیش کیا۔ جس کو علامہ کاشانی نے لکھا۔ اس سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس سے اہل تشیع کا تحریف قرآن کے بارے میں یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہم تحریف کے قائل نہیں کیونکہ علامہ کاشانی نے تو صرف آیت مذکورہ کا معنی لکھا ہے۔ یہ نہیں کہا۔ کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ موجود قرآن غیر محرف اور غیر متبدل ہے۔ اور کمی بیشی سے بالکل محفوظ ہے۔ اور یہ بات علامہ کاشانی ہرگز کہہ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اسی تفسیر کے "مقدمہ ساد سہ" میں اس نے اپنے عقائد بیان کرتے ہوئے صاف صاف یہ لکھ دیا ہے۔

تفسیر صافی

وَاَمَّا اِعْتِقَادُ مَشَائِخِنَا فِیْ ذٰلِکَ فَالظَّاهِرُ مِنْ ثِقَةِ الْاِسْلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوْبَ الْكُلَيْنِيْ طَابَ ثَرَاهُ اَنَّهٗ كَانَ يَعْتَقِدُ التَّحْرِيْفَ وَالنُّقْصَانَ فِي الْقُرْاٰنِ لِاَنَّهٗ كَانَ رَوٰى رِوَايَاتٍ فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى فِيْ كِتَابِهِ الْكَافِيْ وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِقَدْحٍ فِيْهَا مَعَ اَنَّهٗ ذَكَرَ فِيْ اَوَّلِ الْكِتَابِ اَنَّهٗ كَانَ يَثِقُ بِمَا رَوَاهُ فِيْهِ وَكَذٰلِكَ اُسْتَاذُهٗ عَلِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْقُمِّيُّ فَاِنَّ تَفْسِيْرَهٗ مَمْلُوٌّ مِنْهُ وَلَهٗ غُلُوٌّ فِيْهِ وَكَذٰلِكَ الشَّيْخُ اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ طَالِبِ الطَّبْرَسِيُّ

فَاِنَّهٗ اَیْضًا نَسَجَ عَلٰی مِنْوَالِهِمَا فِیْ کِتَابِ الْاِحْتِجَاجِ۔

(تفسیر صافی جلد اول صفحہ نمبر ۳۴
المقدمۃ السادستہ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:-

بہرحال موجود قرآن کے محرف ہونے کے متعلق ہم اہل تشیع کے مشائخ اور اکابر کا عقیدہ کیا ہے؟ تو اس بارے میں ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی کا "ظاہراً" یہ عقیدہ ہے۔ کہ وہ قرآن کریم میں تحریف اور کمی بیشی کے معتقد تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب "الکافی" میں اس عقیدے کی تائید میں بہت سی روایات پیش کیں۔ لیکن ان روایات میں سے کسی ایک روایت پر بھی اعتراض اور جرح نہیں کی۔ حالانکہ یہ خود اپنی اسی کتاب کے دیباچہ میں یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ میں اس کتاب میں جو بھی روایت لکھوں گا۔ وہ میرے نزدیک ثقہ ہو گی۔ پھر انہی کی طرح ان کے استاد علی بن ابراہیم القمی بھی تحریف قرآن کے معتقد ہیں کیونکہ ان کی تفسیر بھی اس عقیدے کی تائیدی روایات سے بھری پڑی ہے۔ اگرچہ انہوں نے اس معاملہ میں غلو (زیادتی) بھی کیا ہے۔ پھر ان دونوں کی طرح الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب "الاحتجاج" میں وہی طرز و ڈھنگ اپنایا ہے۔ جو ان دونوں کا تھا۔

قارئین کرام! آپ نے بغور مطالعہ فرمایا کہ جس آیت کے ذریعہ اہل تشیع

نے موجود قرآن کو غیر محرف ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور بطور استدلال اسے پیش کیا۔ یہ محض دھوکہ دہی اور فریب ہے۔ کیونکہ اس غیر محرف اور غیر تبدیل قرآن سے ان کی مراد موجود قرآن نہیں جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے جمع ہوا۔ بلکہ وہ قرآن مراد ہے۔ جو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ اور امام مہدی کے پاس ہے۔ قربِ قیامت وہ اسے ظاہر کریں گے۔ یہ چالاکی اور مکاری ان لوگوں نے اس لیے کی۔ تاکہ الزام سے بچ بھی جائیں۔ اور اپنا کام بھی کر دکھائیں۔ جب موجود قرآن پر ان کا ایمان ہی نہیں ہے۔ تو پھر اسی قرآن سے تحریف اور تبدیلی کی نفی پر کسی آیت کو بطور استدلال پیش کرنا انہیں کس طرح زیب دیتا ہے۔

دلیل دوم:

اہل سنت وجماعت ہم اہل تشیع پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ تم جن ائمہ معصومین کے معتقد ہو۔ ان میں سے کسی ایک کی طرف سے ایسی روایت منقول نہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہو۔ کہ قرآن کریم میں تحریف نہیں ہوئی۔ اور قرآن مجید کمی بیشی سے محفوظ ہے۔ لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ موجود قرآن غیر محرف اور مکمل ہے۔ اور اس بارے میں حضرات ائمہ معصومین کے جد اعلیٰ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا بالکل دوٹوک اعلان ہے۔

نہج البلاغة: اِنَّا لَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ وَاِنَّمَا حَكَّمْنَا الْقُرْاٰنَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَسْطُوْرٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ

وَلَابُدَّلَهٗ مِنْ تَرْجُمَانٍ۔

(نہج البلاغۃ خطبہ ۱۲۵ فی التحکیم وذالک بعد سماعہ لامر الحکمین۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-
(جنگ صفین کے دوران جب فریقین نے تحکیم پر بات ختم کی۔ تو کچھ لوگوں نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں اختلاف کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔) ہم نے درحقیقت مردوں کو "حکم" نہیں بنایا۔ ہمارا حاکم تو صرف قرآن ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ موجود قرآن جو دفتین کے درمیان ہے۔ وہ صرف لکھے ہوئے الفاظ ہیں۔ اُس کی کوئی زبان نہیں۔ کہ وہ بول سکے۔ لہٰذا اس کا کوئی نہ کوئی ترجمان ہونا چاہیئے۔

جنگ صفین میں مقدمہ تحکیم کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ ہم نے مردوں کو حاکم نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے قرآن کو حاکم مقرر کیا ہے۔ اور یہ قرآن میان دفتین ایک خط نوشتہ شدہ ہے۔ یہ اپنی زبان سے گویا نہیں ہوتا۔ اس کے لیے ترجمان اور مترجم کا ہونا ضروری ہے۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۲۷۰ مطبوعہ مکتبہ یوسفی دہلی)

﴿﴾

جواب اوّل:۔

حضرات! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ اہل تشیع نے موجود قرآن کے بارے میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی ایک روایت پیش کرنے کے لیے جس عبارات کو پیش کیا۔ اور جس سے یہ ثابت کر کے دکھانا چاہا۔ کہ ہمارے ائمہ کے جد اعلیٰ کا یہ اعلان ہے۔ کہ موجود قرآن غیر محرف ہے۔ اور اس میں کمی بیشی قطعاً نہیں ہوئی لیکن اس دعویٰ کے ثبوت میں نہج البلاغہ سے جو خطبہ بطور استدلال پیش کیا گیا۔ اس میں ایک آدھ لفظ بھی ایسا آپ کو نہ ملے گا۔ جو مطلوبہ دعوے کی تائید میں پیش کیا جا سکتا ہو۔ دعویٰ یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے دو ٹوک انداز میں یہ ثابت ہے۔ کہ موجود قرآن غیر محرف اور مکمل ہے۔ لیکن مذکورہ حوالہ میں حضرت علی المرتضےٰ کا یہ مقصد اور مدعیٰ ہے۔ کہ جن لوگوں نے تحکیم پر اعتراض کیا تھا۔ ان کو آپ یہ باور کرانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم نے کسی مرد کو اپنا حاکم نہیں بنایا۔ بلکہ ہم تو اپنا حاکم قرآن کو سمجھتے ہیں۔ اس سے یہ بات تو ثابت ہوتی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک باہم نزاع کا بہترین حاکم قرآن ہے۔ لیکن یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ موجود قرآن غیر محرف ہے۔

اس کے برخلاف خود اہل تشیع کی متعدد معتبر کتب یہ کہتی ہیں۔ کہ "اصلی قرآن" امام غائب کے پاس ہے۔ جب تک وہ تشریف فرما نہیں ہوتے۔ بطور تقیہ موجود قرآن پر ہی عمل کرتے رہو۔ اور اس کے احکام کی بجا آوری ہونی چاہیئے۔ اگرچہ یہ محرف ہی ہے۔ گزشتہ اوراق میں اس موضوع پر متعدد حوالہ جات پیش کیے جا چکے ہیں۔ فی الحال "انوار نعمانیہ" تصنیف نعمت اللہ الجزائری کا حوالہ ملاحظہ ہو اگلے صفحہ پر۔

انوار نعمانیہ فَإِنْ قُلْتَ كَيْفَ جَازَ الْقِرَاءَةُ فِي هٰذَا الْقُرْآنِ مَعَ مَا لَحِقَهُ مِنَ التَّغْيِيرِ قُلْتُ قَدْ رُوِيَ فِي الْأَخْبَارِ أَنَّهُمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَمَرُوا شِيْعَتَهُمْ بِقِرَاءَةِ هٰذَا الْمَوْجُوْدِ مِنَ الْقُرْآنِ فِي الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا وَالْعَمَلِ بِأَحْكَامِهِ حَتّٰى يَظْهَرَ مَوْلَانَا صَاحِبُ الزَّمَانِ فَيَرْتَفِعُ هٰذَا الْقُرْآنُ مِنْ أَيْدِي النَّاسِ إِلَى السَّمَاءِ وَيُخْرِجُ الْقُرْآنَ الَّذِي أَلَّفَهُ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيُقْرَأُ وَيُعْمَلُ بِأَحْكَامِهِ

(۱۔ انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۶۳
نور فی الصلوٰۃ۔ مطبوعہ تبریز
طبع جدید)
(۲۔ انوار نعمانیہ طبع قدیم ص ۲۲۸
(دوم))

ترجمہ:۔
اگر تم سوال کرو کہ موجودہ قرآن میں تغیر کے ہوتے ہوئے اس کی موجودہ قرأت کے مطابق پڑھنا کیونکر جائز ہے۔ تو میں جواب میں یہ کہتا ہوں۔ کہ روایاتِ ائمہ معصومین میں یہ موجود ہے۔ کہ انہوں نے اپنے معتقدین (شیعہ) کو اس موجودہ قرآن کی قرأت کا حکم دیا۔ کہ نماز وغیرہ میں اسی کو پڑھا کرو۔ اور اسی کے احکام پر عمل کرو۔ یہاں تک کہ جب مولانا

صاحب الزمان امام مہدی تشریف لائیں۔ جب وہ آجائیں گے۔ تو یہ موجود قرآن لوگوں کے ہاتھوں سے آسمانوں کی طرف اٹھا لیا جائے گا۔ اور اس کے بعد وہ اصلی قرآن امام موصوف نکالیں گے۔ جس کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا تھا۔ اور اسی کے احکام پر عمل ہوگا۔ اور اسی کی تلاوت بھی ہوگی۔

دیکھا آپ نے کہ اہل تشیع کو ان کے اماموں نے موجود قرآن کی تلاوت کی اجازت بامرِ مجبوری دی ہے۔ اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا بھی اس وقت ہے۔ جب تک امام مہدی اصل قرآن نہ لائیں۔ تو پتہ چلا۔ کہ موجود قرآن پر عمل اور اس کی قراءت بامر مجبوری اور عارضی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ موجود قرآن پر ان کا اعتقاد بھی عارضی ہے لیکن درحقیقت موجود قرآن پاک کے مکمل اور غیر محرف ہونے پر قطعاً ایمان نہیں۔ اسی لیے مذکورہ روایت اس امر کی تائید نہیں کر سکتی۔ کہ اہل تشیع کے ہاں موجود قرآن ہی غیر محرف اور مکمل ہے۔

جوابِ دوم :-

شیعوں نے جو یہ دلیل پیش کی۔ کہ چونکہ جدّ الائمہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہم نے قرآن کو حکم مقرر کیا ہے۔ جو بین الدفتین ہے۔ اس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مراد یہ موجود قرآن ہی ہے تم اہل سنت خواہ مخواہ اس سے کوئی دوسرا قرآن مراد لیتے ہو۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موجود قرآن کو ہی حکم مانا ہے۔ تو ہم اہل تشیع کب یہ جرأت کر سکتے ہیں۔ کہ آپ کے ارشاد کے برخلاف عقیدہ رکھیں؟

ہم ان کے اس حیلہ اور مکر و چالاکی کا یوں جواب دیتے ہیں۔ کہ اگر تمہارے نزدیک

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے فرمان کا یہی مطلب ہے۔ تو پھر تمہارے ایک بہت بڑے مجتہد علامہ احمد بن ابی طالب نے "احتجاج طبرسی" نامی کتاب میں یہ عبارت کیوں تحریر کی۔ "اس قرآن میں کفر کے ستون کھڑے کر دیئے گئے" اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

احتجاج طبرسی | دَفَعَهُمُ الْاِضْطِرَارَ بِوُرُوْدِ الْمَسَائِلِ عَلَيْهِمْ عَمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ تَأْوِيْلَهٗ اِلٰى جَمْعِهٖ وَتَأْلِيْفِهٖ وَتَضْمِيْنِهٖ مِنْ تِلْقَائِهِمْ مَا يُقِيْمُوْنَ بِهٖ دَعَائِمَ كُفْرِهِمْ۔

(۱۔ احتجاج طبرسی صفحہ نمبر ۱۳۷ تتمہ کلام علی علیہ السلام فی جواب الزندیق مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

(۲۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۳۸۳ طبع جدید مطبوعہ قم)

ترجمہ:۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ان کی پریشانیوں اور اضطرار کو دُور فرمایا۔ جو انہیں ایسے مسائل کے در پیش آنے سے لاحق ہوئی تھیں کہ جن کی وہ تاویل نہ جانتے تھے۔ یہ پریشانیاں جمع کرنے، ترتیب دینے اور قرآن میں کچھ تضمین کی وجہ سے رونما ہوئی تھیں۔ اور ان پریشانیوں کا اصل محرک اور سبب وہ لوگ تھے۔ کہ جنہوں نے قرآن کریم

کی ترتیب و جمع میں تحریف و تغیر کی صورت میں کفر کے ستون کھڑے کر دیئے تھے۔

عبارت بالا سے بالکل واضح ہوا۔ کہ اہل تشیع کا موجود قرآن کے بارے میں ہرگز یہ عقیدہ اور ایمان نہیں۔ کہ یہ تحریف و تبدیلی سے پاک ہے۔ بلکہ مزے کی بات یہ ہے کہ روایت مذکورہ بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ذکر کی گئی ہے۔ اس میں بحوالہ حضرت علی المرتضیٰ یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ان کے نزدیک (معاذ اللہ) صحابہ کرام یعنی حضرت عمر، عثمان غنی وغیرہ نے اس کے جمع کرتے اور ترتیب دیتے وقت بہت زیادہ تغیر و تبدل کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ ان تغیرات کی وجہ سے خود قرآن میں کفر کے ستون کھڑے کر دیئے گئے۔

حالانکہ یہی قرآن کفر کی عمارت کو منہدم کرنے کے لیے آیا تھا۔ تو جب اہل تشیع کے عقیدہ کے مطابق اس میں کفر کے ستون کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔ تو پھر اس موجود قرآن پر ان کا ایمان کب ہو سکتا ہے؟

لمحۂ فکریہ:-

یوں تو اہل تشیع قدم قدم پہ حضرات ائمہ کی راہنمائی کی ضرورت کو مانتے ہیں۔ اور ان کے ہاں کوئی عقیدہ کوئی عمل اس وقت تک ثابت ہی نہیں ہو سکتا جب تک اس پر کسی نہ کسی امام کی تائیدی اور تصدیقی مہر ثبت نہ ہو۔ لیکن زیر بحث بات کو ہی بطور نمونہ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کی ایک ہی شخصیت ہے۔ دنیا میں حسنین کریمین کے والد گرامی ایک ہی تھے۔ اور یہی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل تشیع کے عقیدۂ امامت کے ستون اول بلکہ بنیاد ہیں۔ ذرا ان کی طرف منسوب اس روایت پر نظر ڈالیئے۔ جسے اہل تشیع نے بطور استدلال پیش کیا اور

پھر وہ "احتجاج طبرسی" کی مذکورہ روایت کو ملاحظہ فرمائیں۔ دونوں کے ملانے سے جو تعارض نکلتا ہے۔ اس کی تطبیق بظاہر ناممکن۔ کیونکہ پہلی روایت میں بقول اہل تشیع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ موجودہ قرآن کو ہی حکم مان کر گویا اس کے غیر محرف ہونے کا اعلان فرما رہے ہیں۔ اور دوسری روایت میں پریشانیوں کا حل یہ تجویز فرمایا۔ کہ اس موجود قرآن میں صحابہ نے کفر کے ستون کھڑے کر دیئے ہیں۔ لہٰذا یہ موجود قرآن محرف ہے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت میں انہیں بدنام کرنے کی ان لوگوں نے کس قدر کمر باندھ رکھی ہے۔ دنیا کو اہل تشیع یہ دکھلانا چاہتے ہیں۔ کہ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "باب العلم" فرمایا۔ وہ موجودہ قرآن کے بارے میں نامکمل ہونے کا اعلان بھی فرماتے ہیں۔ اور غیر محرف ہونے کا دعویٰ بھی کر رہے ہیں۔ کیا اس طریقہ پر چل کر وہ یہود کی خفیہ سازش کے آلۂ کار نہیں بن رہے؟ ذرا سوچیئے۔ اور پھر دل فیصلہ دے اسے غور سے سنیئے۔

دلیل سوم:-

ہم اہل تشیع کے امام حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ لوگوں نے قرآن کے معانی تبدیل کر دیئے ہیں۔ لیکن اس کے حروف تبدیل نہیں کر سکے۔

قرآن کے الفاظ من وعن وہی ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا امام موصوف کے اس ارشاد کے ہوتے ہوئے ہم پر یہ الزام کیسے دھرا جا سکتا ہے۔ کہ ہم موجودہ قرآن کو محرف سمجھتے ہیں۔ اور اس میں تغیر و تبدل کے معتقد ہیں۔ امام موصوف کا ارشاد اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب الروضہ:

وَ كُلُّ اُمَّةٍ قَدْ رَفَعَ اللّٰهُ عِلْمَ الْكِتَابِ حِيْنَ نَبَذُوْهُ وَ وَلَّاهُمْ عَدُوَّهُمْ حِيْنَ تَوَلَّوْهُ وَ كَانَ مِنْ نَبْذِهِمُ الْكِتَابَ اَنْ اَقَامُوْا حُرُوْفَهُ وَحَرَّفُوْا حُدُوْدَهُ۔

(کتاب الروضہ من الکافی جلد ۸ ص ۵۳
رسالۃ ابی جعفر علیہ السلام الی سعد۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے علم کتاب کو اس وقت اٹھا لیا جب انہوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا۔ اور جب انہوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے کا ان کا یہ طریقہ تھا۔ کہ اس کے حروف کو تو رہنے دیا۔ لیکن اس میں مذکور حدود و معانی و احکام کو بدل ڈالا۔

جواب: اس دلیل میں جو کچھ امام باقر رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم کے بارے میں نقل کیا گیا ہے۔ اس روایت میں کوئی ایک لفظ یا جملہ ایسا نہیں پایا جاتا۔ جس سے اہل تشیع کا مدعیٰ ثابت ہوتا ہے۔ یا ہمارے الزام کی تردید ہوتی ہو۔ کیونکہ گفتگو یہ ہو رہی ہے۔ کہ کیا موجود قرآن کے حروف من و عن وہی ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے گئے؟

یکن روایت مذکورہ سے جو ثابت کیا جا رہا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کے
کے عقائد کے مطابق جن حروف سے حضرات ائمہ کی امامت ثابت ہوتی ہے
وہ من وعن باقی ہیں۔ اس کی تصدیق اس تشریح و تفسیر سے ہوتی ہے۔ جو "صافی
شرح اصول کافی" میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول کے ضمن میں ذکر
کی گئی ہے۔ قول یہ ہے۔

اِنْ اَخَذْتُمْ بِمَا فِيْهِ نَجَوْتُمْ مِنَ النَّارِ۔

(جو کچھ قرآن مجید میں ہے اگر تم اس پر کاربند رہے تو نجات پا لو گے)

ملا خلیل قزوینی مصنف صافی سے خود اس کی زبانی سنیئے کیا تفسیر ہے۔

صافی شرح اصول کافی:۔

مراد ایں است کہ باوجود استقاط و اختلاف در قرارت آنقدر باقی
ماندہ کہ صریح باشد در امامت اہل بیت معصومین عالمین
بجمیع احکام۔

(صافی شرح اصول کافی جلد دوم جزء ششم
ص ۷۶ کتاب فضل القرآن
مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

ترجمہ:۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد "ان اخذتم بما فیہ الخ"
سے مراد یہ ہے۔ کہ اگرچہ قرآن مجید میں کچھ حروف و آیات و سورتیں
ساقط کر دی گئیں۔ اور یہ بھی کہ اس میں قرارت کا اختلاف موجود
ہے لیکن جو کچھ (تحریف و تبدیل کے بعد) بچ گیا ہے۔ وہ بھی اہل بیت
معصومین کی امامت پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔ جو

تمام احکام شرعیہ کے عالم ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے جو ذیل میں مذکور ہے (ان اقاموا حروفه وحرفوا حدوده) یہ ثابت کرنا کہ موجود قرآن غیر محرف ہے اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ بالکل لغو اور بے مقصد ہے۔ ہم اس سلسلہ میں امام موصوف کے صاحبزادے جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔ اور اس کی تشریح بھی ملاحظہ فرمائیں۔ یاد رہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی وہ ہے۔ کہ مذہب شیعہ امامیہ کا دارومدار انہی پر ہے۔ دیکھئے کیسے صاف صاف الفاظ میں روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ موجود قرآن محرف ہے۔ اور نامکمل ہے۔

صافی شرح اصول کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ جَاءَ بِهٖ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ سَبْعَةَ عَشَرَ اَلْفَ اٰیَةٍ۔

(شرح) روایت است از امام جعفر صادق علیہ السلام گفت بدرستیکہ قرآن کہ آورد آں را جبرئیل علیہ السلام بسوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ہفدہ ہزار آیت است۔ مراد ایں است کہ بسیارے از آں قرآن ساقط شدہ ودر مصاحف مشہورہ نیست زیراکہ مجموع قرآنے کہ در مصاحف مشہور است عدد آیات آں نزد اول کوفہ چنانچہ موافق نقل صاحب مجمع البیان ست عدد آیات ہر سورہ را در اول آں سورہ شش ہزار و سہ صد و پنجاہ و شش آیت است ودر تفسیر سورہ ”ہل اتی“ گفتہ شش ہزار ودو صد و سی شش آیات است۔ و بالجملہ اگر مذہب دیگراں را اعتبار کنیم اندکے بیشتر یا کم ترمی شود۔ و برہر تقدیر بہفدہ ہزار۔

نمی رسد۔

(صافی شرح اصول کافی مصنفہ ملا خلیل قزوینی
جلد دوم جزو ششم ص ۵، کتاب فضل القرآن
مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ وہ قرآن جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور پر اتارا تھا۔ وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا امام موصوف کے ارشاد سے مراد یہ ہے۔ کہ موجودہ قرآن میں سے بہت سی آیات حذف کر دی گئی ہیں۔ کیونکہ اس وقت جو مصاحف قرآنیہ پائے جاتے ہیں ان میں موجود تمام آیات کی تعداد اہل کوفہ کے نزدیک چھ ہزار تین سو چھتیں بنتی ہے۔ صاحب مجمع البیان کے نقل کرنے کے مطابق جو کہ اس نے ہر سورت کی ابتداء میں اس میں موجود آیات کی تعداد لکھی ہے۔ یہی تعداد نکلتی ہے۔ وھل اتی سورۃ کی تفسیر کے تحت صاحب مجمع البیان نے لکھا کہ اس میں چھ ہزار دو سو چھتیس آیات ہیں۔ مختصر یہ کہ اگر دوسروں کے مذہب کا بھی اعتبار کریں۔ تو بھی تھوڑی بہت آیات کا فرق نکلے گا۔ لیکن کسی طرح یہ تعداد سترہ ہزار تک نہیں پہنچ سکتی۔

دلیل چہارم:-

ہمارے علماء اور مجتہدین اس امر کی صراحت کرتے ہیں۔ کہ موجودہ قرآن بالکل مکمل ہے۔ اور اس میں کسی قسم کا تغیر تبدل نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ نزول وحی کے وقت آپ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نگرانی فرماتے رہے۔ اور آپ کے

وصال کے بعد صحابہ کرام نے بڑی جانفشانی سے اس کی حفاظت کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں بہت سے صحابہ کرام پورے قرآن مجید کے حافظ تھے۔ اور پھر ساتھ ہی اس کی تعلیم و تدریس بھی اسی وقت سے شروع رہی ہے۔ لہذا اس شدید حفاظت کے ہوتے ہوئے اس کی تحریف و تبدیلی کیونکر ممکن ہے۔

ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان:

اِنَّ الْقُرْاٰنَ کَانَ عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ مَجْمُوْعًا مُؤَلَّفًا عَلٰی مَا ھُوَ عَلَیْہِ الْاٰنَ وَاسْتَدَلَّ عَلٰی ذٰلِکَ بِاَنَّ الْقُرْاٰنَ کَانَ یُدَرَّسُ وَیُحْفَظُ جَمِیْعُہٗ فِیْ ذٰلِکَ الزَّمَانِ حَتّٰی عُیِّنَ عَلٰی جَمَاعَۃٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ فِیْ حِفْظِہِمْ لَہٗ وَاَنَّہٗ کَانَ یُعْرَضُ عَلَی النَّبِیِّ (ص) وَیُتْلٰی عَلَیْہِ وَ اِنَّ جَمَاعَۃً مِّنَ الصَّحَابَۃِ مِثْلَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَغَیْرِھِمَا خَتَمُوا الْقُرْاٰنَ عَلَی النَّبِیِّ (ص) عِدَّۃَ خَتَمَاتٍ وَ کُلُّ ذٰلِکَ یَدُلُّ بِاَدْنٰی تَاَمُّلٍ عَلٰی اَنَّہٗ کَانَ مَجْمُوْعًا مُرَتَّبًا غَیْرَ مَبْتُوْرٍ وَ لَا

مبسُوطہ۔

(۱۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۳۵/المقدمۃ السادسۃ
مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)
(۲۔ تفسیر مجمع البیان جلد اول صفحہ نمبر ۱۵
مقدمۃ الکتاب الفن الخامس
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔
حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں ہی قرآن مکمل ترتیب کے ساتھ جیسا کہ اس زمانہ میں ہے۔ موجود تھا۔ اور دلیل اس پر یہ پیش کی گئی ہے۔ کہ حضور ختمی مرتبت کے زمانہ میں قرآن کریم کی تدریس اور حفظ کرنا عام معمول تھا۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کو صرف اسی کام کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ کہ وہ قرآن کو زبانی یاد کریں۔ اور زبانی یاد کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ کو سنایا کرتے تھے۔ اور آپ سے سماعت بھی کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب بھی شامل ہیں۔ انہوں نے کئی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن سنایا۔ یہ تمام باتیں اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اور معمولی غور و فکر سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ قرآن کریم یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں ایک جگہ جمع ہو چکا تھا۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے نہ تھے۔ کہ جن میں وہ اِدھر اُدھر بکھرا پڑا ہو۔
لہٰذا معلوم ہوا کہ ہمارے اکابر بھی اس بات کے قائل ہیں۔ کہ موجودہ قرآن محرف نہیں۔ اور نہ ہی اس میں کمی بیشی ہوئی۔ عدم تحریف قرآن، کے بارے میں ہمارا یہی عقیدہ

ہے سا اہلِ سنت وجماعت نے ہمیں بدنام کرنے کے لیے ہم پر تحریف قرآن کا الزام دھرا ہے۔

جواب:

تفسیر صافی اور مجمع البیان کا حوالہ اپنی جگہ درست ہے۔ لیکن اہل تشیع سے یہ پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ قرآن کریم کی نگرانی اور حفاظت کے لیے جن حضرات کا تم حوالہ دے رہے ہو۔ اور پھر اسی کو غیر محرف اور غیر متبدل ہونے کی دلیل بنا کر پیش کر رہے ہو۔ ان حضرات صحابہ کرام کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے یعنی کیا تمہارے نزدیک یہ مومن تھے؟ تمہاری کتابیں چیخ چیخ کر پکار رہی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد (معاذ اللہ) چند صحابہ کے علاوہ تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ ذرا "رجال کشی" کی عبارت آنکھیں کھول کر پڑھو۔

رجال کشی:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ "ع" قَالَ کَانَ النَّاسُ اَهْلَ الرِّدَّةِ بَعْدَ النَّبِیِّ اِلَّا ثَلَاثَةً فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ؟ فَقَالَ الْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ، اَبُوْ ذَرِّ الْغِفَارِیُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ۔

(رجال کشی تصنیف محمد بن عبد العزیز کشی ص ۱۲ تذکرہ سلمان الفارسی مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ حضور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تین آدمیوں کے سوا تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ (راوی کہتا ہے) میں نے دریافت کیا۔ وہ تین کون تھے؟ فرمایا۔ مقداد بن الاسود۔ ابوذر غفاری اور سلمان الفارسی (رضی اللہ عنہم)

تو معلوم ہوا۔ کہ ان مذکورہ تین صحابہ کرام کے علاوہ تمام صحابہ اہل تشیع کے نزدیک اسلام اور ایمان سے منحرف ہو گئے تھے۔ اور ارتداد اپنا چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمہاری کتب تو ان کو ظالم، خائن اور غاصب تک بھی بیان کرتی ہیں۔ تو جب تمہارے عقیدہ کے مطابق یہ حضرات ظالم، غاصب، خائن اور مرتد تک تھے۔ تو پھر ایسے اوصاف کے حاملین سے یہ توقع کرنا کہ یہ قرآن کریم کی حفاظت کریں گے۔ اور من وعن اس کو آئندہ نسل کی طرف منتقل کریں گے۔ عقل سلیم کب اسے تسلیم کرتی ہے؟ اور کوئی ذی ہوش ان کی حفاظت اور نگرانی میں رہنے والے قرآن کے بارے میں غیر محرف وغیر متبدل ہونے کا کب استدلال کر سکتا ہے؟

اس سے جہاں یہ معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع نے عوام مومنین کو فریب دے کر اپنے بارے میں یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ وہ بھی بقیہ مسلمانوں کی طرح قرآن کے محرف ہونے کے معتقد ہیں۔ وہاں یہ امر بھی واضح ہوا۔ کہ ایسا انہوں نے اس لیے کیا کہ ان کا دہ تقیہ، اس پر انہیں مجبور کر رہا ہے۔ ورنہ حقیقت وہی ہے۔ جو ان کی کتب میں صراحت کے ساتھ مذکور ہو چکی۔ یعنی یہ کہ اصلی قرآن امام مہدی کے پاس ہے، وہ جب ظاہر ہوں گے۔ تو اسے ساتھ لائیں گے۔ اس وقت موجود قرآن ہم چھوڑ دیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

☆

دلیل پنجم:

اہل تشیع موجود قرآن کریم کے مکمل اور غیر محرف ہونے کی ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں۔ جسے ان کے مناظر مولوی اسماعیل گوجروی نے بھی اہل سنت عوام کو دھوکہ دیتے ہوئے پیش کیا ہے۔ دلیل یہ ہے۔

"حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ موجود قرآن مکمل ہے۔ اگر تم نے اس پر عمل کیا۔ تو نار جہنم سے نجات پاؤ گے۔ اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

اہل سنت کے کہنے پر ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں روایت ذکر کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے صراحت فرمائی ہے۔ کہ موجود قرآن مکمل ہے۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

صافی شرح اصول کافی:۔

بَلْ کُلُّہٗ قُرْاٰنٌ قَالَ اِنْ اَخَذْتُمْ بِمَا فِیْہِ نَجَوْتُمْ مِنَ النَّارِ وَدَخَلْتُمُ الْجَنَّۃَ فَاِنَّ فِیْہِ حُجَّتَنَا وَبَیَانَ حَقِّنَا وَفَرْضَ طَاعَتِنَا۔

(صافی شرح اصول کافی جزو ششم
ص ۷، کتاب فضل القرآن باب النوادر
مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ موجود قرآن سب کا سب مکمل قرآن ہے۔ اور فرمایا۔ اگر تم نے اس میں موجود احکام پر عمل کیا۔ تو دوزخ کی آگ سے نجات پا جاؤ گے۔ اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ یقیناً اس

ہیں ہماری حجتیں ہیں۔ اور ہمارے حق کا بیان ہے۔ اور ہماری طاعت کا فرض ہونا مذکور ہے۔

جواب اوّل:

جواب سے قبل ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ مذکورہ حوالہ عرصہ ہوا۔ میں نے سُن رکھا تھا۔ اور اس دلیل کی اصل عبارت دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ بسیار کوشش کی۔ کہ کہیں سے "صافی شرح اصول کافی" مل جائے۔ لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ بالآخر ایک دن یہی کتاب حضرت العلام استاذی المکرم مولانا محمد مہرالدین صاحب مدظلہ العالی مصنف "فیصلہ شرعیہ بر حرمت تعزیہ" کے ہاں مل گئی۔ میں نے مولوی اسماعیل گوجروی کی مذکورہ دلیل کی عبارت تلاش کی۔ تو جب عبارت مذکورہ ملی۔ تو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ کہ اتنے بڑے شیعی مناظر نے اتنا بڑا فراڈ اور دھوکہ دیا ہے۔ کہ خوفِ خدا آیا۔ اور نہ فکرِ آخرت ہوئی۔ بس یہی دھن سوار تھی۔ کہ کذب بیانی اور فریب کی آڑ میں لوگ میرے گُن گائیں۔ اور جہاں جاؤں "واہ واہ" سے نوازا جاؤں۔ یہ بات میں نے اس لیے تحریر کی۔ تاکہ اصل عبارت میں خیانت بھی ظاہر ہو جائے۔ اور جواب دلیل بھی اسی عبارت سے پیش کیا جائے۔ تو سنیئے اصل عبارت یوں ہے۔

صافی شرح اصول کافی:

موافق ایں آنست آنچہ در کتاب احتجاج طبرسی نقل شدہ از امیر المؤمنین علی علیہ السلام کہ بعد از کلام طویل با طلحہ گفت فَاَخْبِرُوْنِیْ عَمَّا کَتَبَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ اَلْقُرْاٰنَ کُلَّهٗ اَمْ فِیْهِ مَا لَیْسَ بِقُرْاٰنٍ قَالَ طَلْحَةُ بَلْ کُلَّهٗ قُرْاٰنٌ قَالَ اِنْ اَخَذْتُمْ بِمَا فِیْهِ نَجَوْتُمْ مِنَ النَّارِ وَدَخَلْتُمُ الْجَنَّةَ فَاِنَّ فِیْهِ

حُجَّتَنَا وَ بَیَانَ حَقِّنَا وَ فَرْضَ طَاعَتِنَا۔ مراد ایں است۔
کہ باوجود اسقاط واختلاف در قراءت آنقدر باقی ماندہ کہ صریح باشد در امامت
اہل بیت معصومین عالمین بجمیع احکام
(صافی شرح اصول کافی جزء ششم،
ص ۶۷، باب النوادر کتاب فضل القرآن
مطبوعہ لکھنؤ۔ طبع قدیم)

ترجمہ:۔
(انا نحن نزلنا الذکر الخ: آیت کو لوگ موجود قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کو موجود قرآن کے محفوظ ہونے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا) ہمارے اس دعویٰ کے موافق یہ روایت بھی ہے۔ جو "احتجاج طبرسی" نامی کتاب میں مذکور ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کی گفتگو طویل ہو گئی۔ تو انہوں نے حضرت طلحہ سے پوچھا۔ مجھے یہ بتلاؤ کہ جو صحیفہ حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما نے لکھ کر تیار کیا۔ کیا وہ مکمل قرآن ہے۔ یا اس میں بعض باتیں وہ بھی ہیں۔ جو قرآن نہیں۔ حضرت طلحہ نے جواب دیا۔ نہیں بلکہ وہ تمام کا تمام قرآن ہی ہے۔ (کوئی دوسری بات جو غیر قرآن ہو اس میں درج نہیں کی گئی) حضرت علی ؓ نے کہا۔ اگر تم اس کی تعلیمات واحکامات پر عمل پیرا ہوئے۔ تو جہنم کی آگ سے نجات پاؤ گے۔ اور جنت سدھارو گے۔ بے شک اس میں ہمارے لیے حجتیں موجود ہیں۔ ہمارے حق کا بیان ہے۔ اور ہماری طاعت کے فرض ہونے کا ذکر ہے۔

اس سے مراد یہ ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ موجودہ قرآن میں سے بہت کچھ نکال دیا گیا اور اس کی قراءت میں بہت زیادہ اختلاف بھی موجود ہے۔ لیکن پھر بھی اس قدر آیات اس میں باقی رہ گئی ہیں۔ جو صراحتہً ائمہ معصومین کی امامت پر دلالت کرتی ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں۔ جو اس قرآن کے تمام احکام کے عالم تھے۔

قارئین کرام! یہ تھی اصل عبارت۔ اس میں آپ نے دیکھا۔ کہ بَلْ کُلُّہٗ قُرْاٰنٌ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے الفاظ نہیں۔ بلکہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوال پر کہے۔ ان الفاظ سے تو حضرت طلحہ کا عقیدہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ موجودہ قرآن کے کامل اور مکمل ہونے کے معتقد تھے۔ اب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس جواب پر جو تبصرہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باوجود اس کے کہ موجودہ قرآن کو (بقول اہل تشیع۔) محرف اور نامکمل سمجھتے ہیں۔ پھر بھی فرماتے ہیں۔ کہ باوجود اس کے کہ اس قرآن سے بہت کچھ نکالا جا چکا ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ ایسی آیات اور بعض ایسے کلمات اس میں حذف وساقط ہونے سے بچ گئے۔ جن میں ائمہ معصومین کی امامت بالتصریح مذکور ہے۔ اس میں ہمارے حقوق اور ہماری حجتیں بھی کچھ باقی ہیں۔ لہٰذا اس قدر بچے کھچے قرآن پر بھی اگر عمل کرو گے۔ تو ذریعہ نجات ہے۔

صاحب صافی کی مذکورہ عبارت۔ کہ جس کو مولوی اسماعیل گوجروی نے موجود قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا۔ بانگ دہل پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک موجودہ قرآن محرف اور غیر مکمل ہے۔ اس سے بہت کچھ نکال دیا گیا ہے۔

(بقول اہل تشیع)

جواب دوم :-

اگر کوئی شیعی مذکورہ عبارت کی یہ توجیہہ پیش کرے۔ کہ "و بل کلہ قرآن" حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اعتقاد میں موجود قرآن مکمل اور غیر محرف ہونے کے لیے آپ کا یہ ارشاد بطور اشارہ کافی ہے۔ "جو کچھ اس میں ہے۔ اگر تم نے اس پر عمل کیا۔ تو جنتی ہو جاؤ گے" کیونکہ ان الفاظ کا تقاضا یہ ہے۔ کہ قرآن کو آپ مکمل سمجھتے تھے۔ تبھی تو اس پر عمل کرنے کی جزا دوزخ سے رہائی بیان فرمائی۔ اگر یہ ناقص اور محرف ہوتا۔ تو پھر اس میں موجود احکامات پر عمل کرنے سے مذکور خوشخبری کیونکر درست ہو سکتی تھی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان الفاظ کے ذریعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرما دیا ہے۔ کہ ان کے نزدیک موجود قرآن مکمل ہے۔ اور مدارِ نجات ہے۔

اس استدلال کے بارے میں ہم نے "جواب اول" میں واضح کر دیا ہے۔ کہ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ وضاحت آ چکی ہے۔ کہ وہ (بقول اہل تشیع) موجود قرآن کو ناقص اور ساقط سمجھتے ہیں۔ جس پر یہ الفاظ صراحۃً دلالت کرتے ہیں "ومراد ایں است کہ با وجود اسقاط الخ"

اس کے علاوہ ہم اہل تشیع کی زبانی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس حوالہ سے یہ مان لیتے ہیں۔ کہ آپ موجود قرآن کے مکمل ہونے کے معتقد تھے لیکن ہم اہل تشیع سے یہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ یہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہ جن کی بابت "احتجاج طبرسی" میں خود ان کا قول موجود قرآن کے بارے میں واضح طور پر بتلا رہا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ موجود قرآن کو قطعاً مکمل اور غیر محرف نہیں جانتے تھے۔ قول ملاحظہ ہو اگلے صفحہ پر۔

احتجاج طبرسی:

لَوْ شَرَحْتُ لَكَ كُلَّ مَا أُسْقِطَ وَحُرِّفَ وَبُدِّلَ مِمَّا يَجْرِيْ هٰذَا الْمَجْرٰى لَطَالَ وَظَهَرَ مَا تَحْظُرُ التَّقِيَّةُ إِظْهَارَهٗ۔

(۱۔احتجاج طبرسی جلد اول ص ۳۷۷ احتجاج علی علیہ السلام علی زندیق فی آی تشابہ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)
(۲۔احتجاج طبرسی ص ۱۲۵ طبع قدیم)

ترجمہ:۔

اگر تیرے سامنے میں ان تمام آیات و کلمات کی تشریح کروں۔ جو موجود قرآن سے نکال دیئے۔ اور تبدیل کر دیئے گئے۔ اور تحریف کر دیئے گئے۔ اور ان کے علاوہ کچھ دیگر طریقوں سے جو کچھ قرآن کے ساتھ کمی بیشی کے لیے کیا گیا۔ تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ اور تقیہ کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی باتوں کو ظاہر نہ کیا جائے۔ لہٰذا ان تمام آیات و کلمات کی تشریح میں نہیں کرتا۔

آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول سے بخوبی جان لیا ہو گا کہ اس قول کے مطابق بموجب اعتقاد اہل تشیع آپ موجود قرآن کے مکمل ہونے کے بالکل قائل نہیں۔ لہٰذا آپ کی طرف سے وہ دلیل کہ جس کے ذریعہ موجود قرآن کو مکمل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی قطعاً قابل توجہ نہیں۔ کیونکہ ہم گزشتہ اوراق میں شرح و بسط کے ساتھ یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ چند ملاؤں کے سوا پوری ملت رفض اس بات کی معتقد ہے۔ کہ موجود قرآن میں ہر طرح کی تحریف و تبدیلی ہو چکی ہے۔ اور یہ کمی بیشی سے قطعاً مبرا نہیں ہے۔ اور

پھر فرقہ یہ کہ اسی عقیدہ کو وہ اپنے علمائے متقدمین کا عقیدہ حتی کہ ائمہ معصومین کا عقیدہ گردانتے ہیں تو پھر ایسے دلائل جو کہ خود ان کے اجتماعی اور اجماعی عقیدہ کے مخالف ہوں۔ انہیں پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ ہم اہل تشیع موجود قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے کے قائل ہیں۔ کون ان پر اعتبار کرے گا۔ دراصل یہ دورنگی صرف اس لیے تاکہ اپنے کیے پر پردہ ڈال سکیں۔ اور حقیقتِ حال کو ظاہر ہونے سے روک سکیں۔ اس قسم کے فریب اور فراڈ عوام پر تو چل سکتے ہیں لیکن صاحبانِ عقل و خرد ان کے جال میں نہیں پھنس سکتے۔

وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ

فصل چہارم

اہل تشیع کے نزدیک موجود قرآن بھی ناقابل عمل ہے اور ائمہ معصومین سے مروی احادیث بھی

اہل تشیع کی معتبر کتب میں ان کا یہ عقیدہ واضح الفاظ میں مذکور ہے۔ کہ موجود قرآن کے احکام پر عمل بوجہ مجبوری اس وقت تک ہے۔ جب تک امام زمانہ امام مہدی ظاہر نہ ہوں گے۔ لیکن جب وہ ظہور فرما ہوں گے۔ تو وہ "اصل قرآن" لے کر آئیں گے جس کے بعد موجود قرآن پر عمل کرنا ختم ہو جائے گا۔ اصل عبارت یوں ہے۔

انوار نعمانیہ:۔

فَاِنْ قُلْتَ کَیْفَ جَازَ الْقِرَاءَۃُ فِیْ
هٰذَا الْقُرْاٰنِ مَعَ مَا لَحِقَهٗ مِنَ التَّغْیِیْرِ
قُلْتُ قَدْ وَرَدَ فِی الْاَخْبَارِ اَنَّهُمْ

اَمَرُوْا شِيْعَتَهُمْ بِقِرَاءَةِ هٰذَا الْمَوْجُوْدِ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِي الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا وَالْعَمَلِ بِاَحْكَامِهٖ حَتّٰى يَظْهَرَ مَوْلَانَا صَاحِبُ الزَّمَانِ فَيُرْتَفَعُ هٰذَا الْقُرْاٰنُ مِنْ اَيْدِى النَّاسِ اِلَى السَّمَاءِ وَيُخْرِجُ الْقُرْاٰنَ الَّذِىْ اَلَّفَهٗ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَيُقْرَأُ وَيُعْمَلُ بِاَحْكَامِهٖ رَوَى الْكُلَيْنِيْ بِاِسْنَادِهٖ اِلٰى سَالِمِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَرَءَ رَجُلٌ عَلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اَنَا اَسْتَمِعُ حُرُوْفًا لَيْسَ عَلٰى مَا يَقْرَأُهَا النَّاسُ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مَهْ كُفَّ عَنْ هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ وَاقْرَاْ كَمَا يَقْرَأُ النَّاسُ حَتّٰى يَقُوْمَ الْقَائِمُ فَاِذَا قَامَ قَرَاَ كِتَابَ اللّٰهِ عَلٰى حَدِّهٖ وَ اَخْرَجَ الْمُصْحَفَ الَّذِىْ كَتَبَهٗ عَلِيٌّ وَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ عَلِيًّا لَمَّا فَرَغَ مِنْ ذٰلِكَ الْقُرْاٰنِ قَالَ لَهُمْ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ قَدْ جَمَعْتُهٗ بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَقَالُوْا هُوَ ذَا عِنْدَنَا مُصْحَفٌ جَامِعٌ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْهِ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ مَا تَرَوْنَهٗ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اَبَدًا اِنَّمَا

كَانَ عَلَيَّ اَنْ اُخْبِرَكُمْ حِيْنَ جَمَعْتُهُ لِتَقْرَءُوْهُ وَ
الْاَخْبَارُ الْوَارِدَةُ بِهٰذَا الْمَضْمُوْنِ كَثِيْرَةٌ جِدًّا۔

(۱۔ انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۶۳ نور فی الصلوٰۃ
مطبوعہ تبریز۔ طبع جدید)

(۲۔ انوار نعمانیہ ص ۲۳۸۔ مطبوعہ ایران
طبع قدیم)

ترجمہ:۔

اگر تو یہ کہے کہ اس موجود قرآن کی تلاوت و قراءۃ کیوں کر جائز ہے۔ حالانکہ اس میں بہت کچھ تبدیلی لائی گئی۔ تو میں جواباً کہوں گا۔ کہ بہت سی روایات میں وارد ہے۔ کہ حضرات ائمہ معصومین نے اپنے شیعوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اسی موجود قرآن ہی کی دورانِ نماز تلاوت کر سکتا ہو۔ اور اسی کے احکام پر عمل کرتے رہو۔ یہاں تک کہ ہمارے آقا صاحب الزمان (امام مہدی) ظاہر ہو جائیں۔ پھر جب وہ ظاہر ہوں گے۔ تو لوگوں کے ہاتھوں سے یہ موجود قرآن آسمان کی طرف اٹھا لیا جائے گا۔ اور امام مہدی وہ قرآن نکالیں گے۔ جسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ تو پھر اسی کی تلاوت ہوگی۔ اور اسی کے احکام پر عمل ہوگا۔

"الکلینی" نے سالم بن سلمہ کے اسناد کے حوالہ سے یہ روایت ذکر کی۔ کہا ایک شخص نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے قرآن پڑھا میں نے اس سے الفاظ سُنے۔ جو عام لوگ نہیں پڑھتے تھے۔ تو حضرت امام جعفر نے فرمایا۔ اس کو چھوڑ دے۔ اور رک جا۔ اسی طرح اور ایسی الفاظ سے پڑھ۔ جو عوام پڑھتے ہیں۔ اور یہ (عوام کی طرح پڑھنا) اس وقت

تک قابل عمل رہے گا۔ جب تک امام مہدی کا ظہور نہیں ہو جاتا جب وہ ظاہر ہو جائیں گے تو علیحدہ قرآن لائیں گے۔ اور تلاوت اُسی قرآن کی کریں گے جیسے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔

اسی حدیث میں مذکور ہے۔ کہ جب حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اس قرآن کے جمع کرنے سے فارغ ہو گئے۔ تو آن (ابوبکر، عمر وغیرہ) کو کہا۔ یہ کتاب اُسی طرح جمع کی گئی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تھی۔ میں نے اسے دو گتوں کے درمیان ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں نے کہا۔ یہ وہ ہو گا۔ ہمارے پاس بھی ایک مصحف ہے جس میں پورا قرآن جمع ہے۔ اس لیے ہمیں تمہارے جمع شدہ قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! آج کے دن کے بعد کبھی بھی تمہیں یہ قرآن جو میں نے جمع کیا دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ میری ذمہ داری تھی۔ کہ میں تمہیں اس امر کی اطلاع کر دوں۔ کہ میں نے جمع کر دیا ہے۔ تاکہ تم اس کی قراءت و تلاوت کرو۔ اس مضمون (یعنی قرآن میں تحریف و تبدیلی کے سلسلہ میں) کی بہت سی اخبار و روایات کتب میں وارد ہیں۔

ثابت ہوا:

کہ موجودہ قرآن بامر مجبوری ایک مدت تک قابل عمل ہے۔ جب مجبوری ختم ہو جائے گی۔ تو یہ قرآن بھی آسمانوں کی طرف اٹھا لیا جائے گا۔ پھر اصلی قرآن لوگوں کو دیکھنا پڑھنا نصیب ہو گا۔

نوٹ:۔

ہم نے "انوار نعمانیہ" کی جو روایت ذکر کی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی ذہن میں اس

کے بارے میں یہ تصور آئے۔ کہ رسی واہی تباہی روایت کا کیا مقام ہے۔ کوئی صحیح اور مستند روایت ہونی چاہیئے۔ تو اس وہم کو دُور کرنے کے لیے اور روایت مذکورہ کے مستند اور صحیح ہونے کے لیے ہم خود اس کتاب کے مصنف کی زبانی آپ کو باور کراتے ہیں۔ کہ یہ روایت تو صرف ایک روایت ہے۔ مذکور کتاب کی تو ساری کی ساری روایات صحیح اور مستند ہیں۔

لیجئے مصنف "انوار نعمانیہ" کی زبانی سنیئے۔

انوار نعمانیہ کی ہر روایت صحیح اور مستند ہے:

وَسَمَّيْتُهٗ كِتَابَ الْاَنْوَارِ النُّعْمَانِيَّةِ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ وَقَدِ الْتَزَمْنَا اَنْ لَّا نَذْكُرَ فِيْهِ اِلَّا مَا اَخَذْنَاهُ عَنْ اَرْبَابِ الْعِصْمَةِ الطَّاهِرِيْنَ اَوْمَا صَحَّ عِنْدَنَا مِنْ كُتُبِ النَّاقِلِيْنَ فَاِنَّ كُتُبَ التَّوَارِيْخِ اَكْثَرُهَا قَدْ نَقَلَهُ الْجَمْهُوْرُ مِنْ تَوَارِيْخِ الْيَهُوْدِ وَلِهٰذَا كَانَ اَكْثَرُ مَا فِيْهَا الْاَكَاذِيْبَ الْفَاسِدَةِ ـ

(انوار نعمانیہ جلد اول ص ۲ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:

میں نے اس کتاب کا نام "انوار نعمانیہ" رکھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم نے یہ التزام کیا ہے۔ کہ اس کتاب میں ہم وہی کچھ لکھیں گے۔ جو ہمیں حضرات

ائمہ معصومین طاہرین سے ملا۔ یا وہ روایات کہ جن کو ہم نے ناقلین کی کتابوں میں سے صحیح پایا۔ یہ بات بدیہی ہے۔ کہ تاریخ کی اکثر کتابیں وہ ہیں جنہیں جمہور نے یہودیوں کی تاریخی کتب سے اخذ کیا۔ اور ان کے مضامین اپنی کتابوں میں درج کر دیئے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جمہور کی کتب تاریخ میں ایسی باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ جو جھوٹی اور من گھڑت ہیں۔

"انوار نعمانیہ" کی منقولہ عبارت اور مذکورہ حوالہ سے اہل تشیع کا جو عقیدہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ بعینہٖ یہی عقیدہ ان کے ایک اور مجتہد نے بھی ذکر کیا ہے۔ یہ وہی مجتہد صاحب ہیں۔ کہ جنہیں سید حامد حسین صاحب نے "استقصار الافحام" میں آیۃ اللہ فی العالمین کا لقب دیا ہے۔ یہ مجتہد "ضربت حیدریہ" کے مصنف سید دلدار علی ہیں۔ اپنی اسی کتاب میں یوں رقمطراز ہیں۔

ضربت حیدریہ:

ترتیب آیاتِ موجودہ الآن تا ظہور حضرت صاحب العصر نزد فرقہ امامیہ قابل تمسک واحتجاج است از جہت آنکہ ائمہ انام شیعیان خود را در زمان غیبت بنا بر ضرورت واضطرار وعدم امکان وصول شان بترتیب واقعی نزولی اجازت عمل برآں دادہ اند نہ اینکہ آں ترتیب فی نفسہٖ مطابقت بواقع دارد ووواجب العمل از حیثیت واقعیت است پس در حقیقت تمسک بترتیب کذائی تمسک بقول امام باشد نہ بنفس ترتیب مذکور وایں تمسک نیز بر سبیل عموم وکلیت نیست

مَا لَمْ یَثْبُتْ خِلَافُہٗ بِنَصٍّ مِنْھُمْ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ اَوْ لَمْ یُؤَدِّ اِلٰی مَا یُخَالِفُ نُصُوْصَھُمْ وَاِلَّا لَوَجَبَ

المُمیزُ الی خِلافِہ۔

(ضربۃ حیدریہ جلد دوم ص ۸۱)

ترجمہ:

فرقہ امامیہ شیعہ کے نزدیک موجود قرآن اُس وقت تک قابلِ عمل ہے جب تک امام العصر (امام مہدی) ظہور نہیں فرماتے اور اُسی وقت تک یہ قابلِ تمسک و احتجاج بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضرات ائمہ معصومین نے عوام (اہل تشیع) کی جب اس مجبوری اور پریشانی کو جانا کہ جب تک امام العصر ظہور نہیں فرماتے۔ اس عہد میں عوام کی اس قرآن پاک تک رسائی کہ جسے حقیقی نزولی ترتیب کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ ناممکن ہے۔ لہذا اس مجبوری کی بنا پر موجود قرآن پر عمل کرنے کی اجازت مرحمت ہوئی۔ حضرات ائمہ معصومین کے موجود قرآن سے تمسک کی اجازت دینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کے نزدیک موجود قرآن کی ترتیب حقیقی نزولی اور مطابقِ واقعہ ہے اور واجب العمل ہونا بحیثیت واقعیت ہے۔ لہذا اس موجود قرآن کو قابلِ عمل سمجھنا اور اس سے تمسک و احتجاج کو درست جاننا دراصل قولِ امام پر عمل کرنا ہے۔ نہ کہ موجود قرآن کی نفس ترتیب قابلِ عمل ہوگی۔ اور یہ بھی کہ یہ بامر مجبوری کا تمسک عام اور کلی طور پر نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت تک ہے جبتک کہ حضرات ائمہ معصومین سے بطور نص اس کی مخالفت ثابت نہ ہو۔ یا ان سے مروی نصوص کی تردید کے نتیجہ کا حامل نہ ہو۔ ورنہ اس موجود قرآن کے خلاف (اور قولِ امام کے مطابق) پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

خلاصہ:

ضربتِ حیدریہ اور انوار نعمانیہ دونوں کتابوں کے حوالہ جات سے یہ بات کھل کر سامنے آئی۔

۱۔ موجود قرآن کی آیات سے تمسک واحتجاج اور اس کے احکام پر عمل بامر مجبوری ہے۔

۲۔ یہ تمسک واحتجاج ظہور مہدی تک ہے۔

۳۔ موجود قرآن کی ترتیب وہ نہیں۔ جس پر یہ نازل ہوا۔

۴۔ حقیقی نزولی ترتیب اس قرآن کی ہے۔ جو امام مہدی کے پاس ہے۔

۵۔ موجود قرآن پر عمل اور اس سے تمسک اس بنا پر نہیں۔ کہ یہ قرآن ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ائمہ معصومین نے ایسا کرنے کا حکم دیا۔ لہذا درحقیقت یہ ائمہ کے احکام کی پیروی ہے۔ نہ کہ قرآن کی حقیقت کو تسلیم کرنا ہے۔

۶۔ ائمہ کی طرف سے موجود قرآن پر عمل کلی اور عموم کے طور پر نہیں۔ بلکہ اس کے لیے بھی ان شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔ ۱۔ حضرات ائمہ سے منقول کسی نص کے مخالف نہ ہو۔ ۲۔ یا اس سے منقول روایات کی مخالفت کا راستہ نہ کھلتا ہو۔ اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں۔ تو قرآن کو چھوڑ کر ائمہ کے ارشادات پر عمل ہوگا

اس خلاصہ سے ایک بات سامنے آتی ہے۔ کہ قرآن پر عمل کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ حقیقت اور اصلیت ائمہ معصومین کے ارشادات کی ہے۔ اور احادیثِ ائمہ ہی قابلِ تمسک اور احتجاج ہیں۔ اب ہم اسی بات کی تحقیق کرتے ہیں۔ کہ ائمہ معصومین سے مروی روایات کے متعلق اہل تشیع کیا کہتے ہیں۔ کیا بے چون وچرا ان سے مروی ہر روایت قابلِ عمل اور لائق تمسک سمجھتے ہیں یا اس کے لیے بھی کوئی ان کے ہاں معیار یا شرائط ہیں

ائمہ اہل بیت کی مرویات باہم متضاد ہیں لہذا قرآن کی تائید کے بغیران کی روایات قابل عمل نہیں

اہل تشیع اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت کی احادیث میں بہت زیادہ اختلاف اور واضح تضاد موجود ہے۔ حتیٰ کہ کسی ایسی حدیث کا پایا جانا تقریبًا ناممکن ہے۔ کہ جس کے خلاف انہی سے مروی حدیث موجود نہ ہو۔ اس پس منظر میں اگر کتب شیعہ کو دیکھا جائے۔ تو ان کی بے چینی اور پریشانی اور بڑھ جاتی ہے۔ آخر کیوں نہ بڑھے۔ جبکہ ان کے مذہب کی بنیاد ہی احادیثِ ائمہ ہیں۔ ان کی پریشان حالی خود ان کی زبانی سنیئے۔

اساس الاصول:۔

اَلْاَحَادِیْثُ الْمَاثُوْرَۃُ مِنَ الْاَئِمَّۃِ مُخْتَلِفَۃٌ جِدًّا لَا یَکَادُ یُوْجَدُ حَدِیْثٌ اِلَّا وَفِیْ مُقَابَلَتِہٖ مَا یُنَافِیْہِ وَلَا یَتَّفِقُ خَبَرًا اِلَّا بِاِزَائِہٖ مَا یُضَادُّہٗ حَتّٰی صَارَ ذٰلِکَ سَبَبًا لِرُجُوْعِ بَعْضِ النَّاقِصِیْنَ عَلٰی اعْتِقَادِ الْحَقِّ کَمَا صَرَّحَ بِہٖ شَیْخُ الطَّائِفَۃِ فِیْ اَوَائِلِ التَّھْذِیْبِ وَ الْاِسْتِبْصَارِ وَ مَنَاشِیْ ھٰذِہٖ

اَلْاِخْتِلَافَاتِ کَثِیْرَۃٌ جِدًّا مِنَ التَّقِیَّۃِ وَالْوَضْعِ وَ اشْتِبَاہِ السَّامِعِ وَ النَّسْخِ وَ التَّخْصِیْصِ وَ التَّقْیِیْدِ وَ غَیْرِ تِلْکَ الْمَذْکُوْرَاتِ مِنَ الْاُمُوْرِ الْکَثِیْرَۃِ کَمَا وَقَعَ التَّصْرِیْحُ عَلٰی اَکْثَرِھَا فِی الْاَخْبَارِ الْمَاثُوْرَۃِ عَنْھُمْ وَ اِمْتِیَازُ الْمُتَنَافِیْ بَعْضِھَا عَنْ بَعْضٍ فِیْ بَابِ کُلِّ حَدِیْثَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ بِحَیْثُ یَحْصُلُ الْعِلْمُ وَ الْیَقِیْنُ بِتَعَیُّنِ الْمَنْشَاءِ عَسِیْرٌ جِدًّا فَوْقَ الطَّاقَۃِ کَمَا لَا یَخْفٰی۔

(اساس الاصول مصنفہ دیدار علی مجتہد شیعہ
قلمی نسخہ سے عبارت نقل کی گئی جس پر
صفحہ نمبر نہیں لکھا ہوا۔

نوٹ:

اساس الاصول قلمی نسخہ ہونے کی وجہ سے صفحات درج نہیں ہیں۔

ترجمہ:

حضرات ائمہ اہل بیت سے منقول احادیث کا باہم اس قدر اختلاف ہے۔ کہ کسی ایک حدیث کا ایسا ملنا ناممکن ہے۔ کہ جس کے مقابلہ میں کوئی دوسری حدیث موجود نہ ہو۔ اور کوئی ایسی خبر موجود نہیں۔ کہ جس کی ضد نہ پائی جائے۔ یہ اختلاف اتنا بڑا ہے کہ بعض ناقص لوگوں کے حق (مذہب شیعہ) چھوڑنے کا سبب بن گیا۔ جیسا کہ تہذیب اور

الاستبصار میں شیخ الطائفہ نے صراحت کے ساتھ بیان کیا۔ روایات و احادیث میں اس اختلاف کے مختلف اسباب ہیں۔ مثلاً تقیہ، من گھڑت روایات سننے والے کا اشتباہ میں پڑ جانا، نسخ، تخصیص، تقیید وغیرہ۔ یہ اور بہت سے دوسرے اسباب ہیں۔ جن کی روایاتِ ائمہ اہل بیت میں تصریح موجود ہے۔ اور کوئی سی دو حدیثوں کے مابین موجود اختلاف و تضاد کو دور کر کے اس کیفیت تک پہنچنا کہ ان سے علم و یقین کی دولت مل جائے۔ انتہائی مشکل ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ احاطہ طاقتِ انسانی سے باہر ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

تہذیب الاحکام:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلِيِّ الْحَمْدِ وَمُسْتَحِقِّهٖ وَ صَلَوَاتُهٗ عَلٰى خِيَرَتِهٖ مِنْ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا ذَاكَرَنِيْ بَعْضُ الْاَصْدِقَاۤءِ اَيَّدَهُ اللّٰهُ مِمَّنْ اَوْجَبَ عَلَيْنَا حَقَّهٗ بِاَحَادِيْثِ اَصْحَابِنَا اَيَّدَهُمُ اللّٰهُ وَرَحِمَ السَّلَفَ مِنْهُمْ وَ مَا وَقَعَ فِيْهَا مِنَ الْاِخْتِلَافِ وَالتَّبَايُنِ وَالْمُنَافَاةِ وَالتَّضَادِّ حَتّٰى لَا يَكَادُ يَتَّفِقُ خَبَرٌ اِلَّا بِاِزَائِهٖ مَا يُضَادُّهٗ وَلَا يَسْلَمُ حَدِيْثٌ اِلَّا وَفِيْ مُقَابَلَتِهٖ مَا يُنَافِيْهِ حَتّٰى جَعَلَ مُخَالِفُوْنَا ذٰلِكَ مِنْ اَعْظَمِ الطُّعُوْنِ عَلٰى مَذْهَبِنَا

وَتَطَرَّقُوا بِذٰلِكَ اِلٰى اِبْطَالِ مُعْتَقِدِنَا
وَذَكَرُوْا اَنَّهٗ لَمْ يَزَلْ شُيُوْخُكُمُ السَّلَفُ
وَالْخَلَفُ يُطْعِنُوْنَ عَلٰى مُخَالِفِيْهِمْ بِالْاِخْتِلَافِ
الَّذِيْ يَدِيْنُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى بِهٖ وَيُشَنِّعُوْنَ عَلَيْهِمْ بِافْتِرَاقِ كَلِمَتِهِمْ
فِى الْفُرُوْعِ وَيَذْكُرُوْنَ اَنَّ هٰذَا مِمَّا
لَا يَجُوْزُ اَنْ يَّتَعَبَّدَ بِهِ الْحَكِيْمُ وَلَا اَنْ
يُّبِيْحَ الْعَمَلَ بِهِ الْعَالِمُ وَقَدْ وَجَدْنَا
اَشَدَّ اِخْتِلَافًا مِنْ مُخَالِفِيْكُمْ وَاَكْثَرَ تَبَايُنًا
مِنْ مُبَايِنِيْكُمْ وَوُجُوْدُ هٰذَا الْاِخْتِلَافِ
مِنْكُمْ مَعَ اِعْتِقَادِكُمْ بُطْلَانَ ذٰلِكَ دَلِيْلٌ
عَلٰى فَسَادِ الْاَصْلِ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى جَمَاعَةٍ
مِمَّنْ لَيْسَ لَهُمْ قُوَّةٌ فِى الْعِلْمِ وَلَا بَصِيْرَةٌ
بِوُجُوْهِ النَّظَرِ وَمَعَانِى الْاَلْفَاظِ
شُبْهَةٌ وَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ رَجَعَ
عَنْ اِعْتِقَادِ الْحَقِّ كَمَا اِشْتَبَهَ
عَلَيْهِ الْوَجْهُ فِىْ ذٰلِكَ وَعَجَزَ عَنْهُ
حَلِّ الشُّبْهَةِ فِيْهِ سَمِعْتُ شَيْخَنَا اَبَا
عَبْدِ اللّٰهِ اَيَّدَهُ اللّٰهُ يَذْكُرُ اَنَّ
اَبَا الْحُسَيْنِ الْهَارُوْنِيَّ الْعَلَوِيَّ كَانَ
يَعْتَقِدُ الْحَقَّ وَيَدِيْنُ بِالْاِمَامَةِ
فَرَجَعَ عَنْهَا لَمَّا الْتَبَسَ عَلَيْهِ

الْاَمْرُ فِیْ اِخْتِلَافِ الْاَحَادِیْثِ وَتَرَكَ الْمَذْهَبَ وَدَانَ بِغَيْرِهٖ لَمَّا لَمْ يَتَبَيَّنْ لَهٗ وُجُوْهُ الْمَعَانِیْ فِيْهَا وَهٰذَا يَدُلُّ اَنَّهٗ دَخَلَ فِيْهِ عَلٰی غَيْرِ بَصِيْرَةٍ وَاعْتَقَدَ الْمَذْهَبَ مِنْ جِهَةِ التَّقْلِيْدِ لِاَنَّ الْاِخْتِلَافَ فِی الْفُرُوْعِ لَا يُوْجِبُ تَرْكَ مَا ثَبَتَ بِالْاَدِلَّةِ مِنَ الْاُصُوْلِ۔ (تہذیب الاحکام مصنفہ شیخ الطائفہ ابی جعفر طوسی جلد اول ص ۲-۳/ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

تمام تعریفیں اس کے لیے جو تعریف کا مالک اور مستحق ہے۔ اور اس کی رحمتیں اس کی مخلوق میں سے بہترین لوگوں یعنی محمد اور آل محمد پر اور اللہ کی طرف سے ان پر سلامتی ہو۔ میرے ایک دوست (اللہ اس کی مدد کرے) نے ہمارے اصحاب کی احادیث مجھے یاد دلائیں۔ یہ وہ شخص تھا جس کا حق ہم پر لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اصحاب احادیث پر رحم فرمائے۔ اس شخص نے مذکورہ احادیث میں واقع اختلاف تباین منافات اور تضاد کی بھی یاد دلائی۔ یہ اختلاف روایات اس حد تک ہے۔ کہ شاذ ہی کوئی ایسی حدیث ملے۔ کہ جس کے مقابلہ میں اس کی ضد نہ ہو۔ اور شاذ ہی کوئی روایت قابلِ تسلیم ہو۔ کہ جس کی منافی روایت موجود نہ ہو۔ یہاں تک کہ ہمارے مخالفین نے اسی اختلاف کو ہمارے مذہب پر اعتراض کرنے کے لیے ایک عظیم حربہ بنایا۔ اور اسی

بنا پر ہمارے اعتقادات کے بطلان کا راستہ پایا۔ ان مخالفینِ اہل تشیع نے یہ کہا۔ کہ اے شیعو! تمہارے اگلے پچھلے اپنے مخالفین پر یوں طعن کرتے ہیں۔ کہ اے ہمارے مخالفو! تم نے جن باتوں پر اپنے دین کی بنیاد رکھی ہے۔ اور ان باتوں کو اللہ کا دین کہتے ہو۔ وہ تو باہم مختلف ہیں۔ اور یہ انتہائی قابل مذمت طریقہ ہے۔ کہ تمہارے علماء کے باہمی فروعی اختلافات ایک حقیقت ہیں۔ اور اس پر مزید یہ کہ کیا ایسی باتوں کو کوئی صاحب حکمت اپنا دین قرار دے سکتا ہے۔ اور کوئی صاحب علم اس کو درست کہہ سکتا ہے۔؟

اے شیعو! کیا ہمارا روایات واحادیث کا اختلاف تمہارے اس اختلاف سے بڑا ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں۔ کہ تمہاری احادیث کے مابین تباین اپنی مثال آپ ہے۔ ان شدید وعظیم اختلافات کے ہوتے ہوئے اور وہ بھی ایسے کہ تم ان کا اقرار ک ہو۔ کیا تمہارے مذہب کے اصل کے فساد کی دلیل نہیں۔؟

یہی اختلافِ روایات کچھ ایسے لوگوں کے لیے مذہب شیعہ چھوڑنے کا سبب بنا۔ جنہیں علم کی مضبوطی حاصل نہ تھی۔ اور نہ ہی انہیں نظر و فکر کے طریقوں کی بصیرت میسر تھی۔ اسی اختلاف نے انہیں بہت بڑے شبہ میں ڈال دیا۔ جب وہ اس کا حل تلاش کرنے میں ناکام ہوئے۔ تو راہِ حق سے پھر گئے۔

میں نے اپنے شیخ ابو عبداللہ (اللہ اس کی تائید کرے) سے سنا کہ ابوالحسین ہارونی علوی پہلے اعتقادِ حقہ (مذہب شیعہ) پر تھے۔ اور مسئلہ امامت ان کا دین تھا۔ پھر جب ائمہ اہل بیت کی احادیث کے اختلاف سے اسے حق میں اشتباہ والتباس دکھائی دیا۔ تو یہ مذہب چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا۔ کیونکہ ان روایات واحادیث کے معانی کی مختلف وجوہات اس پر عیاں نہ ہو سکیں۔ اس

مذہب شیعہ کو مذکور بنا پر چھوڑ دینا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ اس نے یہ مذہب بغیر بصیرت کے محض تقلیدی طور پر اپنایا تھا۔ کیونکہ فروع میں اختلاف کا پایا جانا یہ لازم نہیں کر دیتا۔ کہ ان اصول کو بھی خیرآباد کہہ دیا جائے۔ جو دلائل اور براہین سے ثابت ہوں۔

دونوں حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ ائمہ اہل بیت سے مروی احادیث و روایات اس قدر باہم مختلف ہیں۔ کہ شاید ہی کوئی ایسی روایت مل سکے۔ کہ جس کے مخالف روایت موجود نہ ہو۔

۲۔ یہی اختلافِ احادیث بعض شیعوں کے لیے مذہب شیعہ کو چھوڑ دینے کا سبب بنا۔ جن میں ابو الحسین ہارونی بھی شامل ہے۔ یہ پہلے پہل شیعی امامی تھا لیکن اختلافِ احادیث کی بنا پر مذہب شیعہ سے تائب ہو گیا۔

۳۔ کوئی سی دو احادیث میں اختلاف کو اس طرح ختم کر دینا کہ ان سے یقین و علم کی دولت حاصل ہو سکے۔ نہایت مشکل امر ہے۔ اور طاقت انسانی سے باہر ہے۔

۴۔ اس اختلاف کی بہت سی وجوہات ہیں۔ جن میں تقیہ، وضع احادیث بہت اہم ہیں۔

اب بیچارے کدھر جائیں:

موجود قرآن پر تو سرے سے غیر محرف ہونے کا ایمان و اعتقاد ہی نہ تھا۔

بامرِ مجبوری امام کے کہنے پر امام مہدی کے ظہور تک قابلِ عمل سمجھا۔ اور وہ بھی اتنا حصہ جو احادیث ائمہ کے خلاف نہ ہو۔ یا جس کی تائید ائمہ اہل بیت کی احادیث سے ہوتی ہو۔

اب جس پر دار و مدار تھا۔ (یعنی احادیث ائمہ) اس میں جو کچھ گڑبڑ ہے۔ ہم نے اس کی نشاندہی کر دی۔ خود ان کا تقیہ ان کے ائمہ کی روایات کو لے ڈوبا۔ ان کی اغراض و خواہشات نے من گھڑت احادیث بنائیں۔ تو وہ سہارا بھی ٹوٹ گیا۔ جس مکان کی مضبوطی پر قلعہ کو قربان کیا۔ وہ ریت کا گھروندا نکلا۔ ڈوبتی کشتی کے لیے جس کو تنا ور درخت سمجھا۔ وہ اکھڑا ہوا گھاس کا تنکا تھا۔ اب نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن۔

ائمہ کی مرویات میں اختلاف کی خلیج کو پاٹنا طاقت بشری سے خارج امر ہے اب اہل تشیع سے ہی پوچھنا چاہیے۔ کہ کدھر جائیں۔ اور کیا کریں؟ تو وہ اس بھنور سے نکلنے کی جو راہ تبلاتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ

وہ ہمارے ائمہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ہماری جو حدیث قرآن کے مطابق ہو۔ اس پر عمل کرو۔ اس سے احتجاج و استدلال کرو۔ لیکن جو اس سے ٹکرا جائے اور مخالف نکلے۔ اُسے چھوڑ دو۔،، حوالہ ملاحظہ ہو۔

امالی شیخ صدوق :-

عن الصادق جعفر بن محمد (ع) عن ابیہ عن جدہ قال قال علی (ع) اِنَّ عَلٰی کُلِّ حَقٍّ حَقِیْقَۃً وَعَلٰی کُلِّ صَوَابٍ نُوْرًا فَمَا وَافَقَ کِتَابَ اللّٰہِ فَخُذُوْہُ وَمَا خَالَفَ کِتَابَ اللّٰہِ فَدَعُوْہُ۔

(الامالی والمجالس للشیخ الصدوق ص ۲۲۱
المجلس التاسع والخمسون۔
مطبوعہ قم۔ ایران)

ترجمہ:۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی اور وہ اپنے دادا جان سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بے شک ہر سچی بات کی ایک حقیقت ہے۔ اور ہر صواب و درست بات پر اللہ کا نور ہے۔ تو وہ جو کتاب اللہ کے موافق ہو۔ اس کو قابل عمل سمجھو۔ اور جو اس کے مخالف ہو۔ اس کو چھوڑ دو۔

احتجاج طبرسی:

فَاِذَا اَتَاكُمُ الْحَدِيْثُ عَنِّيْ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَ سُنَّتِيْ فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ فَخُذُوْا بِهٖ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّتِيْ فَلَا تَأْخُذُوْا بِهٖ

(احتجاج طبرسی ابو جعفر محمد علی یحیٰی بن اکثم مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:۔

پس جب تمہارے پاس میری طرف سے کوئی حدیث پہنچے۔ تو اس کو اللہ تعالٰی کی کتاب اور میری سنت پر پیش کرو۔ پھر جو حدیث اللہ کی کتاب اور میری سنت کے موافق ہو۔ اس کو پکڑ لو۔ (یعنی قابل عمل سمجھو) اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے مخالف ہو۔ اُسے ہرگز نہ پکڑو۔

رجال کشی۔

حَدَّثَنِيْ هِشَامُ بْنُ الْحَكَمِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ (ع) يَقُوْلُ لَا تَقْبَلُوْا عَلَيْنَا حَدِيْثًا اِلَّا مَا وَافَقَ الْقُرْاٰنَ

وَالسُّنَّةَ اَوْ تَجِدُوْنَ مَعَهٗ شَاهِدًا مِنْ اَحَادِيْثِنَا الْمُتَقَدِّمَةِ فَاِنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ سَعِيْدٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ دَسَّ فِيْ كُتُبِ اَصْحَابِ اَبِيْ اَحَادِيْثَ لَمْ يُحَدِّثْ بِهَا اَبِيْ۔

رجال کشی مصنفہ ابی عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی ص ۱۹۵ تذکرۃ المغیرہ بن سعید۔ مطبوعہ کربلا۔

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہماری کسی حدیث کو اس وقت تک قبول نہ کرو۔ جب تک وہ قرآن و حدیث کے مطابق نہ ہو۔ یا ہم سے مروی ہی کسی پہلی حدیث سے اُس کی تائید و گواہی نہ مل جائے۔ کیونکہ مغیرہ بن سعید لعنۃ اللہ علیہ نے میرے والد گرامی کے اصحاب کی احادیث میں ایسی احادیث داخل کر دیں۔ جن کا انہوں نے کبھی تذکرہ تک نہیں کیا۔

رجال کشی:

عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَكَمِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ (ع) يَقُوْلُ كَانَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ سَعِيْدٍ يَتَعَمَّدُ الْكَذِبَ عَلٰى اَبِيْ۔

(رجال کشی ص ۱۹۷)

ترجمہ:

ہشام بن الحکم نے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سُنا۔ کہ مغیرہ بن سعید نے جان بوجھ کر میرے والد گرامی پر بہتان باندھے

یعنی ان کے نام سے جھوٹی روایات بیان کیں اور نقل کیں۔

رجال کشی:۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ (ع) قَالَ کَانَ لِلْحَسَنِ کَذَّابٌ یَکْذِبُ عَلَیْہِ وَلَمْ یُسَمِّہٖ وَکَانَ لِلْحُسَیْنِ (ع) کَذَّابٌ یَکْذِبُ عَلَیْہِ وَلَمْ یُسَمِّہٖ وَکَانَ الْمُخْتَارُ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ وَکَانَ الْمُغِیْرَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ۔

(رجال کشی ص ۱۹۷)

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے جھوٹی روایات بیان کرنے والا ایک کذاب تھا۔ اس کا نام نہیں لیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا بھی ایک کذاب تھا۔ اس کا نام بھی نہ لیا۔ مختار نامی شخص حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھتا تھا۔ (ان سے منسوب جھوٹی روایات ذکر کرتا تھا۔) اور مغیرہ بن سعید میرے والد گرامی کے بارے میں کذب بیانی کیا کرتا تھا۔

نوٹ:۔

روایاتِ ائمہ مذکورہ سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ ان کی روایات میں اختلاف دراصل ایک سازش کے تحت وجود میں آیا۔ وہ یہ کہ ہر امام کی باتوں میں گھڑت باتیں شامل کرنے والا اور ان کی طرف سے جھوٹی باتوں کو پیش کرنے والا ہر دور میں کوئی نہ کوئی موجود رہا۔ ان کذاب لوگوں کے کذب و دروغ کی وجہ سے حضرات ائمہ کی احادیث میں اس قدر خلط ملط ہو گیا۔ کہ صحیح اور غلط کے مابین امتیاز بہت

مشکل ہو گیا۔ بلکہ انہی کے ایک محقق علامہ طوسی کے بقول یہ امتیاز طاقت بشری کا سے باہر ہے۔

الحاصل:

اہل تشیع کے نزدیک قرآن کریم کی صحت اور تکمیل اس طور پر ممکن تھی۔ کہ اسے حضرات ائمہ اہل بیت کی احادیث پر پیش کر کے دیکھا جائے۔ قرآن کریم کی جو آیت یا سورۃ ان حضرات کے فرامین وارشادات سے متصادم ہو۔ وہ قرآن نہیں بلکہ کسی نے ایسی آیت وسورۃ قرآن میں داخل کر دی ہے۔ گویا تحریف وعدم تکمیل کے یہ لوگ قائل ہیں۔ اور اصل قرآن کی پہچان کا طریقہ "احادیث ائمہ اہل بیت،، کو قرار دیتے ہیں۔

لیکن ستم بالائے ستم یہ ہے۔ کہ جن احادیث کو قرآن کی شناخت کا معیار مقرر کیا۔ انہی کے بارے میں ائمہ اہل بیت کے بقول کذاب لوگوں نے جھوٹی روایات کی اس قدر بھرمار کر دی۔ کہ غلط وصحیح کے مابین خط امتیاز کھینچنا اگرچہ ناممکن نہ سہی لیکن طاقت بشری سے باہر ہے۔ اب ایک عام آدمی یہ سوچتا ہے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کی احادیث میں سچ وجھوٹ کو الگ کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو اس کا جواب انہی احادیث میں یہ دیا گیا کہ جو حدیث امام قرآن کے خلاف ہو وہ ان کی حدیث نہیں۔ اور اس بنا پر وہ ناقابل یقین وعمل ہے۔ تو یہ ایک ایسا بھنور بن گیا۔ کہ نہ قرآن کو سمجھنا ممکن رہا۔ اور نہ احادیث کی صحت کا کوئی طریقہ سامنے آیا۔ جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اہل تشیع کو نہ تو قرآن کے غیر محرف اور کامل ہونے پر ایمان ویقین ہے۔ اور نہ ہی ائمہ اہل بیت سے مروی احادیث کی صحت کا یقین۔

قرآن کریم سے اس سلوک کی راہ تو اس وجہ سے نکلی کہ یار لوگوں کو یہ گوارا نہ تھا کہ اسے جمع کرنے کا کام حضرات صحابہ کرام کرتے۔ صحابہ کرام سے عداوت و بغض کی بنا پر قرآن کریم کے کامل اور غیر محرف ہونے پر یقین نہ آیا۔ لیکن جن حضرات (یعنی ائمہ اہل بیت) پر ان کے دین و ایمان کا دارومدار تھا۔ ان کی احادیث کے بارے میں ان کا یہ رویہ کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ کس دل گردے کے ساتھ ان کے محقق شیخ طوسی نے یہاں تک کہہ دیا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت سے مروی احادیث کے اختلاف کے اسباب کا امتیاز اتنا بڑا کام ہے۔ کہ انسانی طاقت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ قرآن تو پہلے ہی چھوڑ چکے تھے۔ اب جس پر ان کے دین و ایمان کا تکیہ تھا۔ وہ بھی منہدم ہو گیا۔ اگر ان حالات میں کوئی انصاف پسند یہ نتیجہ نکالے۔ کہ اہل تشیع کے پاس نہ قرآن رہا۔ نہ ائمہ اہل بیت کی کوئی باوثوق روایت۔ ان دونوں کے معدوم ہونے سے ایمان کا خاتمہ کیونکر ممکن نہ ہوگا۔؟

تکملہ بحث تحریف قرآن کے بارے میں چند ضروری گزارشات

۱۔ اہل تشیع کی معتبر کتب کے حوالہ جات سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ تحریف قرآن کی روایات (ان کے نزدیک) دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔

• اس کی بنا پر تحریف قرآن کا ثبوت در اخبار مستفیض بلکہ اخبار متواترہ، سے ہے۔

فصل الخطاب:

وَهِيَ كَثِيْرَةٌ جِدًّا حَتّٰى قَالَ السَّيِّدُ نِعْمَتُ اللّٰهِ الْجَزَائِرِيُّ فِيْ بَعْضِ مُؤَلَّفَاتِهٖ كَمَا حُكِيَ عَنْهُ اَنَّ الْاَخْبَارَ الدَّالَّةَ عَلٰى ذَالِكَ تَزِيْدُ عَلٰى اَلْفَيْ حَدِيْثٍ وَادَّعٰى اِسْتِفَاضَتَهَا جَمَاعَةٌ كَالْمُفِيْدِ وَالْمُحَقِّقِ الدَّامَادِ وَالْعَلَّامَةِ الْمَجْلِسِيِّ وَغَيْرِهِمْ بَلِ الشَّيْخُ اَيْضًا صَرَّحَ فِي التِّبْيَانِ بِكَثْرَتِهَا بَلِ ادَّعٰى تَوَاتُرَهَا جَمَاعَةٌ۔

(فصل الخطاب ص ۲۵۱ مطبوعہ ایران)

ترجمہ:۔

قرآن کریم کے محرف ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ یہاں تک کہ سید نعمت اللہ الجزائری نے اپنی بعض کتابوں میں کہا ہے۔ جو ان سے حکایت بھی کیا گیا ہے۔ کہ وہ احادیث واخبار جو کہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ ان روایات کے متعلق ایک بہت بڑی جماعت نے "مستفیض" ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جن میں شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ شامل ہیں۔ بلکہ شیخ طوسی نے تو ان روایات کی کثرت کی تصریح کے ساتھ ساتھ یہ بھی دعویٰ کیا۔ کہ ایک جماعت نے ان روایات کو "متواتر" قرار دیا ہے۔

۲۔ شیعہ مشائخ اور مجتہدین کا ان روایات کی وجہ سے بانگ دہل یہ عقیدہ

ہے۔ کہ موجود قرآن واقعی محرف ہے۔

تفسیر صافی:

وَ اَمَّا اِعْتِقَادُ مَشَائِخِنَا فِیْ ذٰلِكَ فَالظَّاهِرُ مِنْ ثِقَةِ الْاِسْلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوْبَ الْكُلَيْنِيْ طَابَ ثَرَاهُ اَنَّهٗ كَانَ يَعْتَقِدُ التَّحْرِيْفَ وَ النُّقْصَانَ فِی الْقُرْاٰنِ لِاَنَّهٗ كَانَ رَوٰى رِوَايَاتٍ فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰى فِیْ كِتَابِهِ الْكَافِیْ وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِقَدْحٍ فِيْهَا مَعَ اَنَّهٗ ذَكَرَ فِیْ اَوَّلِ الْكِتَابِ اَنَّهٗ كَانَ يَثِقُ بِمَا رَوَاهُ فِيْهِ وَ كَذٰلِكَ اُسْتَاذُهٗ عَلِیُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْقُمِّیْ فَاِنَّ تَفْسِيْرَهٗ مَمْلُوٌّ مِنْهُ وَلَهٗ غُلُوٌّ فِيْهِ وَكَذٰلِكَ الشَّيْخُ اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ طَالِبِ الطَّبْرَسِیْ فَاِنَّهٗ اَيْضًا نَسَجَ عَلٰى مِنْوَالِهِمَا فِیْ كِتَابِ الْاِحْتِجَاجِ۔

(تفسیر صافی مصنفہ ملا فیض کاشانی شیعی
جلد اول ص ۳۴ / ۱۳ المقدمۃ السادستہ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

رہی تحریف و تبدیل قرآن کریم کے بارے میں ہمارے مشائخ کے اعتقاد کی بات تو ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی سے یہ بات

بالکل ظاہر ہے۔ کہ وہ اس میں تحریف ونقصان کے معتقد تھے کیونکہ انہوں نے اسی موضوع پر اپنی کتاب الکافی میں بہت سی روایات ذکر کیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے کسی روایت پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ حالانکہ انہوں نے اپنی اسی کتاب کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے کہ اس کتاب میں وہ ایسی روایات ذکر کریں گے۔ جو باوثوق ہیں۔ اسی طرح ان کے استاذ علی بن ابراہیم القمی بھی اسی عقیدہ کے معتقد تھے۔ ان کی تفسیر ایسی روایات سے بھری پڑی ہے۔ اس موضوع میں انہوں نے حد سے بڑھ کر کردار ادا کیا۔ ان دونوں کی طرح شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی اپنی کتاب الاحتجاج میں ان دونوں کے نقش قدم پر چلے۔

۲۔ قرآن کریم کی باعتبار مادہ، کلام اور اعراب کے تحریف پر شیعہ علماء کی دو ہزار روایات بالتصریح موجود ہیں۔

انوار نعمانیہ:

اَلْاَخْبَارُ الْمُسْتَفِیْضَۃُ بَلِ الْمُتَوَاتِرَۃُ الدَّالَّۃُ بِصَرِیْحِھَا عَلٰی وُقُوْعِ التَّحْرِیْفِ فِی الْقُرْاٰنِ کَلَامًا وَمَادَّۃً وَاِعْرَابًا۔

(انوار نعمانیہ جلد ۲ ص ۳۵۷ نور فی الصلوۃ مطبوعہ تبریز۔ طبع جدید)

ترجمہ:

مشہور اخبار بلکہ متواتر روایات ایسی ہیں جو کہ قرآن کریم کی مادہ کلام اور اعراب کی تحریف پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔

۴۔ جیسا کہ متعدد بار یہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں عقائد کے معاملہ میں کوئی قول اور روایت اس وقت تک قابل نہیں ہوتی۔ جب تک اس کی سند کسی معصوم امام تک نہ پہنچتی ہو۔ اب ہم اہل تشیع سے دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ پوری دنیائے شیعیت ائمہ اہل بیت سے کوئی ایک روایت جو مشہور یا متواتر ہو۔ وہ پیش کریں۔ جس میں دوٹوک انداز میں یہ مذکور ہو۔ کہ موجودہ قرآن کریم غیر محرف اور غیر متبدل ہے۔ اس کی کلیت یقینی ہو۔

۵۔ اہل تشیع کے جن ممتاز اور معتبر علماء کا یہ عقیدہ مذکور ہوا۔ کہ وہ قرآن کریم کے محرف اور نامکمل ہونے کے معتقد ہیں۔ ان کے اس عقیدہ کی بنا پر آج تک کسی شیعہ کی کوئی ایسی عبارت نہیں ملتی۔ جو ان کی تکفیر کرتی ہو۔

مصنوعی دعویٰ:

اہل تشیع جو یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہمارے مذہب میں موجود قرآن کو غیر محرف اور مکمل مانا جاتا ہے۔ سُنّی خواہ مخواہ ہمیں موردِ الزام گردانتے ہیں۔ ہمارا غیر مشروط ایمان ہے۔ کہ موجود قرآن مکمل اور کامل ہے۔ تو ہم اس مصنوعی دعویٰ کے متعلق یہ کہتے ہیں۔ کہ جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ اہل تشیع کے ممتاز اور بڑے بڑے بانی علماء نے موجود قرآن کے محرف ہونے کا بڑے شدومد کے ساتھ دعویٰ کیا۔ تو ان مدعیان تحریف کو خارج از اسلام سمجھیں۔ اور ان کے ساتھ مذہبی عقیدت سے بیزاری کا اعلان کریں۔ لیکن ہم ان سے اس کی امید ہرگز نہیں رکھتے۔ کہ وہ ایسا کریں گے۔ کیونکہ آج تک ایسا نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اس رویہ سے صاف ظاہر کہ تمام شیعوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ موجود قرآن محرف اور نامکمل ہے۔

۶۔ اہل تشیع تحریف قرآن کے موضوع پر جب کسی سنی سے الجھ پڑیں۔ تو ہم اس سے نجات اور چھٹکارا پانے کا ایک آسان طریقہ بتلائے دیتے ہیں۔ ان سے کہیں کہ ہم نے آپ کے عقائد اور اقراری عبارات سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ تمہارے نزدیک مشہور بلکہ متواتر روایات بکثرت ایسی ہیں۔ جو صراحۃً تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کتب کے نام اور ان علماء کی شناخت کرا دی ہے۔ جن میں کھلے الفاظ سے اس کی تائید کی گئی ہے۔ اب آپ بھی کوشش کریں۔ کہ اہل سنت کے ائمہ اور مشائخ میں سے کسی ایک کی کہیں سے ایسی عبارت دکھا دو۔ جس میں موجود قرآن کو محرف اور نامکمل ہونے کی تصریح موجود ہو۔ ہم دعویٰ سے کہہ دیتے ہیں۔ کہ دنیائے شیعیت کے تمام سپوت ایک بھی صحیح اور متواتر و مشہور روایت پیش نہ کر سکیں گے۔ لہذا ثابت ہو گیا۔ کہ تمام اہل سنت موجود قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے کے معتقد ہیں۔ اور اہل تشیع اس میں ہر طرح کی تحریف کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

الحمد للہ! تحریف قرآن کریم کے موضوع کو ہم نے نہایت تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیا۔ اور توفیق باری تعالیٰ سے فراغت پائی۔

☆

فصل پنجم

قرآن مجید میں ناسخ اور منسوخ کی بحث

اس بات کو تمام مسلمان اور اخیار تسلیم کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم عرصہ تئیس سال میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اور اس طویل عرصہ میں تکمیل کی وجہ یہ تھی۔ کہ جب کسی معاملہ میں لوگوں کو ہدایت کرنا مقصود ہوتی۔ اس معاملہ کے متعلق آیات اتاری جاتیں۔ اس لیے قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے اترتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ قرآن کریم کو لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے نازل فرمایا ہے۔ اس لیے اس نے اپنے علم ازلی کے مطابق جس حکم کو جب تک مناسب سمجھا۔ اُسے جاری وساری رکھا۔ اور جب اس کا وقت ختم ہو گیا۔ تو اس کی جگہ اس جیسا یا اس سے بہتر کوئی اور حکم نازل فرما دیا۔ جس حکم کو اپنے علم کے مطابق طے شدہ وقت کے اختتام پر واپس لے لیا۔ اُسے "منسوخ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور اس کی جگہ جو نیا حکم دیا گیا۔ اُسے "ناسخ" کہا جاتا ہے۔

چونکہ نزول قرآن کا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص تھا۔ آپ کے توسل سے کوئی حکم اٹھایا جاتا۔ اور آپ کے ذریعہ ہی دوسرا حکم دیا جاتا۔

اس لیے قرآن کریم اور احادیث نبویہ ایک دوسرے کی ناسخ و منسوخ بن سکتی ہیں۔ اور یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا پر اپنے جسم اقدس کے ساتھ موجود رہنے تک رہا آپ کے وصال شریف کے بعد نہ کسی پر قرآن اتر سکتا ہے۔ اور نہ ہی کسی اور ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کسی حکم کو منسوخ کرنے کی اطلاع دیتا ہے۔

اہل تشیع اگرچہ اہل سنت پر یہ الزام دھرتے ہیں۔ کہ تمہاری کتب میں موجود قرآن کی تحریف کے متعلق بہت سے روایات موجود ہیں۔ جن سے دھوکہ کھانا ممکن ہے۔ تو اس الزام کے متعلق گزارش یہ ہے کہ ایسی روایات جو وہ تحریف کے ضمن میں پیش کرتے ہیں۔ وہ دراصل "منسوخ" ہوتی ہیں۔ اور منسوخ آیات یا سورتوں کی روایات دونوں کی کتب میں موجود ہیں۔ اب ہم اس موضوع پر کچھ اظہار خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے اور اُسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

"منسوخ" کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہوں۔

۲۔ حکم منسوخ ہو لیکن الفاظ کی تلاوت برقرار رہے۔

۳۔ تلاوت الفاظ منسوخ ہو لیکن حکم باقی رہے۔

ان تین اقسام کی تائید میں کتب شیعہ سے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

قسم اول یعنی وہ آیات کہ جن کے الفاظ و تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں

۱۔ منسوخ:

اِنَّ عَشَرَ رَضَعَاتٍ یُحَرِّمْنَ۔

ناسخ:

خَمْسَ عَشْرَ رَضْعَةً يُحَرِّمْنَ

۲۔ منسوخ:۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ لَا تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَتُكْتَبُ شَهَادَةٌ فِيْ اَعْنَاقِكُمْ فَتُسْئَلُوْنَ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

قسم دوم یعنی وہ آیات جن کا حکم

تو منسوخ ہے لیکن الفاظ و تلاوت

برقرار رہیں

تفسیر جوامع التنزیل:

۱۔ منسوخ:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِاَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ۔

ناسخ: اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا

۲۔ منسوخ:۔

فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَةً۔

ناسخ:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً۔

۳۔ منسوخ:

فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ۔

ناسخ:

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ۔

۴۔ منسوخ:

سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا۔

ناسخ:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

۵۔ منسوخ:

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ۔

ناسخ:

قسم سوم یعنی وہ آیات جن کا حکم باقی ہے لیکن الفاظ و تلاوت منسوخ ہیں

۱۔ اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَةُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ نَكَالًا

مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

۲۔ لوکان لابن آدم وادیین من مال لا بتغی الیھما ثالثا ولا یملاء جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب

۳۔ ان التعین من الا نصار الذین قتلوا ببیر معونة قرانا حتی نسخ بعد ان بلغوا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا۔

۴۔ لاترغبوا عن ابائکم فانه کفر بکم

۵۔ ان انتفائکم من ابائکم کفر بکم

ائمہ اہل بیت اور شیعہ مجتہدین ومفسرین کا آیت نسخ کے بارے میں فیصلہ

آیت:

ما ننسخ من اية او ننسها نات بخير منها او مثلها الم تعلم ان الله على كل شيء قدير۔

(پ۱ ۱۰۶)

ترجمہ:۔

ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے نہ بھلاتے ہیں جب تک کہ اس سے بہتر یا ویسی ہی نازل نہ کریں۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے شیعہ مفسر کی تحریر

تفسیر مجمع البیان:

وَ اَوْلٰی مَا یُحَدُّ بِهِ النَّسْخُ اَنْ یُقَالَ هُوَ کُلُّ
دَلِیْلٍ شَرْعِیٍّ دَلَّ عَلٰی اَنَّ مِثْلَ الْحُکْمِ
الثَّابِتِ بِالنَّصِّ الْاَوَّلِ غَیْرُ ثَابِتٍ فِی الْمُسْتَقْبِلِ
عَلٰی وَجْهٍ لَوْلَاهُ لَکَانَ ثَابِتًا بِالنَّصِّ
الْاَوَّلِ مَعَ تَرَاخِیْهِ عَنْهُ وَ النَّسْخُ فِی الْقُرْاٰنِ
عَلٰی ضُرُوْبٍ مِنْهَا اَنْ یُرْفَعَ حُکْمُ الْاٰیَةِ
وَ تِلَاوَتُهَا کَمَا رُوِیَ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّهُ
قَالَ کُنَّا نَقْرَءُ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِکُمْ
فَاِنَّهُ کُفْرٌ بِکُمْ وَ مِنْهَا اَنْ تَثْبُتَ الْاٰیَةُ
فِی الْخَطِّ وَ یُرْفَعَ حُکْمُهَا کَقَوْلِهٖ وَ اِنْ
فَاتَکُمْ شَیْءٌ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ اِلَی الْکُفَّارِ
فَعَاقَبْتُمْ الْاٰیَةَ فَهٰذِهٖ ثَابِتَةُ اللَّفْظِ فِی
الْخَطِّ مُرْتَفِعَةُ الْحُکْمِ وَ مِنْهَا مَا یَرْتَفِعُ
اللَّفْظُ وَ یَثْبُتُ الْحُکْمُ کَاٰیَةِ الرَّجْمِ
فَقَدْ قِیْلَ اِنَّهَا کَانَتْ مُنَزَّلَةً فَرُفِعَ
لَفْظُهَا وَ قَدْ جَاءَتْ اَخْبَارٌ کَثِیْرَةٌ

بِاَنَّ اَشْیَآءَ کَانَتْ فِی الْقُرْاٰنِ
فَنُسِخَ تِلَاوَتُهَا فَمِنْهَا مَا رُوِیَ
عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّهُمْ کَانُوْا یَقْرَءُوْنَ
لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَیْنِ مِنْ مَالٍ
لَا یَبْتَغِیْ اِلَیْهِمَا ثَالِثًا وَ لَا یَمْلَأُ جَوْفَ
ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی
مَنْ تَابَ ثُمَّ رُفِعَ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ السَّبْعِیْنَ
مِنَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ
قَرَاْنَا فِیْهِمْ کِتَابًا بَلِّغُوْا عَنَّا
قَوْمَنَا اِنَّا لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ
عَنَّا وَاَرْضَانَا ثُمَّ اِنَّ ذٰلِکَ
رُفِعَ ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اوّل جزء اوّل،
ص ۱۸۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
نسخ کی بہترین تعریف کے لیے یہ لفظ کہے جا سکتے ہیں۔ کہ "نسخ" ایک ایسی شرعی دلیل ہے۔ جو اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ وہ حکم جو پہلی نص سے ثابت تھا۔ آئندہ کے لیے غیر ثابت ہو گیا ہے۔ وہ بھی اس طریقہ سے کہ اگر دوسری نص نہ ہوتی۔ تو پہلی نص کے ذریعہ ہی وہ حکم باقی و ثابت رہتا۔ اور دلیل شرعی اس سے متاخر ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں نسخ کی کئی اقسام ہیں، ایک

قسم یہ کہ آیت کا حکم اور تلاوت دونوں اٹھا لیے جائیں۔ اس کی مثال وہ جو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایک آیت یوں پڑھا کرتے تھے۔ لا ترغبوا عن اباءکم فانہ کفر بکم۔ یعنی اپنے آباؤ اجداد سے منہ مت موڑو۔ ایسا کرنا تمہارا کفر کرنا ہوگا۔ دوسری قسم نسخ کی یہ ہے۔ کہ آیت کی تلاوت تو باقی ہو لیکن اس کا حکم اٹھا لیا گیا ہو۔ جیسا کہ آیت وان فاتکم شئی من ازواجکم الی الکفار۔ یہ آیات اُن میں سے ہے۔ جن کی تلاوت تو موجود ہے۔ لیکن حکم ختم ہو گیا ہے۔ تیسری قسم یہ کہ لفظ تو اٹھا لیے گئے ہوں۔ لیکن ان کا حکم باقی ہو۔ اس کی مثال رجم کی آیت ہے۔ کہا گیا ہے۔ کہ یہ آیت اتاری گئی تھی۔ پھر اس کے الفاظ تو اٹھا لیے گئے۔ لیکن حکم باقی ہے۔ اس قسم کی بہت سی روایات موجود ہیں۔ جن میں اس امر کی نشاندہی ملتی ہے۔ قرآن کریم میں سے بہت سی آیات جو اتاری گئی تھیں۔ لیکن اب ان کی تلاوت باقی نہیں رہی۔ ان میں سے ایک وہ کہ جس کی ابو موسیٰ نے روایت کی۔ فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایک آیت یوں پڑھا کرتے تھے۔ ”لو ان لابن آدم الخ“ پھر اس آیت کو اٹھا لیا گیا۔ حضرت انس سے بھی ایک روایت ہے۔ کہ بیر معونہ میں شہادت پانے والے ستر صحابہ کرام کے بارے میں جو انصاری تھے۔ ہم یوں پڑھا کرتے تھے۔

بلغوا عنا قومنا انا لقینا الخ۔

÷

خلاصہ:

اہل تشیع کے محقق اور مفسر علامہ طبرسی نے اپنی تصنیف میں وضاحت سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ قرآن کریم میں نسخ ہے۔ اور اس کی تین اقسام بیان کر کے ہر ایک کی مثال بھی بیان کی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ قرآن کریم میں بعض آیات کا ناسخ اور بعض کا منسوخ ہونا ایک حقیقت ہے۔ اور تحقیقی بات ہے۔

تفسیر امام حسن عسکری:

قَالَ الْاِمَامُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیِّ ابْنِ مُوسٰی مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ بِاَنْ نَرْفَعَ حُکْمَهَا اَوْ نُنْسِهَا بِاَنْ نَرْفَعَ رَسْمَهَا وَقَدْ نُبْلِیْ عَنِ الْقُلُوْبِ حِفْظَهَا وَعَنْ قَلْبِكَ یَا مُحَمَّدُ كَمَا قَالَ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ یُّنْسِیَكَ فَرَفَعَ عَنْ قَلِیْلٍ نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا یَعْنِیْ بِخَیْرٍ عَمَلِكُمْ بِهٰذِهِ الثَّانِیَةِ وَاَعْظَمَ لِثَوَابِهَا وَ اَجَلَّ لِصَلَاحِكُمْ مِنَ الْاٰیَةِ الْاُوْلٰی مِنَ الْمَنْسُوْخَةِ اَوْ مِثْلِهَا مِنَ الصَّلَاحِ لَكُمْ اَیْ اِنَّا لَا نَنْسَخُ وَلَا

نُبَدِّلُ اِلَّا وَغَرَضُنَا فِیْ ذٰلِكَ مَصَالِحُكُمْ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

(تفسیر امام حسن عسکری ص ۳۴۴ مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۱۰ھ)

ترجمہ:۔

امام حسن عسکری نے فرمایا۔ کہ محمد بن علی بن موسیٰ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا۔ ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے۔ یا کسی آیت کو بھلا نہیں دیتے۔ مگر ہم اس کی جگہ اس جیسی یا اس سے بہتر لے آتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم کسی آیت کا حکم نہیں اٹھا لیتے یا ہم کسی آیت کا رسم الخط اٹھا نہیں لیتے۔ وہ یوں کہ دلوں سے اس کا حفظ نکال دیا جائے۔ اور آپ کے قلبِ انور سے بھی یا محمد۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہم آپ کو پڑھائیں گے۔ تو آپ نہیں بھولیں گے۔ ہاں مگر اللہ تعالیٰ جو چاہے اُسے بھلا دے۔ تو اُسے اٹھا لے۔ پھر فرمایا۔ کہ ہم اس منسوخ یا بھلائی گئی آیت سے بہتر لے آئیں گے۔ یعنی انسانوں کے عمل کے اعتبار سے پہلی سے بہتر ہو گی۔ ثواب کے اعتبار سے عظیم اور صلاح کے اعتبار سے بہت بزرگ ہو گی۔ یا اس کی مثل ہو گی۔ یعنی انسانی صلاح کے لحاظ سے مطلب یہ ہے۔ کہ ہم کسی آیت کو منسوخ یا تبدیل کریں گے۔ لیکن اس سے ہماری غرض یہ ہو گی۔ کہ انسانوں کی بہتری کی صورت انہیں عطا کی جائے۔ پھر فرمایا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے۔

تفسیر صافی:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ بِاَنْ نَّرْفَعَ حُكْمَهَا وَ
قَرِئَ بَعْضُهُمْ بِضَمِّ النُّوْنِ وَكَسْرِ السِّيْنِ
اَوْ نُنْسِهَا بِاَنْ نَرْفَعَ رَسْمَهَا وَنُبْلِيْ عَنِ
الْقُلُوْبِ حِفْظَهَا وَ عَنْ قَلْبِكَ يَا مُحَمَّدُ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ كَمَا قَالَ سَنُقْرِئُكَ
فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يُّنْسِيَكَ
فَرَفَعَ عَنْ قَلْبِكَ ذِكْرَهٗ وَقُرِئَ نَنْسَاهَا
بِفَتْحِ النُّوْنِ وَ اِثْبَاتِ الْاَلِفِ نَأْتِ بِخَيْرٍ
مِنْهَا بِمَا هُوَ اَعْظَمُ لِثَوَابِكُمْ وَ اَجَلُّ
لِصَلَاحِكُمْ اَوْ مِثْلِهَا مِنَ الصَّلَاحِ يَعْنِيْ اِنَّا
لَا نَنْسَخُ وَلَا نُبَدِّلُ اِلَّا وَ غَرَضُنَا فِيْ ذٰلِكَ
مَصَالِحُكُمْ اَقُوْلُ وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْمَصَالِحَ
تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْاَعْصَارِ وَ الْاَشْخَاصِ
فَاِنَّ النَّافِعَ فِيْ عَصْرٍ وَبِالنِّسْبَةِ اِلٰى شَخْصٍ
قَدْ يَضُرُّ فِيْ غَيْرِ ذٰلِكَ الْعَصْرِ وَ
فِيْ غَيْرِ ذٰلِكَ الشَّخْصِ وَ يَأْتِيْ بَيَانُ ذٰلِكَ
مُفَصَّلًا مِّنْ كَلَامِ الْمَعْصُوْمِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فِيْ تَفْسِيْرِ اٰيَاتِ الْقِبْلَةِ
اِنْشَآءَ اللّٰهُ قِيْلَ اِنَّهَا نَزَلَتْ
حِيْنَ قَالُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ يَأْمُرُ بِأَمْرٍ ثُمَّ يَنْهٰى عَنْهُ وَيَأْمُرُ بِخِلَافِهٖ ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۱۳۲ سورۃ البقرہ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

"ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے" منسوخ کرنے کی صورت یہ ہے کہ ہم اس آیت کے حکم کو اٹھالیں۔ بعض نے لفظ "تَنْسَخْ" کو نون مضمومہ اور سین کی کسرہ کے ساتھ (تُنْسِخْ) پڑھا ہے۔ "یا ہم کسی آیت کو بھلا نہیں دیتے" وہ اس طرح کہ اُس آیت کے الفاظ کو اٹھالیں۔ اور دلوں سے اس کی یاداشت ختم کردیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور سے اُسے اٹھالیں۔ جیسا کہ ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ "ہم آپ کو جلد ایسا پڑھا دیں گے۔ کہ آپ اُسے نہیں بھولنے پائیں گے۔ مگر اللہ جو چاہے" یعنی اگر اللہ آپ کی یادداشت سے اُسے نکال دے۔ تو ایسا ہوسکتا ہے یہاں "نَنْسَاهَا" بھی پڑھا گیا ہے۔ "ہم اُس سے بہتر ہو عطا کریں گے۔" وہ اس طرح کہ نئی نازل ہونے والی آیت انسانوں کے لیے ثواب کے حصول کے اعتبار سے پہلی سے بہتر ہو۔ اور انسانی اصلاح کے طور پر بھی پہلی سے اچھی ہو۔ "یا اس کی مثل ہوگی" یعنی صلاح انسانی (اور حصول ثواب کے اعتبار) سے پہلی آیت

جیسی ہی ہو۔ گویا ہمارا منسوخ کرنا اور آیات کا تبادلہ کرنا صرف اسی لیے ہوتا ہے۔ کہ ایسا کرنے میں انسانیت کی فلاح وصلاح مقصود ہوتی ہے۔

میں (مصنف تفسیر صافی) کہتا ہوں۔ یہ اس لیے ہے۔ کیونکہ انسانی مصلحتیں اور بہتری کے اسباب زمانے کے تغیر و تبدل سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ اور اسی طرح انسانوں کے اختلاف سے بھی مصلحتوں کا اختلاف رونما ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض سود مند باتیں جو ایک زمانہ میں اور کچھ انسانوں کے لیے باعث بہتری ہوتی ہیں۔ وہ اس زمانے کے علاوہ دوسرے اوقات اور ان اشخاص کے علاوہ دوسرے اشخاص کے لیے ہرگز باعث نفع نہیں ہوتیں۔ تحویل قبلہ کے متعلق نازل ہونے والی آیات کی تفسیر میں امام معصوم، جناب امام تقی رضی اللہ عنہ کا کلام اس ضمن میں انشاء اللہ تفصیل سے مذکور ہوگا۔ "وما ننسخ من اٰیت الخ"، کے متعلق یہی شانِ نزول بیان کیا گیا ہے۔ کہ کچھ لوگوں نے جب یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج ایک امر کا حکم دیتے ہیں۔ اور پھر دوسرے دن ہی اس کے خلاف حکم دے کر پہلا حکم توڑ دیتے ہیں (تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کا اس آیت کے ذریعہ جواب دیا۔)

حضرت امام تقی رضی اللہ عنہ کی زبانی صاحب تفسیر صافی نے نسخ کے بارے میں ان کے خیالات کی یوں ترجمانی کی۔ کہ امام مذکور کے نزدیک قرآن کریم میں ناسخ اور منسوخ صرف انسانیت کی بہتری کے لیے اختیار کیا گیا جس سے معلوم ہوا۔ کہ قرآنی نص اور ارشاد ائمہ معصومین کے مطابق قرآن کریم میں ناسخ اور منسوخ

کا ہونا برحق ہے۔

تفسیر خلاصۃ المنہج:

ما ننسخ من ایۃ۔ ہر چہ منسوخ میگردانیم آیت از قرآن بروفق مصلحت خلقان ومقتضائے زمان او ننسہا یا فراموش میگردانیم آنرا از دلہائے می بریم نات بخیر منہا می آریم بہتر ازاں آیۃ منسوخہ در نفع بندگان چنانچہ جہاد یک غازی را با دہ تن منسوخ کردیم بامر دو تن یا در بسیاری ثواب کہ در ناسخ باشد و در منسوخ نہ او مثلہا۔ یا می آریم مانند آنچہ نسخ کردہ ایم در منفعت و مثوبت با وجود رعایت مصلحت چوں گردانیدن قبلہ از بیت المقدس بکعبہ۔ مروی است کہ مردے در مجلس اشرف رسالت برپائے خاست وگفت یا رسول اللہ چند آیۃ از قرآن می دانستم در نماز تہجد می خواندم۔ دیشب برخاستم فراموش کردہ بودم ہر چند خواستم کہ بیاد آرم میسر نشد و دیگرے نیز برخاست وگفت مرا نیز ہمیں صورت دست داد۔ دیگرے نیز چنیں گفت حضرت فرمود کہ حق تعالیٰ آنرا نسخ فرمود۔ و ہر آیتے را کہ نسخ نماید آنرا از یاد مردم ببرد۔

(تفسیر خلاصۃ المنہج زیر آیت ما ننسخ
من آیۃ الخ)

ترجمہ:۔

"وما ننسخ من ایۃ" قرآن کریم کی آیات میں سے کسی آیت کو ہم لوگوں کی مصلحت اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق منسوخ

کرتے ہیں۔ "او ننسھا"، یا ہم اس میں سے کسی آیت کو لوگوں کے دلوں میں سے نکال لیتے ہیں۔ "و نات بخیر منھا"، تو اس منسوخ آیت کے بدلہ میں ہم نئی آیت ایسی نازل کر دیتے ہیں۔ جس میں لوگوں کو زیادہ نفع ہو۔ جیسا کہ ایک مسلمان غازی کو دس کفار سے مقابلہ کرنے کا معاملہ ہم نے واپس لے لیا۔ اور اس کی جگہ صرف دو کافروں کے ساتھ مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یا بہتری باعتبار ثواب کی زیادتی کے ہو گی۔ یعنی منسوخ آیت کی بہ نسبت ناسخ کا ثواب زیادہ ہو گا۔ "او مثلھا"، یا ہم منسوخ آیت جیسی ہی منفعت اور ثواب والی آیت نازل کریں گے۔ لیکن مصلحت، بہر حال پیش نظر ہو گی۔ جیسا کہ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر کر دینا۔

روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض گزاری۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں قرآن کریم میں سے چند آیات کا حافظ تھا۔ جو نماز تہجد میں میں پڑھا کرتا تھا۔ لیکن آج رات جب میں اٹھا۔ تو میری یادداشت سے وہ آیات نکل گئی تھیں۔ میں نے انتہائی کوشش کی۔ کہ وہ مجھے یاد آ جائیں۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ ایک اور شخص نے بھی بعینہ یہی ماجرا عرض کیا۔ تیسرا بھی ایسی ہی حالت سے دوچار ہونے کا تذکرہ کر رہا تھا۔ اس پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ان آیات کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس آیت کو منسوخ فرما دیتا ہے۔ اس کو لوگوں کی یادداشت سے نکال لیتا ہے۔

منہج الصادقین:

و انساء آیت اذہاب آنست از قلوب چنانکہ در روایت آمدہ

کرمردے در مجلس رسول صلی اللہ علیہ وسلم برپائی خواست و گفت یارسول اللہ چند آیت قرآن میدانستم و در نماز تہجد می خواندم شب برخواستم فراموش کردہ بودم و ہر چند خواستم کہ یاد من آید میسر نشد۔ و دیگرے برخواست و گفت مرا نیز ہم چنیں قضیہ دست داد۔ و دیگرے ہم چنیں گفت پیغمبر فرمود ہیچ میدانید کہ سبب ایں چیست گفتند اللہ و رسولہ اعلم فرمود ایں بجہت آنکہ حق تعالیٰ آنرا نسخ فرمود و ہر گاہ آیتے را نسخ نماید آں را از یاد مردماں ببرد۔ و ایں از جملہ معجزات حضرت رسالت است۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد اول سورۃ البقرہ ص ۲۴۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

دو آیت کا بھلا دینا، وہ اس طرح کہ لوگوں کے دلوں سے اس کی یادداشت کو ختم کر دینا۔ جیسا کہ روایت میں آیا ہے۔ کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں کھڑے ہو کر عرض کی۔ یارسول اللہ! مجھے قرآن کی چند آیات حفظ تھیں۔ جن کی نماز تہجد میں تلاوت کیا کرتا تھا۔ آج رات یوں ہوا کہ میں نماز تہجد کے لیے اٹھا لیکن وہ آیات میں بھول چکا تھا۔ بسیار کوشش کے باوجود نہیں پڑھنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ دوسرا آدمی کھڑا ہوا۔ اور بولا کہ میرے ساتھ بھی یہی قضیہ پیش آیا ہے۔ ایک اور نے بھی یہی ماجرا بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ جانتے ہو۔ اس کا سبب کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے

آپ نے فرمایا۔ یہ اس لیے ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ سے ان آیات کو منسوخ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی آیت کو منسوخ فرماتا ہے۔ تو لوگوں کی یادداشت سے اُسے نکال لیتا ہے۔ اور یہ ناسخ اور منسوخ کا معاملہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے

تبصرہ:

اہل تشیع کے مفسرین اور محققین ائمہ سے یہ بات ہم نے ثابت کر دی ہے۔ کہ قرآن کریم میں ناسخ اور منسوخ موجود ہیں۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی بھلائی کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ تحریف قرآن کے موضوع پر جب ہم اہل تشیع پر خود ان کی کتب کے حوالہ جات سے ضرب کاری لگا کر یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ اہل تشیع موجود قرآن کے محرف اور نامکمل ہونے کے معتقد ہیں۔ تو اس جرم کی صفائی کے طور پر اُن سے اور تو کچھ نہ بن سکا۔ یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ اگر ہم پر یہ اعتراض ہے۔ تو اہل سنت نے بھی یہ جرم کیا ہے۔ لہذا وہ اور ہم برابر کے مجرم ہیں۔

اس جرم کے ثبوت میں جو کتب اہل سنت سے عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ وہ وہ ہیں۔ کہ جن میں ناسخ و منسوخ کی ایک قسم یعنی منسوخ التلاوت آیات کا ذکر ہے۔ لیکن وہ ان آیات کو "منسوخ التلاوت" کا نام دینے کے متعلق یہ کہتے ہیں۔ کہ نسخ کی یہ قسم سنیوں کی خود ساختہ ہے۔ اس خود ساختہ قسم کے ذریعہ وہ اپنے آپ کو اس جرم سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ وہ سنی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔"

اہل تشیع کے اس فریب اور مغالطہ کا رد خود ان کی مذکورہ تفاسیر سے بخوبی

آشکارا ہو گیا۔ وہ یہ کہ شیعہ مفسرین بھی نسخ کی اس قسم کو مانتے اور ذکر کرتے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ شیعہ مفسر ''ملا کاشانی'' نے اپنی تفسیر کی امتیازی خوبی بھی بیان کی۔ کہ میری تصنیف مسلک ائمہ اہل بیت کی وضاحت و تحقیق و تدقیق پر مشتمل ہے۔ اور اس کے ساتھ مخالفین کی تردید کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ ''مقدمہ منہج الصادقین'' کے یہ الفاظ بغور ملاحظہ فرمائیں۔

منہج الصادقین:

مطلب اعلیٰ ازیں منتخب ایضاح طریقۂ ائمہ صادقین است بحجج واضح و الزام مخالفین ببراہین باہرہ ازیں جہت مسمیٰ شد۔

(منہج الصادقین جلد اول ص ۴)

ترجمہ:

اس منتخب تفسیر کا اصل مطلب یہ ہے۔ کہ حضرات ائمہ صادقین کے مذہب و طریقہ کی واضح حجتوں کے ذریعہ وضاحت کی جائے۔ اور مخالفین پر روشن دلائل سے الزام دھرا جائے۔ دکھانا ہے مذہب میں یہ کمزوری اور نقص ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس تفسیر کا ''منہج الصادقین'' نام رکھا گیا۔

شیعہ مفسر کی اس عظیم تفسیر میں یہ مذکور ہے۔ کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک دفعہ چند صحابہ کرام نے بعض آیات کے ذہن سے نکل جانے کی بات کی۔ تو ان صحابہ کرام کو جواب میں سرکار دو عالم نے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ آیات (بموجب اعلان باری تعالیٰ) منسوخ ہو چکی ہیں۔ اگر اس طرح سے نسخ نہ ہوتا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابہ سے صاف صاف فرما دیتے۔ کہ کسی آیت کی تلاوت بھول جانا اور یادداشت سے اس کا نکل جانا۔ اس امر کی نشاندہی

نہیں کرتا۔ کہ وہ اللہ کی کتاب میں ہی نہ رہے۔ اور فرماتے کہ آؤ میں تمہیں وہ آیات دوبارہ از بر کرائے دیتا ہوں۔

اس لیے یہ بات محقق اور ثابت ہوچکی۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کے مطابق ناسخ اور منسوخ کا قرآن کریم میں وجود ہے۔ خلاصۃ المنہج اور منہج الصادقین کی عباراتِ مذکورہ اس پر شاہد ہیں۔ اور یہ بھی صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا۔ کہ نسخ کی ایک مخصوص قسم "منسوخ التلاوۃ" بھی حضرات ائمہ کے معتقدات میں سے ہے۔ یہ قسم اہل سنت کی خود ساختہ نہیں۔

لیجئے! چودھویں صدی کے ایک شیعہ مجتہد کی تفسیر پر بھی ایک نظر دوڑالیں۔ یہ ہیں صاحب تفسیر لوامع التنزیل جناب ملا حائری علیہ ما علیہ۔ اس تفسیر میں تفصیل سے نسخ کی اقسام بیان کی گئیں۔ کہ جن کے پڑھ لینے کے بعد مزید وضاحت میں جو کچھ تحریر کیا گیا۔ وہ سنی، شیعہ دونوں کا متفق علیہ ہے۔ تو کسی حد تک درست ہوگا۔ صاحب انصاف اہل تشیع کو اس کے پڑھنے کے بعد دعوت انصاف بھی ہے۔ اور قبولیتِ حق کی درخواست بھی ہے۔

لوامع التنزیل:-

نسخ یا در حکم باشد فقط بغیر لفظ یا در لفظ باشد فقط بغیر حکم یا در ہر دو یعنی در لفظ و حکم یکجا باشد۔

اما اول کہ نسخ حکمی باشد نہ لفظی۔ و آں آیات بسیار اند کہ آنہا نسخ واقع و بجائے منسوخ قائم اند۔ آیۂ اول کہ در اول اسلام عدت زوجہ شوہر مردہ یک سال بود۔ بقولہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ ۔ و آں منسوخ بآیۃ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا شدہ.....

آیت ثانیہ تقدیم صدقہ پیش از راز گوئی بر پیغمبر چوں فقدموا بین یدی نجولکم صدقۃ باشد بعد آں منسوخ شدہ بآیۃ ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجولکم صدقات۔ و آیۃ ثالثہ امر ثبات واحد در جہاد مقابلہ عشرہ باشد چوں فان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین و بعد آں نسخ شد بآیۃ۔ الآن خفف اللہ عنکم و علم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین۔ و آیت رابعہ تحویل قبلہ الی الکعبہ باشد چوں۔ سیقول السفھاء من الناس ما ولھم من قبلتھم التی کانوا علیھا بآیۃ فول وجھک شطر المسجد الحرام منسوخ گردیدہ۔ و آیت خامسہ یہودی گفتند کہ احکام مختلفہ میگوید بعد آں اسناد الی اللہ بصورت افترا میکند حق تعالیٰ در رد ایشاں و اثبات نسخ فرمود آیت و اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ و اللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر۔ پس تبدیل بر رفع و اثبات شامل می باشد۔ پس مرفوع التلاوت باشد یا مرفوع الحکم یا ہر دو معاً۔ پس لامحالہ نسخ ثابت است۔ بغوی در معالم از ابن عباس روایت کردہ وہمیں مراد از ما ننسخ است کہ ما ثابت و باقی میگذاریم در خط و تبدیل میکنیم حکمش۔

اما آیاتیکہ منسوخ اللفظ باشد دون الحکم چوں آیت رجم باتفاق کافہ مفسرین و محدثین است چنانچہ فخر رازی و نیشاپوری و ثعلبی و واحدی و بغوی بل ہمہ گفتند کہ متروک اللفظ غیر الحکم ایں آیت است۔ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالاً من اللہ

وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔ در روض الجنان فرمود کہ ایں آیت از سورۂ
نور برآوردہ شدہ و حکمش باقی است۔ و بخاری نیز آں را روایت کردہ فخر رازی
و نیشاپوری و طبرسی و در در منثور از مسلم و بخاری و ابن مردویہ و ابو نعیم در حلیہ
و بیہقی در دلائل و غیر ایشاں بسیارے از ابو موسیٰ روایت کردند کہ ایشاں
در زمانِ رسول می خواندند لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَیْنِ مِنْ
مَالٍ لَابْتَغٰی اِلَیْهِمَا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ
اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔ و سیوطی ہشت
روایات بہمیں مضمون از جم غفیر و جمع کثیر نقل کردہ من شاء
فلیرجع الیہ۔

اما آیاتیکہ متروک اللفظ و منسوخ التلاوت اند از جملہ آنہا طبرسی و سیوطی
و ابن سعد و احمد حنبل و بخاری و مسلم و ابو داؤد در ناسخ و ابن ضریس و ابن
جریر و ابن منذر و ابن حبان و بیہقی در دلائل از انس روایت کردند
کہ ان السبعین من الانصار الذین قتلوا ببئر معونۃ
قرآنًا حتی نسخ بعد ان بلغوا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی
عنا و ارضانا۔ لفظ و تلاوت آں برآوردند در منثور از ابن عباس
و طیالسی و ابو عبیدہ و طبرانی از عمر خطاب روایت کردند کہ ما می خواندیم
از قرآن لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم پس عمر بزید
بن ثابت گفت اکذالک یا زید؟ قال نعم یعنی چنیں بود
زید گفت آری۔ سیوطی در در منثور و عبد البر در تمہید و ایضا صاحب تقریب
از عمر روایت کردند کہ ما می خواندیم از قرآن لا ترغبوا عن آبائکم
ما در کتاب اللہ می خواندیم ان انتفاءکم من آبائکم کفر

بِکُمْ دابی اویس گفت آری ما نیز می خواندیم از قرآن اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔ در در منثور وابو عبیدہ روایت کردہ کہ عمر بعبد الرحمن بن عوف گفت آیا نبود در منزل علینا اِنْ جَاهِدُوْا كَمَا جَاهَدْتُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ وحالانکہ نیابیم عبد الرحمن گفت آری ایں از جملہ است کہ از قرآن ساقط شدہ۔

در کبیر و نیشا پوری است آنچہ منسوخ الحکم والتلاوۃ معاً است پس از جملہ آں چیزی است کہ عائشہ روایت کردہ اَنَّ الْقُرْاٰنَ قَدْ نَزَلَ فِی الرِّضَاعِ بِعَشْرِ مَعْلُوْمَاتٍ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُوْمَاتٍ پس عشر مرفوع التلاوۃ والحکم وخمس مرفوع التلاوۃ وباقی الحکم است و در روض الجنان فرمود آنچہ در اخبار رضاع وارد شدہ ایں است اِنَّ عَشْرَ رَضَعَاتٍ يُحَرِّمْنَ ومنسوخ باں خَمْسَ عَشْرَ رَضْعَةً يُحَرِّمْنَ۔ گردید وہر دو مرفوع اللفظ والتلاوت اند۔

سیوطی وابوداؤد در ناسخ وابن منذر وابن انباری در مصاحف و ابوذر ہروی در فضائل روایت کرد کہ مردے یک سورت را حفظ کردہ پس شب برخواست کہ بخواند بالکل نتوانست ودیگرے برخواست کہ بخواند نتوانست پس صبح نزد پیغمبر رفتند عرض حال کردند فرمود کہ شب گذشتہ نسخ گردید لہذا تلاوت آں از السنہ وحفظ آں از قلوب، برداشتہ شدہ۔ بغوی در معالم وسیوطی در در منثور وابوداؤد در تاریخ و بیہقی در دلائل از ابو امامہ روایت کردند کہ قومی از صحابہ انصار شب برخواستند کہ سورۂ قرآن را بخوانند نتوانستند واصلاً یاد ایشاں نیامد الا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وفردا بہ پیغمبر عرض حال کردند

پیغمبر فرمود کہ شب نسخ شدہ لہذا از صفحات قلوب برآوردہ شدہ واز ہر شی دراں ذکر بود سیوطی وابن مردویہ وابونعیم وبیہقی دلائل روایت کردند کہ ابوموسٰی اشعری گفت کہ ما صحابہ سورہ رامی خواندیم کہ درطول مشابہ سورۂ براۃ بود فراموش کردم سوائے آنکہ لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وادیا الخ حفظ دارم۔ دیگر گفت سورۂ دیگرے بود مشابہ مسبحات اول آں سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ بود فراموش کردم الا یک آیت، ازآں یاد دارم یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا ما لا تفعلون فتکتب شھادۃ فی اعناقکم فتسئلون عنھا یوم القیامۃ۔ ودر در منثور وفضائل ابوعبیدہ از اشعری مروی است کہ سورۂ شدیدہ مثل سورۂ براۃ درطول وشدت نازل شدہ مرتفع شد الا ازآں یاد دارم کہ ان اللہ سیؤید ھذا الدین باقوام لا خلاق لھم۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۲۸ تا ۵۳۰ زیر آیت ما ننسخ من آیۃ مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور)

ترجمہ: (۱)

وہ آیات جن کی تلاوت باقی اور حکم منسوخ ہے۔

بہرحال وہ آیات کہ جن کے الفاظ (تلاوت) منسوخ کر دیئے گئے

لیکن حکم باقی رہا۔ اس کی مثال آیت رجم ہے۔ جو تمام مفسرین اور محدثین کے مطابق (منسوخ التلاوت دون الحکم) ہے۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی، نیشاپوری، ثعلبی، واحدی، بغوی بلکہ تمام حضرات یہی کہتے ہیں کہ یہ آیت باعتبار الفاظ کے متروک و منسوخ ہے۔ لیکن حکم اس کا باقی ہے یہ آیت اس طرح تھی۔ الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجمو هما البتة نکالا من الله والله عزیز حکیم۔

روح البیان میں کہا ہے۔ کہ اس آیت کو سورۂ نور میں سے نکال دیا گیا ہے۔ لیکن اس کا حکم باقی ہے۔ اور امام بخاری نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ امام فخر الدین رازی، نیشاپوری، طبرسی اور درمنثور امام مسلم و بخاری وابن مردویہ اور ابو نعیم نے حلیہ میں بیہقی نے دلائل میں اور ان کے علاوہ بہت سے دوسرے حضرات نے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی ہے۔ کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ الفاظ پڑھا کرتے تھے۔ لو کان لابن ادم وادیین من مال الخ۔ امام سیوطی نے اس قسم کی آٹھ عدد روایات بہت بڑی تعداد سے روایت کیں۔ جو زیادہ تحقیق و ثبوت کا خواہش مند ہے۔ وہ اس تفسیر کی طرف رجوع کرے۔

توجمہ۔ (۲)

وہ آیات جن کا حکم باقی اور تلاوت منسوخ ہے:

اس قسم کی آیات میں سے ایک آیت وہ ہے۔ جسے طبرسی، سیوطی،

ابن سعد، احمد حنبل، بخاری مسلم نے اور ابو داؤد نے ناسخ میں اور ابن ضریس، ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان نے اور امام بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الفاظ یہ تھے۔ ان السبعین من الانصار الذین قتلوا الخ یہ الفاظ اس کے بعد منسوخ ہو گئے۔ ان کی تنسیخ کی وجہ یہ تھی۔ انا بلغوا قومنا انا قد لقینا ربنا الخ الفاظ بھی تھے۔ ان کی تلاوت اور لفظ منسوخ ہو گئے۔ درمنثور نے ابن عباس اور طیالسی، ابو عبیدہ اور طبرانی نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے۔ کہ ہم قرآن کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ لاترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم یہ آیت سن کر عمر بن یزید بن ثابت سے پوچھا! اے زید! کیا یہ آیت اس طرح تھی۔؟ جواب دیا۔ ہاں۔ سیوطی نے درمنثور میں۔ عبد البر نے تمہید میں اور صاحب تقریب نے حضرت عمرؓ نے روایت کی۔ کہ حضرت عمر نے ابو ادریس سے کہا۔ ہم قرآن کریم میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ ان انتفائکم من ابائکم کفر بکم۔ ابو ادریس نے کہا۔ ہاں! ہم بھی قرآن کریم کی یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ درمنثور میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر نے جناب عبد الرحمٰن بن عوف سے کہا۔ کیا قرآن کریم میں ہمارے لیے یہ آیت نازل نہ کی گئی تھی۔ ان جاھدوا کما جاھدتم اول مرۃ۔ لیکن اب یہ نظر نہیں آتی۔ عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا۔ ہاں ضرور تھی۔ لیکن یہ من جملہ اُن آیات میں

سے ہے۔ جو ساقط ہو گئیں۔

ترجمہ: (۲)

وہ آیات جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں

تفسیر کبیر اور نیشاپوری میں ان آیات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جو تلاوت اور حکم دونوں کے اعتبار سے منسوخ ہیں۔ ان میں سے ایک آیت وہ ہے۔ جسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے۔ فرماتی ہیں۔ کہ دودھ پینے کے بارے میں ابتداءً دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت کا تذکرہ تھا۔ پھر ان کو منسوخ کر کے پانچ مرتبہ باقی رکھا گیا۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا۔ کہ دس مرتبہ پینے پر دلالت کرنے والے الفاظ اور ان کا حکم دونوں منسوخ ہو گئے۔ اور پانچ مرتبہ کا حکم باقی ہے۔ لیکن تلاوت اس کی بھی منسوخ ہو گئی۔ روض الجنان میں ہے۔ کہ دودھ پینے کے بارے میں یوں آیا تھا۔ ان عشر رضعات یحرمن الخ اس کو منسوخ کر کے خمس عشر رضعة کے الفاظ اترے۔ لیکن یہ دونوں ناسخ اور منسوخ "منسوخ التلاوت" ہیں۔ یعنی ان دونوں کے الفاظ باقی نہیں رہے۔ (لیکن بقول روایت ناسخ کا حکم یعنی پانچ مرتبہ پینا یہ باقی ہے۔ منسوخ کا حکم بھی باقی نہیں رہا۔)

سیوطی نے ابو داؤد نے ناسخ میں، ابن منذر، ابن انباری نے

مصاحف میں اور ابو ذر ہروی نے فضائل میں روایت کی۔ کہ ایک شخص (صحابی) کو ایک سورۃ یاد تھی۔ وہ رات کو اٹھے اور پڑھی حفظ شدہ سورت پڑھنا چاہی۔ لیکن بالکل نہ پڑھ سکے۔ ایک اور صحابی (تہجد پڑھنے) اٹھے۔ انہوں نے بھی پڑھنا چاہا۔ لیکن نہ پڑھ سکے۔ بوقتِ صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزاری۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ سورتیں گزشتہ رات منسوخ ہو گئیں۔ اس لیے ان کی زبانوں پر سے تلاوت اور دلوں میں سے یاد اٹھالی گئی۔ امام بغوی نے معالم میں، سیوطی نے در منثور میں، ابو داؤد نے ناسخ میں اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ انصاری صحابہ کی ایک جماعت رات نماز تہجد کو اٹھی۔ اور چاہا کہ قرآن کریم کی نماز میں تلاوت کریں۔ لیکن انہیں یوں لگا کہ مطلوبہ آیات ان کی یادداشت سے بالکل نکل چکی ہیں۔ صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی زبان پر آتا تھا۔ صبح اٹھ کر ان حضرات نے یہ ماجرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ وہ آیات رات سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ اس لیے دلوں کے اوراق وصفحات سے صاف کر دی گئیں۔ بلکہ ہر اس شئی سے ان کو مٹا دیا گیا۔ جہاں ان کا ذکر تھا۔

امام سیوطی، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے ایک روایت ذکر کی۔ کہ صحابہ کرام سورہ براۃ جیسی ایک سورت بھول چکے تھے۔ صرف اس کی ایک آیت یاد رہ گئی۔ جو یہ ہے۔ لو کان لابن آدم وادیا الخ ایک اور صحابی

نے کہا۔ کہ ایک اور سورت بھی تھی۔ جو مسبحات کے مشابہ تھی۔ اس کے ابتدائی الفاظ یہ تھے۔ سبح للہ ما فی السموات۔ لیکن ایک آیت کے سوا وہ مجھے بھول چکی ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا ما لا تفعلون الخ در منثور میں اور فضائل ابو عبیدہ میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے۔ کہ ایک سخت احکام والی سورۃ جو سورت برأۃ کی طرح طویل اور سخت احکام پر مبنی تھی۔ اٹھالی گئی ہے۔ صرف اس کی ایک آیت مجھے یاد رہ گئی۔ وہ یہ ہے۔ ان اللہ سیوید ھذا الدین باقوام لا خلاق لھم۔

عدۃ الاصول:۔

فَصْلٌ فِيْ ذِكْرِ جَوَازِ نَسْخِ الْحُكْمِ دُوْنَ التِّلَاوَةِ وَ نَسْخِ التِّلَاوَةِ دُوْنَ الْحُكْمِ جَمِيْعُ مَا ذَكَرْنَا جَائِزٌ دُخُوْلُ النَّسْخِ فِيْهِ لِاَنَّ التِّلَاوَةَ اِذَا كَانَتْ عِبَادَةً وَ الْحُكْمُ عِبَادَةٌ اُخْرٰى جَازَ وُقُوْعُ النَّسْخِ فِيْ اِحْدٰهُمَا مَعَ بَقَاءِ الْاٰخِرِ كَمَا يَصِحُّ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ عِبَادَتَيْنِ وَ اِذَا ثَبَتَ ذٰلِكَ جَازَ نَسْخُ التِّلَاوَةِ دُوْنَ الْحُكْمِ وَالْحُكْمِ دُوْنَ التِّلَاوَةِ فَاِنْ قِيْلَ كَيْفَ يَجُوْزُ نَسْخُ الْحُكْمِ مَعَ بَقَاءِ التِّلَاوَةِ هَلْ

ذٰلِكَ اِلَّا نَقْصٌ لِكَوْنِ التِّلَاوَةِ دَلَالَةً عَلَى
الْحُكْمِ لِاَنَّهَا اِذَا كَانَتْ دَلَالَةً عَلَى
الْحُكْمِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ دَلَالَةً مَادَامَتْ
ثَابِتَةً وَ اِلَّا كَانَ نَقْصًا عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ قِيْلَ
قِيْلَ لَهٗ لَيْسَ ذٰلِكَ نَقْصًا لِكَوْنِهَا دَلَالَةً
لِاَنَّهَا اِنَّمَا تَدُلُّ عَلَى الْحُكْمِ مَادَامَ
الْحُكْمُ مَصْلِحَةً وَ اَمَّا اِذَا تَغَيَّرَ حَالُ
الْحُكْمِ وَخَرَجَ مِنْ كَوْنِهٖ مَصْلِحَةً
اِلٰى غَيْرِهٖ لَمْ تَكُنِ التِّلَاوَةُ دَلَالَةً عَلَيْهِ
وَلَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَقُوْلُوْا لَا فَائِدَةَ فِيْ
بَقَاءِ التِّلَاوَةِ اِذَا ارْتَفَعَ الْحُكْمُ وَ ذٰلِكَ
اَنَّهٗ لَا يَمْتَنِعُ اَنْ يَتَعَلَّقَ الْمَصْلِحَةُ
بِنَفْسِ التِّلَاوَةِ وَ اِنْ لَمْ يَقْتَضِ الْحُكْمَ
وَ اِذَا لَمْ يَمْتَنِعْ ذٰلِكَ جَازَ بَقَاءُهَا مَعَ
اِرْتِفَاعِ الْحُكْمِ وَلَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَقُوْلُوْا
اِنَّ هٰذَا الْمَذْهَبَ يُؤَدِّيْ اِلٰى اَنَّهٗ
يَجُوْزُ اَنْ يُفْعَلَ جِنْسُ الْكَلَامِ بِمُجَرَّدِ
الْمَصْلِحَةِ دُوْنَ الْاِفَادَةِ وَ ذٰلِكَ مِمَّا
نَأْبَاهُ لِاَنَّا اِنَّمَا نَمْنَعُ فِي الْمَوْضِعِ
الَّذِيْ اَشَارُوْا اِلَيْهِ اِذَا خَلَا الْكَلَامُ مِنْ
فَائِدَةٍ اَصْلًا وَلَيْسَ كَذٰلِكَ بَقَاءُ التِّلَاوَةِ مَعَ

اِرْتِفَاعِ الْحُكْمِ لِاَنَّهَا اِفَادَةٌ فِي الْاِبْتِدَآءِ
تَعَلُّقَ الْحُكْمِ بِهَا وَقُصِدَ بِهَا ذٰلِكَ وَاِنَّمَا
تَغَيَّرَتِ الْمَصْلِحَةُ فِي الْمُسْتَقْبَلِ فِي الْحُكْمِ
فَنُسِخَ وَبَقِيَ التِّلَاوَةُ لِمَا فِيْهَا مِنَ الْمَصْلِحَةِ
وَذٰلِكَ يُخَالِفُ مَا سَاَلَ السَّآئِلُ عَنْهُ وَمَا
نُسِخَ التِّلَاوَةُ مَعَ بَقَآءِ الْحُكْمِ فَلَا شُبْهَةَ
فِيْهِ لِمَا قُلْنَاهُ مِنْ جَوَازِ تَعَلُّقِ الْمَصْلِحَةِ
بِالْحُكْمِ دُوْنَ التِّلَاوَةِ وَلَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا
اِنَّ الْحُكْمَ ـ ـ ـ ـ ـ قَدْ ثَبَتَ بِهَا فَلَا يَجُوْزُ
مَعَ زَوَالِ التِّلَاوَةِ بَقَآئُهُ وَذٰلِكَ اَنَّ التِّلَاوَةَ
دَلَالَةٌ عَلَى الْحُكْمِ فَلَيْسَ فِي عَدَمِ الدَّلَالَةِ
عَدَمُ الْمَدْلُوْلِ عَلَيْهِ اَلَا تَرٰى اَنَّ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ
وَمَجِيْءَ الشَّجَرَةِ دَالٌّ عَلٰى نُبُوَّةِ نَبِيِّنَا وَلَا
يُوْجِبُ عَدَمُهُمَا خُرُوْجَهٗ مِنْ كَوْنِهٖ نَبِيًّا
كَذٰلِكَ الْقَوْلُ فِي التِّلَاوَةِ وَالْحُكْمِ وَيُفَارِقُ ذٰلِكَ
الْحُكْمُ الْعِلْمَ الَّذِيْ يُوْجِبُ عَدَمُهٗ خُرُوْجَ الْعَالِمِ
مِنْ كَوْنِهٖ عَالِمًا لِاَنَّ الْعِلْمَ مُوْجِبٌ لَا اَنَّهٗ دَالٌّ
وَاَمَّا جَوَازُ النَّسْخِ فِيْهِمَا فَلَا شُبْهَةَ اَيْضًا
فِيْهِ لِجَوَازِ تَغْيِيْرِ الْمَصْلِحَةِ فِيْهِمَا وَقَدْ
وَرَدَ النَّسْخُ بِجَمِيْعِ مَا قُلْنَاهُ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى
نَسَخَ اِعْتِدَادَ الْحَوْلِ بِتَرَبُّصِ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ

وَعَشْرًا وَ نَسَخَ التَّصَدُّقَ قَبْلَ الْمُنَاجَاةِ وَ نَسَخَ ثَبَاتَ الْوَاحِدِ لِلْعَشَرَةِ وَإِنْ كَانَتِ التِّلَاوَةُ بَاقِيَةً فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ وَقَدْ نَسَخَ اِبْقَاءُ التِّلَاوَةِ وَ بَقِيَ الْحُكْمُ عَلٰى مَا رُوِيَ مِنْ اٰيَةِ الرَّجْمِ مِنْ قَوْلِهٖ اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. وَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ مِمَّا اَنْزَلَهُ اللّٰهُ وَالْحُكْمُ بَاقٍ بِلَا خِلَافٍ وَكَذٰلِكَ رُوِيَ تَتَابُعُ صِيَامِ كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ مِنْ قِرْأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ لِاَنَّهٗ قَدْ نُسِخَ التِّلَاوَةُ وَالْحُكْمُ بَاقٍ عِنْدَ مَنْ يَقُوْلُ بِذٰلِكَ وَ اَمَّا نَسْخُهُمَا مَعًا فَمِثْلُ مَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ فِيْمَا اَنْزَلَهُ تَعَالٰى عَشْرَ رَضَعَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخَتْ بِخَمْسٍ فَجَرَتْ بِنَسْخِهٖ تِلَاوَةً وَحُكْمًا وَ اِنَّمَا ذَكَرْنَا هٰذِهِ الْمَوْضِعَ عَلٰى جِهَةِ الْمِثَالِ وَ لَوْ لَمْ يَقَعْ شَيْئٌ مِنْهَا لَمَا اَخَلَّ بِجَوَازِ مَا ذَكَرْنَاهُ وَصِحَّتِهٖ لِاَنَّ الَّذِيْ اَجَازَ ذٰلِكَ مَا قَدَّمْنَاهُ مِنَ الدَّلِيْلِ وَ ذٰلِكَ كَافٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ۔

(عدۃ اصول مصنفہ ابو جعفر طوسی جلد دوم
ص ۳۶ مطبوعہ بمبئی)

ترجمہ:-

اس فصل میں یہ بحث ہو گی کہ قرآن کریم کی بعض آیات کا حکم منسوخ ہوا

اور تلاوت برقرار رہی۔ اور کچھ دوسری آیات کی تلاوت منسوخ ہو گئی لیکن حکم باقی رہا۔ ہم نے جو کچھ نسخ کے اقسام بیان کیے ان تمام میں نسخ کا وقوع (از روئے عقل و نقل) جائز ہے۔ کیونکہ جب یہ بات واضح ہے۔ کہ تلاوت ایک علیحدہ عبادت ہے۔ اور حکم دوسری عبادت ہے۔ تو ان میں سے کسی ایک کا نسخ اور دوسری کا بقا درست ہو گا۔ جیسا کہ یہ بھی صحیح ہے۔ کہ دونوں اقسام کی عبادتیں صحیح ہو جائیں۔ تو جب یہ بات ثابت ہو گئی۔ تو اس سے یہ بھی جائز ہو گیا۔ کہ کسی آیت کی تلاوت منسوخ ہو جائے۔ لیکن اس کا حکم باقی رہے۔ اور یہ بھی درست قرار پایا۔ کہ حکم منسوخ ہو جائے اور تلاوت برقرار رہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے۔ کہ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ حکم تو منسوخ ہو جائے لیکن تلاوت برقرار رہے۔ اور یہ بھی واضح طور پر ایک نقص ہے۔ کیونکہ تلاوت ہی تو حکم پر دلالت کرتی ہے۔ اور جب حکم کے لیے تلاوت دلیل ٹھہری۔ تو ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ جب تک تلاوت باقی رہے۔ اس کی دلالت بھی باقی رہے۔ ورنہ نقض لازم آئے گا۔ جیسا کہ ہم بھی بیان کر چکے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں یوں کہا جائے گا۔ کہ ایسا ہونا اس بات کے نقض کے قائم مقام نہیں۔ کہ وہ تلاوت آیات حکم پر دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ آیات کی حکم پر دلالت اس وقت تک مطلوب ہوتی ہے۔ جب تک اس حکم کی مصلحت موجود ہو۔ لیکن جب حکم کی حالت میں تبدیلی آ جائے۔ اور اس کی مصلحت ختم ہو جائے۔ اور اس کی جگہ کوئی نئی مصلحت کارفرما ہو۔ تو اس وقت تلاوت کی اس تبدیل شدہ

حکم پر دلالت نہیں ہو گی۔

اگر اس پر کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ ایسی صورت میں جب کہ حکم آیت اٹھا لیا گیا۔ تو پھر صرف خالی آیت کو باقی رکھنے میں کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔؟ تو اس اعتراض کے جواب میں یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ ممکن ہے۔ کہ کوئی مصلحت ایسی ہو۔ جو نفس تلاوت کے ساتھ منسلک ہو۔ اور وہ مصلحت حکم سے متعلق نہ ہو۔ جب یہ بات ممکن ہے۔ تو پھر ایسا ہونا کیونکر جائز نہ ہو گا کہ حکم اٹھا لیا جائے اور تلاوت باقی رہ جائے۔ اور معترضین یہ نہیں کہہ سکتے کہ حکم تلاوت کے ساتھ خاص ہے۔ اور جب تلاوت باقی نہ رہے۔ تو حکم کی بقا کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ کیونکہ تلاوت حکم پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے دلالت کا نہ ہونا مدلول علیہ کے عدم پر دلالت نہیں کرتی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور درختوں کا چلنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں لیکن ان کے معدوم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے محروم ہو جائیں۔ کچھ ایسا ہی معاملہ تلاوت اور حکم کا بھی ہے اور وہ حکم علم سے مختلف ہے۔ کیونکہ علم کی صفت کا معدوم ہو جانا۔ کسی شخص کے عالم ہونے کی نفی کر دیتا ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ علم موجب ہے۔ اور دلالت کرنے والا نہیں۔

اب رہا یہ معاملہ کہ تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا جائز ہے۔ تو اس معاملہ میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ وہ مصلحتیں جو ان دونوں عبادتوں کے متعلق تھیں۔ وہ باقی نہ رہیں۔ ہم نے جو نسخ کی اقسام بیان کی ہیں۔ وہ تمام کی تمام واقع اور موجود

ہیں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے بیوہ کی عدت ایک سال سے کم کر کے (منسوخ کر کے) چار ماہ اور دس دن مقرر کی ۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرنے سے قبل صدقہ کی ادائیگی کو بھی منسوخ کر دیا گیا۔ اور یہ بھی منسوخ ہو گیا۔ کہ شروع اسلام میں ایک مسلمان دس کفار کے ساتھ مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کا پابند تھا۔ لیکن بعد صرف دو کفار کے ساتھ مقابلہ باقی رکھا گیا۔ ان مضامین والی آیات کی اگرچہ تلاوت باقی ہے۔ لیکن احکام منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔

وہ آیات کہ جن کی تلاوت منسوخ ہوئی لیکن حکم باقی رہا ان میں سے ایک وہ آیت ہے۔ جو رجم کے بارے میں مروی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ الشیخ والشیخۃ اذا زینا فارجموھما الخ۔ اس کا حکم بالاتفاق موجود ہے۔ لیکن تلاوت مفقود ہے۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے۔ کہ جس میں قسم کے کفارے کے طور پر رکھے گئے روزوں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت کے مطابق ”متتابعات“ ہونے کے الفاظ موجود تھے۔ لیکن اب ان کی تلاوت ختم ہو چکی ہے۔ اور اس قید کے قائلین کے نزدیک حکم باقی ہے۔

رہیں وہ آیات کہ جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ کر دیئے گئے۔ تو اس کی مثال وہ روایت ہے جو حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ یہ کہ دودھ پینے پلانے میں حرمت کا تعلق ابتداً دس مرتبہ دودھ پینے سے تھا۔ بعد میں صرف پانچ مرتبہ رہ گیا۔ تو دس مرتبہ پینے کے مفہوم کے الفاظ اور ان کا حکم دونوں منسوخ ہو چکے ہیں۔

فصل ششم

قرآن کریم میں اختلافِ قرارت کی حیثیت

اہل سنت علماء اور محققین جب دلائل باہرہ اور حجج قاہرہ سے یہ بات ثابت کر دکھاتے ہیں۔ کہ موجود قرآن کریم کے بارے میں اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ وہ یہ محرف اور نامکمل ہے،، اس لیے وہ اپنے اس عقیدہ کی بنا پر موجود قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ اس بات کا وہ تحقیقی جواب دیتے لیکن کوئی تحقیق ہو تو ایسا کرتے۔ جب ان کی کتب معتبرہ بحوالہ ائمہ اہل بیت اس قرآن کی تحریف و تبدیل پر دال ہیں۔ تو پھر اس کے خلاف کہاں سے دلائل لائیں۔ لیکن مثل مشہور ہے۔ کہ وہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے،، اب بے بس ہو کر اختلاف قرادت کا موضوع لے بیٹھتے ہیں۔ اور اس کے ضمن میں اپنی گلو خلاصی کراتے ہوئے ہم اہل سنت کو بھی اپنا ہم خیال گردانے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کی کتب حدیث و تفسیر اس بات پر متفق ہیں۔ کہ قرآن کریم سات قرادت پر نازل ہوا۔ اور یہ کہ ان میں سے کسی قرادت کے مطابق اُسے پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ ان ہی قرادت کا

نام قرآن ہے۔ رہا یہ سبب کہ ان سات قراءتوں میں قرآن کریم کو نازل کیوں کیا گیا۔ تو بات بالکل واضح ہے۔ کہ اس وقت اہل عرب کی لغات مختلف تھیں۔ اس اختلافِ لغت کی وجہ سے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کی لغت پڑھنے میں دشواری محسوس کرتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اِس مشکل کے پیش نظر سہولت عطا فرمائی۔ اور قرآن کریم کو سات قراءتوں پر نازل فرمایا۔

اس حقیقت کے پیش نظر اگر سات قراءت کو اہل تشیع یہ رنگ دینے کی کوشش کریں۔ کہ اہل سنت قرآن کریم کو ایک طریقہ سے نہیں پڑھتے۔ بلکہ سات طریقوں سے پڑھ کر تحریف قرآن کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تو یہ اعتراض والزام ان کی محض حماقت اور بے وقوفی کی خبر دیتا ہے۔ کیونکہ خود ان کی تفاسیر اور کتب معتبرہ ان سات قراءت کو درست قرار دیتی ہیں۔ اور ان کے قرآن ہونے کی معترف ہیں۔ اس مسئلہ کی وضاحت میں ہم دونوں مکتبہ فکر کی کتب سے شواہد پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ان احادیث وعبارات کو دیکھ پڑھ کر مسئلہ کی صحیح صورت سامنے آجائے۔

سات قراءت پر نزولِ قرآن از کتب اہل سنت

بخاری ومسلم شریف

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اَقْرَأَنِیْ جِبْرَئِیْلُ عَلٰی حَرْفٍ فَرَاجَعْتُہٗ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِیْدُہٗ وَ یَزِیْدُنِیْ حَتّٰی اِنْتَھٰی اِلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ۔

(۱۔ بخاری شریف جلد دوم کتاب فضائل القرآن ص ۷۴۶۔ ۷۴۷)
(۲۔ مسلم شریف جلد اول کتاب فضائل القرآن ص ۲۷۳)

ترجمہ:۔

ابن شہاب سے مروی ہے۔ یہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے بتایا۔ کہ حضرت عبد اللہ بن عباس نے حدیث بیان فرمائی۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے جبرئیل نے ایک قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا۔ اور سوال کیا۔ کہ زیادہ قراءت میں پڑھنے کی سہولت عطا فرمائی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سات تک قراءت پڑھنے کی اجازت دے دی۔

بخاری و مسلم شریف:۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں جناب ہشام بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سورۃ الفرقان کئی طریقوں سے پڑھتے ہوئے سنا۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طریقوں سے اس کی تلاوت نہیں فرمائی تھی۔ میرے دل نے مجھے اس

بات پر ابھارا۔ کہ حکیم بن حزام کو اس وجہ کی بنا پر دوران نماز پکڑ لینا چاہیئے۔ لیکن میں نے صبر سے کام لیا۔ اُدھر انہوں نے سلام پھیرا۔ ادھر میں نے ان کو انہی کی اوڑھی ہوئی چادر میں گلے سے پکڑ کر لپیٹ لیا۔ اور پوچھا۔ اس طرح پڑھنا تمہیں کس نے سکھایا ہے۔؟ انہوں نے کہا۔ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ہے۔ میں نے کہا ہشام؟ تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ یہی سورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور طریقہ سے پڑھائی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے انہیں کھینچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ اور آپ سے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس شخص کو سورۃ الفرقان ایسے طریقہ سے پڑھتے ہوئے سنا۔ جو آپ نے مجھے نہیں سکھایا۔ میری بات سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ پھر جناب ہشام (رضی اللہ عنہ) کو آپ نے فرمایا۔ ہشام! ذرا مجھے بھی سناؤ۔ جناب ہشام نے سورۃ الفرقان کا سی طرح پڑھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ جس طرح میں نے انہیں پڑھتے سنا تھا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سورۃ الفرقان اسی طرح اتاری گئی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ عمر! تم پڑھو۔ میں نے اپنی قراءت کے مطابق تلاوت کی۔ سماعت فرمانے کے بعد آپ نے پھر ارشاد فرمایا۔ کہ یہ سورۃ اسی طرح نازل کی گئی ہے۔

مزید ارشاد فرمایا:۔

بخاری شریف:۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔

(۱۔ بخاری شریف جلد دوم ص ۷۴۷،
ابواب فضائل القرآن)
(۲۔ مسلم شریف جلد اول کتاب فضائل
القرآن باب انزل القرآن علی سبعة
احرف)

ترجمہ:۔
یعنی یہ قرآن سات حروف (قرأت) پر نازل کیا گیا ہے۔ تمہیں جو قرأت آسان لگے۔ اسی میں قرآن پڑھو۔

مسلم شریف:۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں مسجد نبوی میں تھا کہ ایک آدمی آیا۔ اور دوران نماز اس نے قرآن کریم ایک انوکھی قرارت کے ساتھ پڑھا۔ جو میں نے نہیں سنی تھی۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا۔ اس نے بھی ایک نئے طریقہ سے قرارت کی۔ جو پہلے شخص کی قرارت سے الگ تھی۔ ہم نماز سے فارغ ہو کر اکٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اس شخص کو میں نے ایسی قرارت پڑھتے سنا جس کو میں نہیں جانتا اسی طرح اس دوسرے شخص نے بھی عجیب و غریب قرارت سے قرآن پڑھا جو پہلے سے مختلف تھی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے ان کی قرارت سنی۔ اور فرمایا۔ تمہیں مبارک ہو۔ یہ سن کر میرے (ابی بن کعب) دل میں قرآن کو جھٹلانے کا خیال پیدا ہو گیا۔ جو دور جاہلیت میں بھی نہ تھا۔ (میں اس واقعہ پہ حیران تھا۔) جب میری طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر رحمت فرمائی مجھے

حیران پاکر میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ میں پیچھے کی طرف گر گیا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر مجھے آپ نے فرمایا۔ اے ابی! مجھے قرآن کریم کو ایک ہی طریقہ پر پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کیا۔ اور عرض کی! بار الٰہ! میری امت پر آسانی فرما دے۔ تو اللہ کی طرف سے جواب ملا۔ چلو دو طریقوں پر قرآن پڑھ لیا کرو۔ میں نے پھر درخواست کی۔ کہ میری امت کے لیے آسانی فرما دی جائے۔ تو تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کہ سات طریقوں پر قرآن پڑھنے کی اجازت ہے۔

(مسلم شریف جلد اول کتاب فضائل القرآن
باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف
ص ۲۷۳)

کتب شیعہ سے سات قراءات کے جواز کے حوالہ جات

خصال شیخ صدوق و تفسیر الصافی:۔

اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ الْاَحَادِیْثَ تَخْتَلِفُ عَنْکُمْ قَالَ فَقَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ نُزِّلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ وَاَدْنٰی مَا لِلْاِمَامِ اَنْ یُّفْتِیَ عَلٰی سَبْعَةِ وُجُوْهٍ ثُمَّ قَالَ هٰذَا

عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ اٰتٍ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَامُرُكَ اَنْ تَقْرَاَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ وَاحِدٍ فَقُلْتُ يَا رَبِّ وَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَامُرُكَ اَنْ تَقْرَاَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ۔

(۱۔ خصال شیخ صدوق جلد دوم ص ۴۱۱ مطبوعہ ایران)

(۲۔ الصافی تفسیر القرآن المقدمۃ الثامنۃ جلد اول ص ۳۹ (فیض کاشانی شیعی)

ترجمہ:-

حماد بن عثمان کہتا ہے۔ کہ میں نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ حضرات ائمہ اہل بیت سے ہم تک پہنچنے والی احادیث مختلف ہیں۔ امام جعفر نے فرمایا۔ کہ قرآن کریم سات حروف (قراءات) پر نازل کیا گیا ہے۔ اس لیے امام کے لیے کم از کم یہ اختیار ہونا چاہیے کہ وہ سات طریقوں پر فتویٰ دے۔ پھر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے اور یہ ہماری بخشش ہے۔ چاہے اسے خرچ کرو یا بلا حساب روکے رکھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے پاس ایک آنے والا (جبرئیل علیہ السلام) آیا۔ اور اللہ کا یہ حکم دیا۔ کہ میں قرآن کریم کو ایک ہی حرف (قراءت) پر پڑھوں۔ تو میں نے عرض کی۔ اے میرے

پروردگار! میری امت کے لیے وسعت اور آسانی فرما دیجئے۔ تو فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے۔ کہ چلو تم قرآن کو سات حروف (قراءات) پر پڑھ لیا کرو۔

الصافی تفسیر القرآن:۔

وَرَدَ وَ فِي بَعْضِ أَلْفَاظِ هٰذَا الْحَدِيثِ اَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا بِمَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَفِي بَعْضِهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرَئِيْلَ اِنِّي بُعِثْتُ اِلٰى اُمَّةٍ اُمِّيِّيْنَ فِيْهِمُ الشَّيْخُ الْفَانِيْ وَالْعَجُوْزُ الْكَبِيْرَةُ وَالْغُلَامُ قَالَ فَمُرْهُمْ فَلْيَقْرَءُوا الْقُرْآنَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ۔)

(الصافی تفسیر القرآن المقدمۃ الثامنہ
جلد اول ص ۳۹)

ترجمہ:۔

سات قراءات کے اختلاف والی حدیث کے الفاظ بعض روایات میں یوں مذکور ہیں۔ کہ یہ قرآن سات حروف (قراءات) پر نازل کیا گیا۔ تو ان میں سے جو آسان لگے۔ وہ پڑھ لیا کرو۔ بعض روایات میں یوں آیا ہے۔ "حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا۔ دیکھو میں امی امت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس امت میں عمر رسیدہ بوڑھے بوڑھیاں اور غلام بھی ہیں۔ کہا۔ تو پھر امت کو حکم دے دو۔ کہ قرآن کریم کو سات

حروف پر پڑھ لیا کرو۔

الصافی تفسیر القرآن:

وَبِاِسْنَادِهٖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ فَرْقَدْ وَالْمُعَلّٰى بْنِ خُنَيْسٍ قَالَا كُنَّا عِنْدَ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَعَنَا رَبِيْعَةُ الرَّاْىِ فَذَكَرُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَا يَقْرَاُ عَلٰى قِرَاءَتِنَا فَهُوَ ضَالٌّ فَقَالَ رَبِيْعَةُ ضَالٌّ فَقَالَ نَعَمْ ضَالٌّ ثُمَّ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَّا نَحْنُ فَنَقْرَاُ عَلٰى قِرَاءَةِ اُبَيٍّ

(الصافی جلد اول ص ۱۴۰
المقدمۃ الثامنہ)

ترجمہ:

عبداللہ بن فرقد اور معلی بن خنیس دونوں کہتے ہیں کہ ہم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں تھے۔ ہمارے ساتھ ربیعۃ الرأی بھی تھے قرآن کریم کا ذکر ہوا۔ تو جناب امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ابن مسعود ہماری قرأت کے مطابق قرآن نہیں پڑھتے۔ لہٰذا وہ گمراہ ہیں جناب ربیعہ نے کہا۔ وہ گمراہ ہیں؟ فرمایا۔ ہاں گمراہ ہیں۔ پھر فرمایا ہم تو حضرت ابی بن کعب کی قرأت کے مطابق پڑھتے ہیں۔

حدیث بالا کو ملا محسن کاشانی شیعی نے اصول کافی سے نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اس حدیث کے آخری الفاظ (یعنی ہم حضرت ابی کی قرأت کے مطابق پڑھتے ہیں۔) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جناب ربیعۃ الرأی کی

دلجوئی کے لیے ارشاد فرمائے۔ تاکہ اس طرح صحابہ کرام کی توقیر و حرمت قائم رہے۔ اور سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ فرما چکے تھے۔ اس کا تدارک بھی ہو جائے۔ ورنہ آپ کا یہ مقصد نہیں۔ کہ ہم اہل بیت جناب ابی کی اتباع کرتے ہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے۔ کہ حضرت ابی کی قرارت ہم اہل بیت کی قرارت کے موافق ہے۔ یا یہ کہ اور قراءتوں کی نسبت یہ ہماری قرارت کے زیادہ قریب ہے۔

اہل تشیع نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو ذکر کر کے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کے نزدیک بھی قراءات متعدد ہیں۔

یہ روایات ان روایات میں سے چند ہیں۔ جو اہل تشیع علماء و محدثین نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ حضرات ائمہ اہل بیت سے نقل کیں۔ ان میں واضح اور صراحت کے ساتھ یہ مذکور ہے۔ کہ قرآن کریم امت کی آسانی کی خاطر سات قراءات میں نازل کیا گیا ہے۔ اب جس کو جو آسان لگے اس میں اس کی تلاوت کرے۔

اس وضاحت اور صراحت کے بعد اس شخص کی حماقت اور لاعلمی میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ جو یہ کہتا پھرے۔ اور الزام دھرتا پھرے۔ کہ قرآن کریم کو سات طرح پڑھ کر بگاڑنے اور بدلنے والے اہل سنت ہی ہیں۔ جب تم خود اور تمہارے اکابر بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم سات قراءتوں میں اتارا گیا تو پھر ہم اہل سنت پر مذکورہ الزام کیوں؟ ہم اہل تشیع کے مفسرین اور شارحین کی مزید عبارات پیش کر کے ان کے مسلک کی وضاحت کیے دیتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے۔ کہ ان کا مسلک اپنے ائمہ کے موافق ہے۔ یا مخالف؟

سات قراءات میں قرآن کا نزول کیوں ہوا؟ اور اختلاف قراءات کا پس منظر

شرح خصال صدوق

دوسری روایت کا مفاد یہ ہے کہ قرآن سات انداز ہائے ادائیگی کے ساتھ اترا ہے۔ جو سات لغتوں سے عبارت ہے۔ اس لیے کہ نزول قرآن کے وقت علاقہ حجاز اور اس کے آس پاس میں جو فصیح اللسان عرب لوگ موجود تھے۔ باوجودیکہ سب کی زبان اپنی جگہ فصیح و بلیغ عربی تھی۔ تاہم ہر ایک قبیلہ کا لہجہ اور طرز ادائیگی ایک دوسرے سے جداگانہ تھا۔ ابتداء میں تو یہ دستور تھا۔ کہ سب عرب قرآن پاک کو ایک ہی لہجہ اور لغت میں یاد کریں۔ اور پڑھیں۔ تاکہ قرآن میں کسی وجہ سے حتی کہ جہت قراءات سے بھی اختلاف پیدا نہ ہو۔ مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ عرب لوگ ان پڑھ اور درس و تدریس سے نا آشنا ہیں۔ اور تمام کو ایک لہجہ اور ایک طرز تلفظ پر قرآن سکھلانا آسانی سے ممکن نہیں ہے۔ اس لیے بارگاہِ ایزدی میں درخواست کی کہ انہیں علاقہ عرب کی سات مشہور زبانوں پر قرآن پڑھ لینے کی اجازت دی جائے۔

اس وجہ سے قرآن متعدد قراءات پر مشتمل ہو گیا۔

جو سات طریقہ قراءات سے مشہور اہل اسلام ہیں۔ اور ہر طریقہ کا

ایک نامور قاری اور معروف راوی ہیں۔

(اس مضمون کے بعد والے الفاظ چونکہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس لیے ان کو اصل فارسی میں ہم نقل کرتے ہیں۔

شرح خصال صدوق

و مطابق ایں حدیث ہمہ ایں قراءات ہائے مختلفہ قرآن حقیقی و نازل پیغمبر است و آں ہر دو وجہ ممکن است اول آنکہ آیاتیکہ بتوسط فرشتہ برائے آنحضرت میرسیدہ یا بقلب مبارکش نازل می شدہ شامل ہمہ قراءتہا بودہ و پیغمبر ہم در محضر اصحاب خود کہ از قبائل مختلفہ بودہ اند ہمہ آنہا را بتلاوت می کردہ و ہر کدام مطابق لہجہ و لغت خود قراءات مخصوصے را یاد کردہ اند۔ دوم آنکہ قرآن بیک لغت بخود پیغمبر نازل میشدہ و لے پیغمبر چوں از خدا رخصت گرفتہ بود بلہجہ ہا و قراءتہائے مختلفہ بامت یاد میداد۔

ترجمہ:

اس حدیث کے مطابق یہ تمام سات قراءات جو مختلف ہیں۔ یہ حقیقی قرآن ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہیں۔ یہ بات دو طرح ممکن ہے۔ پہلی صورت یہ ہے۔ کہ وہ آیات جو حضرت جبرئیل کے واسطہ سے یا ان کے واسطہ کے بغیر براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہوئیں۔ وہ آیات تمام مختلف قراءات پر مشتمل ہوں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی موجودگی میں ہوئیں۔ جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان آیات کو

سات قراءتوں پر تلاوت فرمایا ہو۔ پھر ہر ایک صحابی نے اپنے مخصوص لہجہ اور طرز ادائیگی کے مطابق اُن آیات کو حفظ کر لیا ہو۔

دوسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ قرآن کریم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے مطابق ہی اترا ہو۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے اس امر کی اجازت مرحمت ہو چکی تھی۔ کہ آپ امت کی آسانی کی خاطر سات قراءتوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ تو آپ اس اجازت کے پیش نظر سات قراءتوں کے مطابق ہر قبیلہ کو یاد کرا دیا کرتے تھے۔

(شرح خصال صدوق (فارسی) جلد دوم ص ۱۴۱ مطبوعہ ایران)

مشکل حل ہو گئی

میرا خیال تھا۔ کہ سات قراءات کے اختلاف کے اسباب اور اس کی ضرورت کو کتب اہل سنت سے بیان کرتا۔ لیکن اب میری مشکل آسان ہو گئی۔ اور سفر مختصر ہو گیا۔ کیونکہ اہل تشیع کے ایک عالم و محقق شارح خصال صدوق نے اس امر کی وضاحت کر دی۔ اُن اسباب کا تذکرہ بھی کر دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا۔ کہ مشہور سات قراءت نفسِ قرآن اور عین قرآن ہیں۔ گویا کسی انسان کی اختراع نہیں۔ بلکہ اللہ نے سات طرق سے آیات نازل فرمائیں یا اللہ کے پیغمبر نے اللہ کی اجازت سے سات قراءات کو مروج فرمایا۔ لہٰذا اہل سنت پر ان قراءات کے موجد ہونے کا الزام کہاں تک درست قرار

پایا جاتا ہے۔

سات قراءات پر تمام امت کا اجماع اور اتفاق ہے

منہج الصادقین

بنا بر علی ہذا بخاطر فاتر ایں فقیر ضعیف جانی المفتقر الی غفران اللطیف سبحانی ابن شکر اللہ فتح اللہ الشریف الکاشانی کساہما جلابیب رضوانہ وسقاہما شابیب غفرانہ رسید کہ تقریباً الی اللہ وطالباً لمرضاتہ العلیٰ مطالعہ تفاسیر عربیہ وفارسیہ وکتب تاریخ واحادیث وغیر آں از کتب کلامیہ واصول وفروع فقیہہ کردہ تفسیرے از آں انتخاب نماید کہ مبتنیٰ باشد بر حل معانی قرآن بر طبق روایاتِ سبعہ کہ مسلم الثبوت ومجمع علیہ جمیع موافق ومخالف است ومعترض قراءۃ دیگر نمی شود۔

(تفسیر منہج الصادقین تصنیف ملا کاشانی جلد اول ص ۴ مقدمہ)

ترجمہ:

اس بنا پر (جس کا تذکرہ گزشتہ سطور میں کیا گیا ہے۔) اس فقیر دِل بیمار، ضعیف جان جو اللہ بخشش بار مہربان کی بخشش کا طالب ہے۔ یعنی ابن شکر اللہ فتح اللہ الشریف کاشانی (اللہ ان دونوں کو اپنی رضامندی میں ڈھالنے اور ان پر اپنی مغفرت کی بارش نازل

کرے، اسکے ذہن میں یہ بات آئی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے تقرب اور اس کی رضامندی کے حصول کی خاطر فارسی و عربی تفاسیر، کتب تاریخ اور علم کلام کی کتابوں اور فقہی اصول و فروع کا مطالعہ کروں۔ اور پھر ان تمام کا انتخاب پیش کروں۔ جو قرآن کریم کے مفہوم و معانی پر مشتمل ہو۔ اور وہ بھی قرآن کریم کی سات قراءتوں کے مطابق ہو۔ یہ وہ قراءات ہیں کہ جن کو سبھی اپنے بیگانے تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان پر تمام کا اتفاق و اجماع ہے۔ ان مسلم و متفق علیہ قراءات کے علاوہ کسی دوسری قراءات کے پیچھے نہ پڑوں گا۔

مذہب امامیہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت ساتوں قراءتوں پر ہونی چاہیئے صرف ایک پر ہی نہیں

مجمع البیان:

فَاعْلَمْ اَنَّ ظَاهِرًا مِّنْ مَذْهَبِ الْاِمَامِيَّةِ اَنَّهُمْ اَجْمَعُوْا عَلٰى جَوَازِ الْقِرَاءَةِ بِمَا تَتَدَاوَلُهُ الْقُرَّاءُ بَيْنَهُمْ مِنَ الْقِرَاءَاتِ اِلَّا اَنَّهُمْ اِخْتَارُوْا الْقِرَاءَةَ بِمَا جَازَ بَيْنَ الْقُرَّاءِ وَكَرِهُوْا تَجْرِيْدَ قِرَاءَةٍ وَاحِدَةٍ مُفْرَدَةٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول مقدمۃ الکتاب

ص ۱۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

معلوم ہونا چاہیئے کہ مذہب امامیہ ظاہراً یہی ہے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے ان متداول و مشہور قراءتوں کے مطابق قرآن کریم کو پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ جو مختلف قاریوں کے درمیان پڑھی جاتی ہیں۔ مگر انہوں نے قاریوں کے مابین پڑھی جانے والی قراءۃ کو پسند کیا۔ اور ان میں سے کسی ایک کو شاذ طور پر پڑھنا مکروہ جانا۔

آخری گزارش

ذکر کردہ دونوں عبارات اہل تشیع کے ہاں معتبر اور مستند کتب تفسیر سے لی گئی ہیں۔ ان عبارات میں انہوں نے اپنے اکابر کا اپنا عقیدہ مکمل کر بیان کیا ہے۔ کہ قرآن کریم کی سات قراءتیں ہیں۔ اور ہر ایک قراءت پر پڑھنا چاہیئے۔ صرف ایک قراءت پر ہی اکتفا کرنا پسندیدہ فعل نہیں۔ لہٰذا اس وضاحت کے بعد اگر کوئی یہ کہتا پھرے۔ کہ سات قراءتوں کا مسئلہ اہلسنت نے شروع کیا۔ اور اس سبب سے وہ سنیوں پر یہ الزام دھرے کہ یہ لوگ قرآن کریم کی تحریف کے مرتکب ہیں۔ تو ایسے شخص کی بد دیانتی اور جہالت کے لیے یہی کھلا ثبوت ہے۔ جو دو عدد حوالہ جات کی صورت میں ہم نے پیش کیا ہے۔

بات دراصل یہ ہے۔ کہ اہل تشیع چونکہ موجودہ قرآن کے مکمل ہونے پر

اعتقاد نہیں رکھتے۔ بیچارے مجبوراً اس موجود قرآن کی تلاوت کرنے پر مجبور ہیں۔ تحریفِ قرآن کا عقیدہ ہم نے خود ان کی کتب سے بالتفصیل ذکر کر دیا لیکن توبہ کرنے کی بجائے الٹا اہل سنت کو بھی اپنے دوزخ میں آنے بلکہ لانے میں کوشاں ہیں۔ اور اختلاف قراءت کو سند کے طور پر پیش کرنے کی حماقت اور دیدہ دلیری کا کرتے ہیں۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

فصل ہفتم

اہل سنت پر اعتراضات اور ان کے جوابات

پہلا اعتراض

اہل سنت کا قرآن بعض زیادتیوں پر مشتمل ہے

سنیوں کی قابل اعتبار تفسیر "درمنثور" میں یہ موجود ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآن میں شامل نہیں مانتے تھے۔ حالانکہ یہ دونوں سورتیں سنیوں کے قرآن میں پائی جاتی ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر درمنثور

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَحُكُّ الْمُعَوَّذَتَيْنِ مِنَ الْمُصْحَفِ وَ يَقُوْلُ لَا تَخْلِطُوا الْقُرْاٰنَ بِمَا لَيْسَ مِنْهُ اِنَّهُمَا لَيْسَتَا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِنَّمَا

أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَتَعَوَّذَ بِهِمَا
وَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَا يَقْرَاءُ بِهِمَا۔

(تفسیر در منثور جلد ۶ ص ۴۱۶ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ یہ حضرات معوذتین کو قرآن کریم میں نکال دیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے کہ قرآن کریم میں ایسی چیزیں مت ملاؤ۔ جو اس میں سے نہیں ہیں اور معوذتین دونوں سورتوں کتاب اللہ میں سے نہیں ہیں۔ ان کے دونوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ آپ ان کلمات سے استعاذہ کریں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگیں) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں سورتوں کی قرارت نہیں کیا کرتے تھے

تفسیر اتقان وکبیر

نُقِلَ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ الْقَدِيْمَةِ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يُنْكِرُوْنَ سُوْرَةَ الْفَاتِحَةِ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ۔

(۱۔ تفسیر اتقان جلد اول ص ۸۱ مطبوعہ
بیروت جدید)
(۲۔ تفسیر کبیر جلد اول ص ۲۱۹
الباب الرابع مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:

بعض قدیم کتابوں میں منقول ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورۃ الفاتحہ اور معوذتین کو قرآن کریم میں سے نہیں مانتے تھے۔

اہل سنت کی معتبر تفاسیر سے مذکورہ حوالہ جات سے ثابت ہوا۔ کہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ فلق اور الناس تینوں سورتیں نہیں ہے۔ ان کے قرآن نہ ہونے کا اعلان دو جلیل القدر صحابی کر رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن میں یہ تینوں سورتیں اس وقت سے لے کر آج تک موجود چلی آ رہی ہیں۔ تو صاف ظاہر کہ سنیوں کا قرآن دو زیادتیوں،، پر مشتمل ہے۔ اور ان سورتوں کو قرآن ماننا اہل سنت کا مسلک اور عقیدہ ہے۔ لہٰذا اہل تشیع پر تحریف و تبدیلی کا الزام دینے والے خود بھی زیادتی کے مرتکب ہیں۔

جواب سے قبل ایک ضروری گزارش

تفسیر اتقان اور در منثور کے مصنف علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ان تفاسیر میں آیات قرآنیہ کے تحت بہت سی احادیث درج فرمائیں۔ جن کی صحت اور سقم سے کوئی بحث نہ کی۔ بلکہ یہ اس لیے کیا۔ تاکہ محدث ان احادیث کو اپنے علم کے ترازو میں رکھ کر جس احادیث کو جہاں مناسب سمجھے رکھ لے۔ خطیب اور اس طبقہ کے دوسرے علماء نے اس عیب و اعتراض کو شروع سے رفع کر دیا کیونکہ انہوں نے اپنی کتب کے مقدمہ جات اور دیباچوں میں اس امر کی تصریح کر دی۔ صاحب جامع الاصول نے نقل کیا کہ خطیب نے رضی شیعی کے بھائی شریف مرتضٰی سے اہل تشیع کی احادیث روایت کی ہیں۔ اس لیے علامہ السیوطی نے جو روایات خطیب سے نقل کیں۔ وہ بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔ یہی وجہ

ہے۔ کہ خود علامہ السیوطی نے جمع الجوامع کے ابتداء میں اس بات کو ذکر کیا کہ یہ کتب ضعیف احادیث کے لیے مخصوص ہیں۔ اور اس میں امام السیوطی نے اس امر کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ کہ فلاں فلاں کتاب سے جب تمہیں کوئی حدیث ملے۔ تو سمجھ لینا کہ وہ ضعیف ہے۔

لہٰذا قارئین کرام کی خدمت میں عرض گزار ہوں۔ کہ کوئی بھی شیعہ جب تفسیر اتقان یا درمنثور سے کوئی حدیث یا روایت پیش کر کے اپنے مسلک کی تائید حاصل کرنا چاہے۔ تو اس روایت و احادیث کی صحت سند کے بغیر کوئی اہمیت نہ دیں۔ کیونکہ جو روایات ان کتب میں سند کے بغیر مذکور ہیں۔ وہ اہل سنت پر کسی طرح بھی حجت نہیں قرار پاتیں۔ کیونکہ امام السیوطی نے ان تفاسیر میں اس امر کا التزام نہیں فرمایا۔ کہ وہ صرف احادیث صحیحہ ہی ذکر کریں گے۔

ذکر شدہ اعتراض کے جوابات

جواب اوّل:

اگر اہل سنت کے اسلاف اور بزرگ حضرات بقول معترض ان تین سورتوں کو واقعی قرآن سمجھتے۔ تو اس وقت سے آج تک ان سورتوں کا وجود قرآن میں نہ ہوتا۔ اور نہ رہنے دیا جاتا۔ جبکہ یہ قرآن ہمارے ہی اسلاف کا جمع کردہ ہے۔ ان سورتوں کا قرآن میں ثابت رہنا اور قائم رہنا اس امر کی صراحت کرتا ہے۔ کہ اس کے ماننے والوں کے نزدیک یہ بھی قرآن ہی ہیں۔

جوابِ دوم

اہل سنت کی معتمد اور معتبر حدیث کی کتاب مشکوۃ المصابیح میں معوذتین کے بارے میں یوں مذکور ہے۔

مشکوۃ شریف

يَا عَقْبَةُ اَلَا اُعَلِّمُكَ خَيْرَ سُوْرَتَيْنِ قُرِأَتَا فَعَلَّمَنِيْ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔

(مشکوۃ شریف جلد اول صفحہ نمبر ۸۰
باب القراۃ فی الصلوۃ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عقبہ! کیا میں تجھے دو بہترین پڑھی گئی سورتیں نہ سکھلاؤں؟ پھر آپ نے مجھے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سکھلائیں۔

اسی روایت کے آخر میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح میں صرف انہی دو سورتوں کو پڑھا۔ لہٰذا ثابت ہے۔ کہ امام المعصومین جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ دو سورتیں قرآن ہیں۔ کیونکہ نماز میں قرآن کی قرأت فرض ہوئی ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کی قرآنیت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

جواب سوم

معترض نے صرف اپنے اعتراض کو بنانے کے لیے تفسیر درمنثور کے مطلوبہ الفاظ ذکر کر دیئے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ پوری عبارت نقل کر کے پھر ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی۔ آیئے دیکھیں۔ کہ درمنثور میں کیا لکھا ہے۔

درمنثور

اَخْرَجَ اَحْمَدَ وَالْبَزَّارُ وَالطَّبَرَانِیْ وَابْنُ مَرْدَوَیْه مِنْ طُرُقٍ صَحِیْحَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَحُكُّ الْمُعَوَّذَتَيْنِ مِنَ الْمُصْحَفِ وَيَقُوْلُ لَا تَخْلِطُوا الْقُرْاٰنَ بِمَا لَيْسَ مِنْهُ اِنَّهُمَا لَيْسَتَا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِنَّمَا اُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَتَعَوَّذَ بِهِمَا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَا يَقْرَأُ بِهِمَا قَالَ الْبَزَّارُ لَمْ يُتَابِعْ ابْنَ مَسْعُوْدٍ اَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ بِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ وَاُثْبِتَتَا فِي الْمُصْحَفِ۔

(تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۴۱۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

احمد، بزار، طبرانی اور ابن مردویہ نے صحیح طریقوں سے حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ کہ ابن مسعود ان میں سے ہر ایک معوذتین کو قرآن میں سے نکال دیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ قرآن میں وہ چیزیں مت داخل کرو۔ جو قرآن نہیں۔ یہ دونوں سورتیں یقیناً قرآن نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ کہ ان کلمات سے پناہ طلب کیا کریں۔ ابن مسعود ان کی قرارت نہیں کیا کرتے تھے۔ بزار کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابن مسعود کی اس بات کی کسی ایک صحابی نے بھی اتباع نہ کی۔ (کہ وہ بھی ان کو قرآن نہ مانتا) حالانکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ صحیح یہ ثابت ہے۔ کہ آپ نے ان دونوں سورتوں کی نماز میں تلاوت فرمائی۔ اور مصحف میں ان کو باقی رہنے دیا گیا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ معترض نے بددیانتی کا ارتکاب کرتے ہوئے تفسیر درمنثور کی پوری عبارت نقل نہ کی۔ اگر وہ ایسا کرتا۔ تو بیچارے کا بھانڈا بر سر عام پھوٹ جاتا۔ لہٰذا پوری عبارت پر نظر کرنے والا ہر شخص یہی کہیگا کہ صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی۔ ان کی کسی ایک صحابی نے بھی تائید و توثیق نہ کی۔ بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ان کی قرارت فرما کر ان کے قرآن ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔

تفسیر کبیر کی روایت کی تحقیق

معترض نے تفسیر کبیر سے (جو کہ امام فخرالدین رازی کی تصنیف ہے۔) ایک روایت پیش کی۔ جس سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی

سورۃ الفاتحہ اور معوذتین کے قرآن ہونے کے قائل نہ تھے۔ اس سلسلہ میں پہلی یہ گزارش ہے۔ کہ یہ روایت بلا سند ذکر کی گئی۔

اس لیے بغیر سند کے کسی روایت کو بطور حجت ہم پر پیش نہیں کیا جا سکتا اور اگر معترض کا کوئی ساتھی شیعہ سند کی بات کو چھوڑ کر یہ کہے۔ کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کسی روایت کو ذکر کرنا خود سند کے قائم مقام ہے۔ یعنی وہ امام رازی کے نام کو ہی بطور حجت و سند پیش کرے۔ تو پھر اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے۔ کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے جو کچھ تاثر دینے کی کوشش کی گئی وہ بھی خیانت پر مبنی ہے۔ ورنہ امام موصوف نے اسی جگہ متصل اس روایت کا فیصلہ جو ذکر فرمایا ہے۔ ہم اس کو ہدیۂ ناظرین کیے دیتے ہیں۔ پھر ناظرین و قارئین خود معترض کی بددیانتی کو جان لیں گے۔ امام موصوف فرماتے ہیں۔

اَلْاَغْلَبُ عَلَى الظَّنِّ اَنَّ هٰذَا النَّقْلَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ كَذِبٌ بَاطِلٌ۔

ترجمہ:

غالب ترین ظن یہ ہے۔ کہ مذکورہ روایت جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی گئی ہے۔ وہ جھوٹ اور باطل ہے۔

اس فیصلہ سے معلوم ہوا۔ کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اگر ذات اور ان کے نام کو ہی حجت بنایا جائے۔ تو پھر امام موصوف نے اس روایت کا فیصلہ خود ہی کر دیا۔ یعنی یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف نسبت کرنے میں جھوٹ اور بطلان سے کام لیا گیا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا روایت مذکورہ کو کذب و باطل سے تعبیر کرنا محض ان کی اپنی رائے نہیں ہے۔ بلکہ در منثور میں جہاں معوذتین کے انکار کی روایت

ان سے منسوب تحریر ہے۔ وہاں یہ بھی تحریر ہے۔ جو بحوالہ طبرانی اوسط سندِ حسن کے ساتھ ہے۔

تفسیر درمنثور

وَاَخْرَجَ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ اُنْزِلَ عَلَیَّ اٰیَاتٌ لَمْ یُنْزَلْ عَلَیَّ مِثْلُهُنَّ اَلْمُعَوِّذَتَیْنِ۔

(تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۴۱۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

طبرانی نے اوسط میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر چند آیات ایسی اُتاری گئیں۔ جو اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ معوذتین (کی آیات) ہیں۔

اس روایت سے ثابت ہوا۔ کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کے قرآن ہونے کے قائل تھے۔

ایک اہم سوال:

جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے۔ کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو منکرِ معوذتین ثابت کرنے کی اہلِ تشیع کی کوشش بالکل رائیگاں گئی۔ اس

ناکامی کے بعد انہوں نے گرگٹ کی سی ایک چال چلی۔ اور اہل سنت کو مرعوب کرنے کی انوکھی ترکیب نکالی۔ انہوں نے یہ سوال گھڑا کہ اگر معوذتین کے بارے میں تواتر سے ثابت ہے۔ کہ یہ قرآن ہی کی دو سورتیں ہیں۔ تو پھر ان کے قرآن ہونے کے منکر کو مسلمان کہنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ لہذا فیصلہ طلب امر یہ ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب معوذتین کے منکر ہیں۔ تو پھر ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟

جواب:

ہم گزشتہ سطور میں یہ واضح کر چکے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کے قرآن ہونے کے منکر نہیں۔ اس لیے انہیں منکر قرآن کے منکرین کے فتویٰ کی زد میں نہیں دیا جا سکتا۔ رہی یہ بات کہ ان سورتوں کا منکر کافر ہے یا نہیں۔ تو تفسیر اتقان کا اس بارے میں فیصلہ ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر اتقان

وَقَالَ النَّوَوِيُّ فِيْ شَرْحِ الْمُهَذَّبِ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنَّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ وَالْفَاتِحَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَاَنَّ مَنْ جَحَدَ مِنْهَا شَيْئًا كَفَرَ وَمَا نُقِلَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَاطِلٌ لَيْسَ بِصَحِيْحٍ وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ فِيْ كِتَابِ الْقَدْحِ الْمُعَلّٰى تَتْمِيْمِ الْمُحَلّٰى هٰذَا كَذِبٌ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَمَوْضُوْعٌ وَ اِنَّمَا صَحَّ عَنْهُ قِرَاءَةُ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْهُ وَفِيْهَا الْمُعَوِّذَتَانِ وَالْفَاتِحَةُ۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۸۱ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

شرح المہذب میں امام نووی نے فرمایا۔ کہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں۔ کہ معوذتین اور فاتحہ قرآن ہی کی سورتیں ہیں۔ اور یہ بھی تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ جس شخص نے ان میں سے کسی شیئ کا انکار کیا۔ (یعنی اسے قرآن نہ مانا۔ وہ کافر ہو گیا۔ اور اس بارے میں جو روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وہ بالکل باطل ہے۔ قطعاً صحیح نہیں۔ ابن حزم نے کتاب القدح المعلی تمیم المحلی میں کہا۔ کہ یہ سب کچھ جھوٹ کا پلندہ ہے۔ جو حضرت ابن مسعود پر تھوپا گیا۔ اور یہ روایت من گھڑت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے جو درست روایت ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو قراءۃ عاصم عن زر ہے۔ اور اس قراءۃ میں معوذتین و فاتحہ موجود ہیں۔

محلی ابن حزم

وَاَنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ فِی الْمَصَاحِفِ بِاَیْدِی الْمُسْلِمِیْنَ شَرْقًا وَ غَرْبًا فَمَا بَیْنَ ذَالِكَ مِنْ اَوَّلِ الْقُرْاٰنِ اِلٰی اٰخِرِ الْمُعَوَّذَتَیْنِ كَلَامُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَوَحْیُهٗ اَنْزَلَهٗ عَلٰی قَلْبِ نَبِیِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَفَرَ بِحَرْفٍ

مِنْهُ فَهُوَ كَافِرٌ وَكُلُّ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مِنْ اَنَّ الْمُعَوَّذَتَيْنِ وَاُمَّ الْقُرْاٰنِ لَمْ تَكُنْ فِيْ مُصْحَفِهٖ فَكَذِبٌ مَوْضُوْعٌ لَا يَصِحُّ وَاِنَّمَا صَحَّتْ عَنْهُ قِرَاءَةُ عَاصِمٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ۔

(محلی ابن حزم جلد اول ص ۱۳)

ترجمہ:

اور یہ بات یقینی ہے۔ کہ وہ قرآن جو مصاحف کی صورت میں شرق و مغرب کے مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ اور قرآن کے ابتدائی الفاظ سے لے کر معوذتین کے آخری الفاظ تک تمام کا تمام قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اس کی وحی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور پر نازل فرمایا۔ لہذا جس شخص نے اس قرآن میں سے ایک حرف کا بھی انکار کیا۔ وہ کافر ہے۔
اور تمام وہ روایات جو حضرت عبد اللہ بن مسعود کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے۔ کہ معوذتین اور ام القرآن (الفاتحہ) آپ کے صحیفہ میں نہیں تھیں۔ یہ سب کچھ جھوٹ ہے۔ من گھڑت ہے۔ اس کی صحت نہیں ہے ہاں جو کچھ ان سے صحیح طور پر ثابت ہے۔ وہ قراءۃ عاصم عن زر بن حبیش ہے (اور اس میں یہ تینوں سورتیں مذکور ہیں۔ جس سے صاف ظاہر کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی روایات غلط ہیں۔

خلاصۂ جواب:

سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو اس قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ معوذتین اور الفاتحہ

کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ یہ قرآن نہیں ہیں۔ ایسی روایات محض
جھوٹ اور باطل کی آئینہ دار ہیں۔ بلکہ ان کو کسی نے گھڑ کر ان کی طرف منسوب
کر دیا ہے۔ برخلاف اس کے حقیقت حال یہ ہے۔ کہ آپ ان تینوں سورتوں
کے بارے میں ان کے قرآن ہونے کے معتقد تھے۔

اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ آپ کی قراۃ کی روایت کرنے والے امام عاصم ہیں
جنہوں نے جناب زر بن حبیش سے روایت کی۔ اس قراءۃ و روایت میں یہ تینوں
سورتیں موجود ہیں۔ لہذا آپ ان کی قرآنیت کے منکر نہیں تھے۔ اس کے ساتھ
اہل سنت کا منکرِ قرآن کے بارے میں ابن حزم کی تحریر سے آپ نے ملاحظہ کیا۔
یہ کہ سورۃ الفاتحہ کے ابتدائی حروف سے لے کر والناس کے سین تک تما
قرآن ہے۔ اور مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے ہاں یہ موجود ہے۔ لہذا جو شخص
اس میں سے کسی ایک حرف و کلمہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہو۔ کہ وہ قرآن
نہیں۔ کلام اللہ نہیں حضور پر اتارا نہیں گیا۔ وہ کافر ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

اعتراض دوم

اہل سنت کا قرآن مکمل الفاظ پر مشتمل نہیں

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ الآية (پ ۶ ع ۱۲)

یہ آیت کریمہ اب بھی قرآن کریم میں انہی الفاظ سے موجود ہے۔ لیکن اصل میں اس کے حروف و الفاظ زیادہ تھے۔ جو اب نہیں ہیں۔ گویا یہ تحریف کا شکار ہو گئی ہے اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ اہل سنت کی معتبر تفسیر "در منثور" میں مذکور ہے۔ کہ ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اسے یوں اخراج کیا ہے۔

در منثور:

قَالَ كُنَّا نَقْرَأُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ أَنَّ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ

يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

(تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۲۹۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یوں پڑھا کرتے تھے۔ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین الخ یعنی اے رسول معظم! جو بات آپ کی طرف اتاری گئی۔ آسے لوگوں تک پہنچا دیں۔ وہ بات یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ تمام ایمان داروں کے مولی ہیں۔ اور اگر آپ نے یہ نہ کیا۔ (یعنی اس بات کی تبلیغ نہ کی) تو تم نے اللہ کا پیغام ہی نہیں پہنچایا۔ اور اللہ لوگوں کے شر سے آپ کو بچا کر رکھے گا۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں۔ کہ سنیوں کے موجود قرآن میں اس آیت میں ”ان علیا مولی المومنین“ کے الفاظ موجود نہیں۔

سنیو! ذرا گلیجہ تھام کے جواب دینا۔ کہ جس جملہ کو حضرات صحابہ کرام دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس آیت کے اندر پڑھتے رہے۔ اس کی گواہی خود تمہاری کتب دے رہی ہیں۔ تو پھر تم نے یہ جرأت کی۔ کہ اس جملہ کو اس آیت سے نکال باہر کیا۔ اس تحریف کا حق آخر کس نے تمہیں دیا۔ اور دیکھئے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں۔ نہایت ثقہ اور عادل راوی ہیں اور صاحب تفسیر علامہ سیوطی بھی ایک مسلم شخصیت ہیں۔ ان کی معتبر اور مشہور تفسیر ”درمنثور“ کے حوالہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی ولایت

سے تم اس قدر نالاں ہو۔ کہ قرآن میں سے اسے باہر نکال کر رکھ دیا۔ تم جیتے جاگتے ثبوت کے بعد اب یہ کہنا کہ ہم اہل سنت قرآن کی تحریف کے قائل و معتقد نہیں۔ کون مانے گا؟

آیت مذکورہ میں نسخ واقع نہیں ہے

اگر کوئی سنی ہمارے اس اعتراض کے جواب میں یہ کہنا چاہیے۔ کہ آیت زیر بحث میں نسخ واقع ہے۔ یعنی ابتداء میں انہی الفاظ کے ساتھ اس کی تلاوت ہوتی تھی۔ لیکن بعد میں یہ الفاظ منسوخ التلاوۃ والحکم ہو گئے۔ تو یہ جواب قطعاً لائق توجہ نہیں ہے۔ کیونکہ اہل سنت کی ایک معتبر کتاب "افادۃ الشیوخ فی الناسخ والمنسوخ" کے صفحہ ۱۰ مطبوعہ محمدی لاہور کی سطر ۱۹ پر تحریر ہے۔ کہ

"سورۃ مائدہ" میں کل ۹ آیات منسوخ ہیں" لیکن ان ۹ آیات میں اس آیت کا ذکر تک نہیں ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ اس جملہ کا حذف از قبیلۂ نسخ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے۔ کہ جب اس کلمہ کی تلاوت دورِ رسالت میں ہوتی رہی۔ اور اس کو منسوخ بھی نہیں کیا گیا۔ تو اب موجودہ قرآن میں اس کا نہ ہونا تحریف نہیں تو اور کیا ہے :

جوابِ اول

جہاں تک معترض کا یہ کہنا ہے۔ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اہل سنت کے معتمد اور معتبر راوی ہیں۔ تو اس بارے میں اہل سنت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ آپ واقعی ثقہ اور عادل ہیں۔ ان کی ثقاہت و عدالت کے برحق ہونے کے

بعد گفتگو اس بات پر ہے۔ کہ "ابن مردویہ" نے ان سے جو روایت ذکر کی۔ اس کی سند نہ ہونے کی وجہ سے وہ قابل حجت نہیں ہے۔ ابن مردویہ اور ابن مسعود کا باہم ایک دور میں ہونا اور ایک دوسرے سے سماع کا ثبوت قطعاً نہیں۔ کیونکہ ابن مردویہ جن کا پورا نام یہ ہے۔ الحافظ ابو بکر احمد بن موسے اصفہانی "کا پانچویں صدی میں انتقال ہوتا ہے۔ تذکرہ الحفاظ جلد دوم جز سوم ص ۱۵۱۔ پر ان کا تذکرہ موجود ہے۔ ادھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت پہلے اس دارِ فانی سے کوچ فرما چکے تھے۔ لہٰذا ان دونوں کا بغیر واسطہ سماع ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے یہ لازمی ہے۔ کہ ان دونوں کے درمیان کچھ واسطے ہوں گے۔ جن کے ذریعہ ابن مسعود کی بات ابن مردویہ تک پہنچی۔ ہم نے بہت کوشش کی۔ کہ ان واسطوں اور راویوں کا کہیں تذکرہ اور نام و کنیت مل جائے۔ لیکن نہ ان کے نام معلوم ہو سکے۔ اور نہ ہی ان کی تعداد۔ اس بنا پر ان راویوں کے ثقہ یا عدم ثقہ، عادل یا غیر عادل وغیرہ اوصاف کا علم بھی نہیں ہو سکا۔ جس روایت کے راویوں کے نام ان کی تعداد۔ ان کی ثقاہت و عدالت کا جب کسی طرح بھی علم نہ ہو سکے۔ تو ایسی روایت کا مقام و درجہ سب کو معلوم ہے۔ بنا بریں اس روایت کا مرسل ہونا، موضوع ہونا یا ضعیف ہونا ان امور کا بھی قطعاً فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں! تمام شیعہ لوگوں کو میں بیس ہزار روپے بطور انعام دینے کا اعلان کرتا ہوں۔ جو اس روایت کی صحیح سند بیان کر دیں۔ اور اگر اس روایت کی سند بیان نہ کر سکیں۔ تو پھر توبہ ہی کر لیں۔

جوابِ دوم

"درمنثور" میں کسی روایت کا پایا جانا اس کے لیے یہ لازم نہیں کہ وہ روایت صحیح السند ہی ہو گی۔ یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ اس تفسیر میں ہر قسم کی روایت

درج ہیں۔ جس کا ہم تذکرہ پہلے کر چکے ہیں۔ لہٰذا صرف یہ کہہ دینا ہی کافی نہیں۔ اور حجت و دلیل نہیں بن جاتا۔ کہ یہ روایت درمنثور میں ہے۔ درمنثور میں ذکر کردہ روایات کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلی "قرۃ العین" میں رقمطراز ہیں۔

درمنثور:

وسیوطی در درمنثور جمع احادیث مناسبہ بقرآن نمودہ قطع نظر از صحت وسقم تا محدثے آں را بمیزان علم خود بسنجد ہر حدیثے را در محل خودش بگذارد۔

ترجمہ:

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر درمنثور میں وہ تمام احادیث جمع کر دیں جن کی قرآن کریم کے ساتھ مناسبت تھی۔ ان روایات کے ذکر کرنے میں اس امر کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا کمزور۔ ایسا انہوں نے اس لیے کیا۔ تاکہ ہر حدیث کا ماہر اپنے علم کے ترازو پر ان کو پرکھے۔ اور جس حدیث کا جو مقام ہے۔ اُسے وہاں رکھے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ثقہ اور عادل ہونے میں ہمیں اختلاف نہیں۔ اسی طرح حضرت امام السیوطی کے مقتدائے اہل سنت ہونے پر ہمیں اعتماد و یقین ہے۔ لیکن اس کے ہوتے ہوئے ہمیں اگر قلق اور اضطراب ہے تو اس بات پر کہ ان سے مروی روایت کی سند نہیں ملتی۔ لہٰذا اس روایت کے رواۃ سے جہالت آڑے آتی ہے۔ اس لیے ہم اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

دوسری قابل اعتراض یہ بات ہے۔ کہ جس کتاب سے یہ روایت پیش

پیش کی گئی۔ اس میں صاحب کتاب نے روایت کی صحت کا اہتمام نہیں فرمایا۔ بلکہ ہر طرح
کی روایت ذکر کردی۔ اور ان روایات واحادیث کی درجہ بندی کرنا محدثین کرام پر
چھوڑ دیا گیا۔ وہ اپنے علم سے جس حدیث کو جو چاہیں مرتبہ دیں۔ اور جہاں چاہیں رکھیں

جواب سوم

معترض نے درمنثور سے جو ابن مردویہ سے روایت پیش کی اس روایت
کو ابن مردویہ نے اپنی کسی کتاب میں درج کیا۔ یا کسی اور شخص نے ان سے سماع کر کے
اپنی کتاب میں درج کیا۔ اس کا کوئی علم نہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے۔ کہ اہل سنت کے اس راوی کی روایت نہ
خود اس کی کسی کتاب میں ملی۔ اور نہ ہی کسی شاگرد کی کتاب میں دستیاب ہو سکی لیکن
اگر ملی تو اہل تشیع کی کتب میں ملی۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج الصادقین:

وابن مردویہ در کتاب مناقب آوردہ است از عبداللہ بن مسعود کہ مادر
زمان حیات حضرت رسالت ایں آیہ را چنیں می خواندیم کہ یا ایھا
الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی
المؤمنین فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۳ ص ۲۸۵
مطبوعہ طہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابن مردویہ نے مناقب نامی کتاب میں ذکر کیا۔ کہ حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے۔ یاایہا الرسول الخ۔ یعنی اے رسول مکرم! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب نے یہ بات نازل کی۔ کہ علی تمام مومنین کے ولی ہیں،، اسے لوگوں تک پہنچا دو۔ اور اگر ایسا نہ کیا۔ تو تم نے اس اللہ کی رسالت کی تبلیغ ہی نہیں کی۔

ابن مردویہ کی کتاب مناقب کہاں ہے؟

تفسیر منہج الصادقین کے حوالہ سے ابن مردویہ کی ایک تصنیف ،،مناقب،، کا نام سننے میں آیا ہے۔ ہم نے کشف الظنون وغیرہ کتب کا مطالعہ کیا۔ لیکن اس نام کی کتاب ابن مردویہ کی تصنیف کے طور پر کہیں بھی نہ مل سکی۔ اس قسم کی کتابیں جن کا وجود عنقا رہو۔ کے فرضی نام پیش کرنا اہل تشیع کا محبوب مشغلہ ہے۔

اعتراض کے آخر میں جو یہ مفروضہ قائم کیا گیا۔ کہ اگر یہ ناسخ منسوخ کے ضمن میں آتی تو کہیں اس کا تذکرہ ہوتا۔ اس مفروضہ بلکہ گپ سے معترض نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ جب مذکورہ جملہ منسوخ بھی نہیں۔ اور روایات میں اس کا ثبوت ہے۔ تو پھر سنیوں کے قرآن میں اس کا نہ ہونا ،،تحریف قرآن،، کے زمرے میں آتا ہے اس گپ کا جواب بھی پچھلے جوابات میں آچکا ہے۔ مختصر یہ کہ جب وہ روایت کہ جس سے اس جملہ کا قرآن ہونا ثابت کیا گیا۔ وہ روایت ہی قابل اعتبار نہیں۔ اس کا کہیں مستند طور پر نام و نشان نہیں۔

اس قسم کی بے اصل و بے سند روایت ہی قابلِ اعتبار نہیں۔

جب یہ جملہ قرآن ثابت ہی نہ ہو سکا۔ تو اس کے نہ ہونے کو ،،نسخ،،

سے تعبیر کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ قرآن کا ثبوت تواتر سے ہوتا ہے۔ اور اس کی کسی آیت، سورۃ یا کلمہ کی تنسیخ بھی اسی درجہ یا اس سے قریب تر درجہ سے ہو سکتی ہے لہذا اگر ناسخ و منسوخ میں اس جملہ کا ذکر نہیں۔ تو کوئی اعتراض کی بات نہیں

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض سوم

اہل سنت کے قرآن میں ایک اور تحریف کا ثبوت

روایت نمبر(۱):
تفسیر درمنثور:

قَالَ كُنْتُ اَكْتُبُ مُصْحَفًا لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَاٰذِنِّيْ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى فَلَمَّا بَلَغْتُهَا اٰذَنْتُهَا فَاَمْلَتْ عَلَىَّ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ وَقَالَ اَشْهَدُ اَنِّىْ سَمِعْتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(تفسیر درمنثور جلد اول ص ۳۰۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

(مالک، ابو عبیدہ، عبد بن حمید، ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن انباری نے المصاحف اور بیہقی نے سنن میں عمرو بن رافع سے تخریج کیا) عمرو بن رافع نے کہا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے قرآن لکھتا تھا۔ انہوں نے مجھے فرمایا۔ جب تو حافظوا علی الصلوٰت الخ آیت پر پہنچے۔ تو مجھے بتلانا۔ پھر میں لکھتے لکھتے اس آیت پر آیا۔ تو میں نے بموجب عہد انہیں اس کی اطلاع کی۔ تو انہوں نے اس آیت کو یوں لکھوایا۔ حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر الخ یعنی صلوٰۃ العصر کے الفاظ زیادہ لکھائے۔ لکھوانے کے بعد فرمایا۔ میں گواہی دیتی ہوں۔ کہ یہ الفاظ (صلوٰۃ العصر) میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنے ہیں۔

روایت نمبر ۲

تفسیر درمنثور کے ص ۳۰۲ پر ہی اس سلسلہ کی ایک اور روایت مذکور ہے۔ لیکن اس کے راوی حضرت ابو یونس ہیں جو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مصحف کی کتابت کرتے تھے۔

فرماتے ہیں۔ کہ مجھے سیدہ عائشہ نے یہ آیت ان الفاظ سے لکھوائی۔ حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ العصر الخ۔ اور آخر میں سیدہ

رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ میں نے اسی طرح انہی الفاظ سے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کی تخریج ابو داؤد، ترمذی، نسائی، مالک، احمد، عبد بن حمید، ابن ابی داؤد ابن انبازی اور بیہقی نے اپنی سنن میں کی۔

یہ دونوں روایات درمنثور سے ہم نے نقل کیں۔ جو اہل سنت کی مشہور تفسیر ہے ان دونوں روایات سے یہ ثابت ہوا۔ کہ آیت مذکورہ میں "وصلوۃ العصر" کے الفاظ موجود تھے۔ جن کو حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنا۔ اور یہ لفظ ان دونوں ازواج مطہرات کے مصحف میں خود انہوں نے لکھوایا تھا۔ اور موجود تھا۔ لیکن اہل سنت کے قرآن میں یہ لفظ ناپید ہیں۔ جس سے صاف صاف عیاں ہے کہ سنیوں نے قرآن میں تحریف کی ہے۔

جواب اول:

ہم نے اس سے قبل اس امر کی وضاحت کر دی ہے۔ کہ تفسیر درمنثور میں کسی آیت کا پایا جانا اس کی صحت کو مستلزم نہیں۔ بلکہ وہاں قرآن کریم کی آیت کی تفسیر میں جو حدیثیں مواد مل سکا۔ علامہ السیوطی نے وہ جمع فرما دیا۔ ان کی صحت و عدم صحت و عدم کا خیال نہیں فرمایا۔ اس لیے بار بار درمنثور کی روایت درمنثور کی روایت کی رٹ لگانا بے سود ہے۔ صرف مطلب برآری اور مغالطہ دینے کی سعی لاحاصل ہے۔

اس کے علاوہ ناسخ اور منسوخ کی بحث میں ہم اس امر کی وضاحت کر چکے۔ جس کو پڑھ کر ہر شخص ان کے اعتراضات ... وزن معلوم کر سکتا ہے۔ یہ اعتراض بھی اسی گھاس کا ایک تنکا اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس روایت کا سہارا لیا جا رہا ہے وہ ان روایات میں سے ہے۔ جسے شاذ کہتے ہیں۔ اس کا تواتر ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔ ذرا سوچیے۔ کہ اس قسم کا اعتراض ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ آؤ مر اللہ تعالیٰ

خود اعلان فرما رہا ہے۔ کہ

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ اور ادھر حضرت حفصہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما اس کی تحریف کی قائل ہو رہی ہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ تفسیر درمنثور میں مذکور ہے۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے "صلوۃ الوسطیٰ" کے متعلق دریافت کیا۔ کہ اس سے کون سی نماز ہے تو آپ نے فرمایا۔

تفسیر درمنثور:

كُنَّا نَقْرَاءُهَا فِي الْحَرْفِ الْاَوَّلِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ۔

(تفسیر درمنثور جلد اول صفحہ نمبر ۳۰۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں پہلی قراءۃ میں یہ آیت یوں پڑھا کرتے تھے۔ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ وصلوۃ العصر الخ۔

اس عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک یہ اختلاف قراءۃ کی ایک صورت ہے۔ اسی لیے آپ نے "حرف اول" کی قید ذکر فرمائی۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا۔ کہ ابتداء میں اس لفظ کی قرارت ہوتی تھی۔ بعد میں اس کی تنسیخ ہو گئی۔ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ قرآن کریم کے بارے میں ایسی روایات جو شاذہ

اور طریقہ آحاد سے مروی ہوں۔ ایسی روایات سے کسی آیت یا لفظ کا قرآن ثابت ہونا درست نہیں۔ بلکہ اس کے لیے تواتر چاہیئے۔

لہذا جب قرآن ہی نہ بنا۔ تو اس کی قرات درست کیونکر ہو گی۔ اسی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (جو کہ مسلم شریف میں مروی ہے) کی تشریح کرتے ہوئے شارح مسلم شریف علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

نووی شرح مسلم شریف

هٰكَذَا هُوَ فِي الرِّوَايَاتِ وَصَلٰوةُ الْعَصْرِ بِالْوَاوِ وَاسْتَدَلَّ بِهٖ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَلٰى اَنَّ الْوُسْطٰى لَيْسَتِ الْعَصْرُ لِاَنَّ الْعَطْفَ يَقْتَضِي الْمُغَايَرَةَ لٰكِنَّ مَذْهَبَنَا اَنَّ الْقِرَاءَةَ الشَّاذَّةَ لَا يُحْتَجُّ بِهَا وَلَا يَكُوْنَ لَهَا حُكْمُ الْخَبَرِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّ نَاقِلَهَا لَمْ يَنْقُلْهَا اِلَّا عَلٰى اَنَّهَا قُرْاٰنٌ وَالْقُرْاٰنُ لَا يَثْبُتُ اِلَّا بِالتَّوَاتُرِ بِالْاِجْمَاعِ وَاِذَا لَمْ يَثْبُتْ قُرْاٰنًا لَا يَثْبُتُ خَبَرًا۔

(صحیح مسلم مع شرح نووی جلد ۱ صفحہ نمبر ۲۲۷ مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

روایات میں جس طرح آیا ہے۔ "و" "وصلوٰۃ العصر" ہے۔ جس کے شروع میں حرف واؤ ہے۔ اس طرز کلام سے ہمارے بعض اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ "والوسطی" سے مراد نماز عصر نہیں۔ کیونکہ الوسطی اور وصلوٰۃ العصر کے درمیان واؤ عاطفہ مذکور ہے۔ جو کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تغائر چاہتی ہے۔ لیکن ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ شاذ قراۃ حجت و دلیل کے طور پر پیش نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ ہی اس قسم کی روایت کا حکم خبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ اس لیے کہ ان شاذ روایات کو نقل کرنے والے نے اسی لیے نقل کیا۔ تا کہ ان کا قرآن ہونا ثابت ہو جائے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ قرآن کا ثبوت بالاجماع تواتر کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ جب قرآن ثابت نہ ہوا۔ تو خبر کا کیا ثبوت کیونکر؟

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی تحقیق۔

معترض نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس ضمن میں ایک روایت ذکر کی اس کی حقیقت کیا تھا جب درمنثور سے سنیئے۔

تفسیر درمنثور:

قالوا لما اسرع القتل فی قراء القران
یوم الیمامۃ قتل معھم یومئذ اربع
مائۃ رجلٍ لقی زید بن ثابت عمر

بن الخطاب فقال لہ ان ھٰذا القرآن ھو
الجامع لدیننا فان ذھب القرآن ذھب
دیننا و قد عزمت علیٰ ان اجمع القرآن
فی کتابٍ فقال لہ انتظر حتیٰ نسأل ابا
بکرٍ فمضینا الیٰ ابی بکرٍ فاخبراہ بذالک
فقال لا تعجل حتیٰ اشاور المسلمین ثمّ
قام خطیبًا فی النّاس فاخبرھم بذالک
فقالوا اصبت فجمعوا القرآن وامر
ابو بکرٍ منادیًا فنادیٰ فی النّاس من
کان عندہٗ من القرآن شئٌ فلیجئ بہ
قالت حفصۃ اذا انتھیتم الیٰ ھٰذہ الآیۃ
فاخبرونی حافظوا علی الصّلوات والصّلوٰۃ
الوسطیٰ فلمّا بلغوا الیھا قالت اکتبوا
والصلوٰۃ الوسطیٰ وھی صلوٰۃ العصر
فقال لھا عمر رضی اللہ عنہ الک بھٰذہٖ
بیّنۃٌ قالت لا قال فواللہ لا ندخل
فی القرآن ما تشھد بہ امرأۃٌ بلا
اقامۃ بیّنۃٍ۔

(تفسیر در منثور جلد اول ص ۳۰۲
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

انہوں نے کہا۔ کہ جب جنگ یمامہ کے دن قرآن کریم کے قاریوں کا قتل عام ہوا۔ اِس دن چار سو مردوں نے بھی ان شہداء کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ملے۔ اور کہا۔ یہی وہ قرآن ہے۔ جو ہمارے دین کا جامع ہے اگر قرآن نہ رہا۔ تو دین بھی نہ رہے گا۔ میں نے یہ تہیہ کیا ہے۔ کہ قرآن کریم کو ایک کتابی شکل میں جمع کر دوں۔ یہ سُن کر حضرت عمر نے فرمایا۔ انتظار کرو۔ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ پر گفتگو کروں۔ ہم دونوں ابو بکر صدیق کے پاس گئے۔ اور اس معاملہ کی خبر دی۔ انہوں نے فرمایا۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے بقیہ مسلمانوں سے اس سلسلہ میں مشورہ کر لینے دو۔ پھر ابو بکر صدیق نے خطبہ دیا۔ دوران خطبہ عوام مسلمین کو فرمایا۔ کہ قرآن کو یک جا جمع کرنے کی تجویز آئی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ لوگوں نے کہا۔ آپ نے درست فیصلہ کیا ہے۔ سو انہوں نے قرآن جمع کرنا شروع کر دیا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک ڈھنڈورچی کو فرمایا۔ کہ اعلان کر دو۔ جس شخص کے پاس قرآن کی کوئی آیت یا سورت ہو۔ دے جائے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے پیغام بھجوایا۔ کہ جب قرآن کی کتابت کا عمل اس آیت تک پہنچے۔ تو مجھے اطلاع دینا۔ آیت یہ ہے۔ حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطیٰ جب یہ مقام آیا۔ تو سیدہ حفصہ کو اطلاع دی گئی۔ سیدہ حفصہ نے فرمایا کہ اسے یوں لکھو۔ والصلوة الوسطی وھی صلوة العصر۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ سے دریافت

فرمایا۔کیا اس سلسلہ میں تمہارے پاس کوئی شہادت ہے۔ کہنے لگیں نہیں۔جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ہم قرآن کریم میں ایک عورت کے کہنے پر اضافہ نہیں کر سکتے۔جبکہ اس کے پاس کوئی گواہی نہیں ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا۔کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اگرچہ آیت کے درمیان وہی صلوٰۃ العصر کے الفاظ لکھوانے چاہے۔لیکن حضرت عمر نے گواہی کی اس کے بارے میں گواہ مانگے۔تاکہ اس کی قرآنیت ثابت ہو سکے۔لیکن حضرت حفصہ نے گواہی کی موجودگی سے انکار کر کے ثابت کر دکھایا۔کہ یہ الفاظ تواتر کے ساتھ ثابت نہ تھے۔اور تواتر کے بغیر کسی آیتِ قرآنیہ کا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

چونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس اضافہ کو قرآن ماننے سے انکار کر دیا۔اور بقیہ صحابہ کرام نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔جس سے ثابت ہوا۔کہ یہ اضافہ قرآن نہ تھا۔اس لیے شروع سے ہی اس اضافہ کو قرآن میں درج نہ کیا گیا۔اس لیے اس وضاحت کے بعد یہ کہنا کہ سنیوں نے قرآن میں کمی کر کے تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔سراسر جھوٹ اور پرلے درجے کی بددیانتی ہے۔اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے اور اُسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جوابِ دوم

جس طرح کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے اس زیادتی کی روایت معترض نے ذکر کی۔اور اس بنا پر اہل سنت پر الزام دے مارا۔کہ وہ تحریف قرآن کے مرتکب ہیں۔

کاش: اس الزام سے قبل اپنے گھر کی خبر لیتے۔کہیں وہاں بھی تو ایسا معاملہ نہیں۔آئیے ہم تمہیں دکھلائیں۔کہ تمہارے ائمہ سے بھی ایسی روایت موجود

ہے بسیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

تفسیر صافی:

وَفِي بَعْضِ الْقِرَاءَاتِ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۲۰۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بعض قراءتوں میں یوں ہے۔ حافظوا علی الصلوات الخ یعنی اس آیت میں وصلوۃ العصر کے الفاظ بعض قراءت میں آئے ہیں۔

تفسیر عیاشی:

عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ لَهٗ الصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى فَقَالَ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ كَذٰلِكَ كَانَ يَقْرَؤُهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(تفسیر عیاشی جلد اول ص ۱۲۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن اسلم نے امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

کہا۔ کہ میں نے اِن سے پوچھا۔ صلوۃ الوسطیٰ کیا ہے؟ جواب میں انہوں نے یہ آیت پڑھ سنائی۔ حافظوا علی الصلوات الخ اس میں وصلوۃ العصر کے الفاظ پڑھ کر فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو یونہی پڑھا کرتے تھے۔

شیعہ مفسر کے نزدیک یہ زیادتی منسوخ ہے

شیعہ مفسر علامہ حائری مجتہد اس روایت کو شیعہ سنی تفاسیر سے نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

لوامع التنزیل:

در معالم است کہ عائشہ در مصحف خود نویسانید والصلوۃ الوسطیٰ۔ صلوۃ العصر و مثل آں از حفصہ و در تفسیر قمی و العیاشی مثل ہمیں قراءۃ از ابی عبداللہ نقل کردہ و در الجنان نقل فرمود کہ ایں قراءۃ منسوخ گردید۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد دوم ص ۵۹۷
مطبوعہ ماسٹیم پریس لاہور)

ترجمہ:-

معالم میں ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے مصحف میں یہ الفاظ لکھوایا کرتی تھیں۔ والصلوۃ الوسطیٰ صلوۃ العصر اسی طرح کی روایت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی موجود ہے۔ تفسیر قمی اور العیاشی میں حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی قراءۃ منقول ہے۔ لیکن "در الجنان" میں اس بارے میں فیصلہ

یہ ہے۔ کہ یہ قراءۃ منسوخ ہو چکی ہے۔

خلاصہ

قارئین کرام! اعتراض اور اس کے جوابات سے آپ اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں گ
کہ اس میں کوئی جان نہیں۔ اور نہ ہی اس میں کوئی ایسی اہم بات ہے۔ کہ جس کی بنا پر اہل سن
پر تحریف قرآن کا الزام لگایا جائے۔

پوری دنیائے شیعیت زور لگا دکھائے۔ اور ثابت کرنے کی کوشش کرے
کہ موجود قرآن محرف ہے۔ تو اس میں انہیں منہ کی کھانا پڑے گی۔ کیونکہ اس کتاب
کا محافظ خود خدا ہے۔ اس کی حفاظت کے ہوتے ہوئے کس کو تحریف و تبدیلی کی
سکت ہے۔

دراصل ایسے اعتراض یا تو اختلاف قراءت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا ناسخ اور
منسوخ کے ضمن میں آتے ہیں۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ اس اعتراض کا تعلق بھی اختلاف
قراءت کے ساتھ ہے۔ شیعہ اور سنی مفسرین کی تفاسیر سے اس آیت کو ذکر کرنے
کے بعد خود شیعہ مفسر نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ اضافہ منسوخ التلاوۃ کے قبیلہ میں
سے ہے۔ بلکہ اس کی تنسیخ کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا
گیا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تحریف قرآن پر چوتھا اعتراض

آیت صلوٰۃ یعنی ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی الخ میں بھی اہل سنت نے بعض الفاظ کم دیئے۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے قرآن جمع کرنے سے قبل اس آیت میں چند الفاظ زیادہ پڑھے جاتے تھے۔ جو بعد میں صحیفہ عثمانی میں نہیں ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر اتقان:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا وَعَلَی الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوَلَ قَالَتْ قَبْلَ اَنْ یُّغَیِّرَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔ ضرب الثالث ما نسخ تلاوتہ الخ)

ترجمہ:

آیت صلوٰۃ وسلام یعنی ان اللہ وملئکتہ یصلون۔ الخ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تغیر و تبدل سے قبل یہ الفاظ موجود تھے

وعلی الذین یصلون الصفوف الاول۔ (اب یہ کہاں گئے؟)

تفسیر درمنثور:۔

ابوداؤد نے المصاحف میں حمیدہ سے روایت کی۔ کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے صحیفہ میں اسی آیت۔ صلوۃ میں کچھ الفاظ زیادہ یوں تھے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ یَصُفُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوَلَ۔

(تفسیر درمنثور جلد پنجم ص ۲۲۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولین صفیں بنانے والوں پر صلوۃ بھیجتے ہیں۔

آیت، صلوۃ وسلام موجود قرآن میں بائیسویں پارہ کے رکوع ۱۱ میں موجود ہے مگر اس آیت کریمہ میں والذین یصفون الصفوف الاول کے الفاظ کا نام ونشان تک نہیں۔ تفسیر اتقان نے تو اس کی نشاندہی بھی کر دی۔ کہ ان الفاظ کو نکالنے والے حضرت عثمان ہیں۔ تو ثابت ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی نے قرآن کریم کی اس آیت میں تحریف کر دی۔ اور آج تک وہی تحریف چلی آ رہی ہے۔ لہٰذا اہل سنت سے تحریف کا ثبوت مل گیا ہے؟

جواب

اس اعتراض کی نوعیت بھی اس سے پہلے ذکر شدہ اعتراض کے ساتھ ملتی جلتی ہے۔ جیسا کہ وہاں روایت کی حیثیت متعین کرنے کے لیے سند

روایت کی بڑی اہمیت ہے۔ لہذا سند نقل نہ ہونے کی بنا پر اس پر اعتراض کی دیواریں کھڑی کرنا ریت کی دیواریں بنانے کے مشابہ ہے۔

دوسری چالاکی یہ کی گئی کہ قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ اہلسنت کے ایک عظیم مفسر نے تحریف قرآن کی تصدیق کردی۔ لیکن یہ اظہار نہ کیا گیا۔ کہ صاحب تفسیر اتقان علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو کس بحث میں ذکر کیا۔ یہ روایت علامہ نے ان آیات کے ضمن میں نقل کی۔ جو منسوخ التلاوۃ دون الحکم میں۔ خود معترض کے اعتراض میں بھی یہ بات نظر آرہی ہے۔ اس کے باوجود پھر بھی رٹ لگائی جا رہی ہے کہ وعلی الذین یصلون الصفوف کا جملہ سنیوں نے قرآن سے نکال کر اس میں تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ بھی ہٹ دھرمی کی ایک مثال ہے۔ اس آیت کی تفسیر و وضاحت ملاحظہ ہو۔

تفسیر روح المعانی:

نعم اسقط زمن الصدیق ما لم یتواتر وما نسخت تلاوتہ وکان یقرءہ من لم یبلغہ النسخ وما لم یکن فی العرضۃ الاخیرۃ ولم یال جہدا رضی اللہ تعالٰی عنہ فی تحقیق ذالک الا انہ لم ینتشر نورہ فی الافاق الا زمن ذی النورین فلہذا نسب الیہ کما روی حمیدۃ بنت یونس ان فی مصحف عائشہ رضی اللہ عنہا ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول وان ذالک قبل ان یغیر عثمان المصاحف۔

(تفسیر روح المعانی جزء اول صفحہ نمبر ۲۵
کلام الصوفیہ فی القرآن
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

ہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کچھ ایسی آیات ساقط کر دی گئیں۔ جو حد تواتر تک نہ پہنچیں۔ اور وہ بھی کہ جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی۔ ان آیات و کلمات کو وہ حضرات بدستور پڑھتے رہے۔ جن کے ہاں ان کے نسخ کی خبر نہ پہنچی۔ اور آخری وقت وہ موجود نہ تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مگر چونکہ اس کا نور کائنات میں نہ پھیلا۔ یہ بات، (نور پھیلنا) چونکہ سیدنا عثمان غنی ذوالنورین کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ اسی لیے ان باتوں (غیر متواتر کا اسقاط اور منسوخ التلاوۃ کا اخراج) کو بجائے صدیق اکبر کے حضرت عثمان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ اس کی مثال وہ روایت ہے۔ جو حمیدہ بنت یونس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مصحف کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہی۔ کہ ان کے مصحف میں۔ ان اللہ وملٰئکتہ الخ آیت کے آخر میں یہ الفاظ بھی تھے۔ وعلی الذین یصلون الصفوف الاول۔ یہ یقیناً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مصاحف کو تبدیل کرنے سے پیشتر کا واقعہ ہے۔

مصاحف کو تبدیل کرنا یا تغیر مصاحف سے مراد یہ نہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم میں تحریف کی۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ آپ نے

ان روایات سے ثابت ہونے والی ایسی آیات وکلماتِ آیات کو قرآن میں داخل نہ فرمایا جو روایات یا تو شاذ تھیں۔ یا وہ آیات منسوخ التلاوۃ دون الحکم تھیں۔

نقد انعام پاؤ

اہل تشیع ہر جائز ناجائز دلیل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں۔ کہ کسی نہ کسی طریقہ سے اہل سنت کو تحریف قرآن کا مجرم ثابت کر سکیں۔ اس ثبوت کے لیے اگر انہیں کوئی موضوع روایت ہاتھ آئی۔ تو اُسے بھی نہ چھوڑا۔ شاذ روایت پر نظر پڑی۔ تو اُسے "من وسلوٰی،، سمجھا۔ منسوخ التلاوۃ کے زمرہ میں آنے والی آیت یا کلمہ کو اعتراض کے لیے "حرز جان،، بنا بیٹھے۔ ذکر شدہ اعتراضات میں آپ اس کا اندازہ لگا بیٹھے۔

آئیے! ہم خود تمہیں وہ طریقہ بتلادیں۔ کہ جس پر چل کر اگر منزل ہاتھ آجائے۔ تو تمہاری کامیابی اور واہ واہ ہو جائے گی۔ اور ہم مجرم ٹھہریں گے۔ طریقہ یہ ہے۔ کہ کسی قراءت کو "قراءۃ متواترہ،، ثابت کریں۔ تاکہ اس سے اس کی قرآنیت ثابت ہوسکے۔

پھر یہ ثابت کریں۔ کہ اس متواترہ قراءۃ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد صحابہ کرام تمام یا ان کی اکثریت بدستور قرآن سمجھتے اور پڑھتے رہے۔

ایسی کسی ایک آیت یا کلمہ کی نشاندہی کر دیں۔ جو سنیوں کے قرآن میں نہیں جس کی نشاندہی اوپر ہو چکی ہے۔

ایک ایسی آیت پیش کرنے پر بیس ہزار نقد لو۔ اور تمام دنیا کے سامنے سرخرو ہو جاؤ۔ طریقہ ہم نے بتلادیا۔ چلنا تمہارا کام ہے۔ چلو اور بیس ہزار

نقد سنبھالو۔

ہاں! اگر ہم سے پوچھتے ہو۔ کہ کیا ہم اہل تشیع تحریف قرآن کے قائل ہیں؟ تو ہم اس کی تفصیل خود تمہاری کتب سے پیش کر چکے۔ اس حصہ کی فصل ثانی اٹھایئے اور تمہارے نزدیک متواتر روایات سے یہ ثابت ہے۔ کہ موجودہ قرآن محرف ہے۔ اور اس کا بڑے بڑے جگادری شیعوں نے اعتراف بھی کیا۔

اعتراض پنجم

اہل سنت کے قرآن میں بعض آیات اب بھی غلطیوں سے پاک نہیں

اہل سنت نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ ہمارے قرآن میں کئی ایک جگہ ایسے الفاظ موجود ہیں۔ جو قواعد عربیہ ولغت کے اعتبار سے غلط ہیں۔ ان میں سے بعض الفاظ کا تذکرہ علامہ السیوطی نے یوں کیا۔

تفسیر در منثور:

عَنْ عُرْوَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ لَحْنِ الْقُرْآنِ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَاِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ فَقَالَتْ يَا ابْنَ اُخْتِيْ هٰذَا عَمَلُ الْكُتَّابِ اَخْطَئُوْا فِي الْكِتَابِ۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ دَاؤُدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ فِي الْقُرْآنِ اَرْبَعَةُ اَحْرُفٍ الصَّابِئُوْنَ وَالْمُقِيْمِيْنَ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ وَاِنَّ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ دَاؤُدَ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ الْقُرَشِيِّ قَالَ لَمَّا فَرَغَ مِنَ

الْمُصْحَفَ اُتِيَ بِهِ عُثْمَانَ فَنَظَرَ فِيْهِ فَقَالَ قَدْ اَحْسَنْتُمْ وَ اَجْمَلْتُمْ اَرٰى شَيْئًا مِنْ لَحْنٍ سَتُقِيْمُهُ الْعَرَبُ بِاَلْسِنَتِهَا۔

(تفسیر درمنثور جلد دوم ص۲۴۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

عروہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان آیات کے متعلق پوچھا۔ کہ ان میں کیا غلطی ہے۔ اور کیوں؟ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والمقیمین الصلٰوۃ والمؤتون الزکٰوۃ وان ھذان لساحران۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ اے بھانجے! یہ کاتبوں کی غلطی ہے جو انہوں نے قرآن میں ایسی غلطی درج کر دی۔

سعید بن جبیر سے روایت ہے۔ کہ قرآن کریم میں چار حروف ایسے ہیں۔ جو غلط ہیں۔ الصابئون، المقیمین، فاصدق واکن من الصٰلحین۔

عبداللہ بن عامر قرشی کہتے ہیں۔ جب میں مصحف سے فارغ ہوا تو اسے لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا حضرت عثمان غنی نے اس میں نظر دوڑائی تو فرمایا۔ تم نے بہت بہتر کیا۔ میں کچھ غلطیاں دیکھتا ہوں۔ عرب عنقریب انہیں پڑھنے میں درست کر لیں گے۔

تمہارے ان دونوں جلیل القدر صحابہ یعنی حضرت عائشہ اور حضرت عثمان نے تسلیم کیا کہ قرآن میں قواعد عربیہ اور لحن کے اعتبار سے غلطیاں موجود ہیں۔ حضرت عائشہ نے اس

کا سبب بھی بیان کر دیا۔ کہ کاتبوں نے ایسا کیا۔ حضرت عثمان نے کہا۔ عرب خود درست کر لیں گے۔ (انہیں درست کرنے کی فوری کوئی ضرورت نہیں لہذا غلطیاں موجود رہنے میں کوئی حرج نہیں) تو معلوم ہوا۔ کہ اہل سنت کا قرآن ایسے الفاظ پر مشتمل ہے۔ جو غلط ہیں۔ اس لیے سنیوں کا قرآن غلطیوں والا ہے۔

جواب:۔

معترض نے انتہائی چالاکی اور روباہی سے کام لیتے ہوئے قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ اہل سنت خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے قرآن میں اغلاط موجود ہیں۔ اور امام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا پرزور حوالہ پیش کر دیا کہ اثر عثمان غنی اور اثر عائشہ صدیقہ اس بات کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

لیکن جبلی و فطرتی مکاری کب تک چھپی رہ سکتی ہے۔ امام السیوطی نے واقعی یہ آثار نقل کیے۔ اس میں کوئی الزام نہیں۔ کاش کہ معترض ان آثار کے بعد امام سیوطی کا فیصلہ اور تحقیق بھی ذکر کر دیتا۔ لیکن ایسا کیوں کرتا۔ اس سے تو اس کا بھانڈہ چوراہے میں پھوٹ جانے کا خطرہ تھا۔ کون چاہتا ہے۔ کہ اس کی ساری محنت اکارت جائے۔ امام السیوطی کی اس سے اگلی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

وَهٰذِهِ الْاٰثَارُ مُشْكِلَةٌ جِدًّا وَكَيْفَ يُظَنُّ بِالصَّحَابَةِ اَوَّلًا اَنَّهُمْ يَلْحَنُوْنَ فِى الْكَلَامِ فَضْلًا عَنِ الْقُرْاٰنِ وَهُمُ الْفُصَحَاءُ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ بِهِمْ ثَانِيًا فِى الْقُرْاٰنِ الَّذِىْ تَلَقَّوْهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اُنْزِلَ وَحَفِظُوْهُ وَضَبَطُوْهُ وَاَتْقَنُوْهُ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ بِهِمْ ثَالِثًا

اِجْتِمَاعُهُمْ كُلُّهُمْ عَلَى الْخَطَاءِ وَكِتَابَتِهٖ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ بِهِمْ رَابِعًا عَدَمُ تَنَبُّهِهِمْ وَرُجُوْعِهِمْ عَنْهُ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ بِعُثْمَانَ اَنَّهٗ يَنْهٰى عَنْ تَغْيِيْرِهٖ ثُمَّ كَيْفَ يُظَنُّ اَنَّ الْقِرَاءَةَ اِسْتَمَرَّتْ عَلٰى مُقْتَضٰى ذٰلِكَ الْخَطَاءِ وَهُوَ مَرْوِيٌّ بِالتَّوَاتُرِ خَلْفًا عَنْ سَلْفٍ هٰذَا مِمَّا يَسْتَحِيْلُ عَقْلًا وَشَرْعًا وَعَادَةً۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۱۸۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

ان آثار کو تسلیم کرنا انتہائی مشکل ہے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ حضرات صحابہ کرام کے بارے میں یہ کیسے ظن کیا جا سکتا ہے کہ وہ کلام میں لحن اور غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ چہ جائیکہ قرآن میں اس امر کی ان سے توقع کی جائے۔ حالانکہ وہ فصیح و بلیغ تھے۔ دوسری بات یہ کہ قرآن کریم کے بارے میں ان کے متعلق یہ ظن کرنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ وہ قرآن کو جیسے انہوں نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعینہٖ اسی طرح یاد کیا جیسا کہ یہ نازل ہوا۔ یاد بھی ایسا کہ اس پر یقین و اعتماد تھا۔ پھر تیسری بات یہ کہ یہ کیسے گمان درست ہو سکتا ہے۔ کہ تمام کے تمام صحابہ کرام غلطی پر مجتمع ہو گئے۔ اور اس کی پھر کتابت پر بھی سبھی نے اتفاق کر لیا۔ چوتھی یہ کہ یہ گمان کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کہ ان حضرات کو اس غلطی کا کوئی احساس نہ ہوا۔ نہ اس کی تنبیہ ہو سکی۔ کہ اس سے رجوع کر لیتے۔ ان کا رجوع نہ کرنا کیونکر مانا جا سکتا

ہے۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گمان کون صحیح مانے گا۔ کہ انہوں نے ان غلطیوں کے جانتے کے باوجود ان کو درست نہ کیا پھر بھی گمان کتنا ناقابل التفات ہے۔ کہ ان غلطیوں کے برقرار رہتے ہوئے یہ قرأت لگاتار جاری رہی۔ حالانکہ قرآن تواتر کے ذریعہ روایت کیا گیا ہے۔ یہ تواتر ابتداء اور انتہا دونوں اوقات کے لوگوں میں موجود رہا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں۔ کہ از روئے عقل، شرع اور عادت محال ہیں۔

نوٹ:۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے واضح انداز میں ان دونوں آثار کے بارے میں کہا۔ کہ از روئے عقل و نقل اور شرع و عادت محال ہے۔ اس واضح وضاحت کے بعد اور وہ بھی خود علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ہی زبانی اگر کوئی عقل کا اندھا امام موصوف کے بارے میں یہ کہے کہ انہوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ حضرت عائشہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے آثار تحریف قرآن پر دلالت کرتے ہیں۔ تو اس عقل کے اندھے سے بڑھ کر بدنیتی کا مظاہرہ اور کون کرسکے گا؟ امام السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ دونوں آثار کو اجمالاً از روئے عقل و شرع اور عادت ناممکن کہا ہے لیکن اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دونوں آثار کے علیحدہ علیحدہ جواب بھی تحریر کئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اثر کا جواب از امام السیوطی

تفسیر اتقان:

اِنَّ ذٰلِكَ لَا يَصِحُّ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنَّ اسنادہ ضعیفٌ

مُضْطَرِبٌ مُنْقَطِعٌ وَلِاَنَّ عُثْمَانَ جُعِلَ لِلنَّاسِ اِمَامًا يَقْتَدُوْنَ بِهٖ فَكَيْفَ يَرٰى فِيْهِ لَحْنًا وَيَتْرُكُهٗ لِتُقِيْمَهُ الْعَرَبُ بِاَلْسِنَتِهَا فَاِذَا كَانَ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا جَمْعَهٗ وَكِتَابَتَهٗ لَمْ يُقِيْمُوْا ذٰلِكَ وَهُمُ الْخِيَارُ فَكَيْفَ يُقِيْمُهٗ غَيْرُهُمْ۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۱۸۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ کہنا کہ آپ قرآن کریم کے بعض الفاظ میں لحن کے قائل تھے۔ ہرگز درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس اثر کی اسناد ضعیف، مضطرب اور منقطع ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو امت مسلمہ کا خلیفہ وامام مقرر کیا گیا تھا۔ لوگ ان کی اقتدار کرتے تھے۔ تو اس اہمیت کا حامل شخص قرآن کریم میں لحن کو کیسے جائز کہہ سکتا ہے۔ اور پھر لحن کو دیکھ کر اسے چھوڑ دینا تاکہ عرب اپنی لغت اور زبان دانی کی بنا پر اسے درست کر لیں۔ (یہ کب قابل تسلیم ہے) پھر جب یہ مان لیا جائے۔ کہ وہ لوگ کہ جنہیں قرآن کریم کے جمع کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ وہ قرآن میں لحن کو درست نہ کر سکے۔ حالانکہ وہ بہترین لوگ تھے۔ تو ان کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں سے اس کی توقع کیوں کر کی جا سکتی ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اثر کا جواب

تفسیر اتقان:

فَقَدْ اَجَابَ عَنْهُ ابْنُ اُشْتَه وَ تَبِعَهُ ابْنُ جَبَارَة فِیْ شَرْحِهِ الرَّائِیَة بِاَنَّ مَعْنٰی قَوْلِهَا اَخْطَئُوْا اَیْ فِی الْاِخْتِیَارِ الْاُوْلٰی مِنَ الْاَحْرُفِ السَّبْعَةِ لِجَمْعِ النَّاسِ عَلَیْهِ لَا اَنَّ الَّذِیْ کَتَبُوْا مِنْ ذٰلِكَ خَطَأً لَا یَجُوْزُ قَالَ وَالدَّلِیْلُ عَلٰی ذٰلِكَ اَنَّ مَا لَا یَجُوْزُ مَرْدُوْدٌ بِاِجْمَاعٍ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَاِنْ طَالَتْ مُدَّةُ وُقُوْعِهِ قَالَ وَاَمَّا قَوْلُ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ لَحْنٌ مِنَ الْکَاتِبِ فَیَعْنِیْ بِاللَّحْنِ الْقِرَاءَةَ وَاللُّغَةَ یَعْنِیْ اَنَّهَا لُغَةُ الَّذِیْ کَتَبَهَا وَقِرَاءَتُهٗ وَفِیْهَا قِرَاءَةٌ اُخْرٰی۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص۱۸۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی اثر کا ابن اشتہ نے یہ جواب دیا ہے۔ ابن جبارہ نے اپنی الرائیہ میں اس کی اتباع کی۔ وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر و قول کا معنی یہ ہے۔ جو انہوں نے اخطئوا سے تعبیر کیا۔ کہ کاتب حضرات نے سات حروف (قراۃ) میں سے غیر اولی

کو اختیار کرنے غلطی کی۔ کیونکہ لوگوں کا وہ متفق علیہ نہ تھا۔ یہ معنی نہیں کہ ان کاتب حضرات نے جس لغت میں لکھا۔ وہ غلط اور ناجائز تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو قراۃ یا لغت ناجائز ہے وہ مردود ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کے وقوع کو کافی مدت گزر چکی ہو۔ اسی طرح حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے اس قول ؎ میں لفظ لحن سے مراد قراۃ اور لغت ہے۔ گویا ان کا مقصد یہ تھا۔ کہ کاتب حضرات نے جس لغت میں لکھا وہ بھی ہے اور ان الفاظ میں دوسری لغات بھی ہیں۔

لمحہ فکریہ:-

حضرت علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں اثر کا جو تفصیل سے جواب ذکر کیا۔ اس سے ان کی حقیقت کا پردہ فاش ہو گیا۔ وہ یہ کہ علامہ موصوف سرے سے ان آثار کی صحت کے ہی قائل نہیں۔ اور ثابت کیا کہ عقل و شرع اور عادت کسی ایک ترازو پر یہ اثر پورے نہیں اترتے۔ اس صراحت کے بعد بھی طوطے کی طرح رٹ لگائی جا رہی ہے کہ علامہ السیوطی قرآن کریم میں لحن (لفظی غلطیوں) کے قائل ہیں۔ کتنا بڑا ستم ہے۔ اور کتنی جسارت ہے۔ کہ دن دہاڑے ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہے۔ بحمداللہ علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہرگز ہرگز لحن یعنی قرآن میں لفظی غلطیوں کے قائل نہیں۔

(فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ)

اعتراض ششم

سنیوں نے توبہ سورۃ کے تین چوتھائی حصہ کو تحریف کی نظر کر دیا

سورہ توبہ جو اس وقت اہل سنت کے ہاں قرآن میں موجود ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پڑھی جانے والی اسی سورت کا چوتھا ہے۔ بقیہ تین حصے سنیوں نے نکال دیئے۔ کیونکہ ان میں صحابہ کرام کی خوب خبر لی گئی تھی۔ حوالہ ملاحظہ ہو

تفسیر در منثور:

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ الَّتِيْ تُسَمُّوْنَهُ سُوْرَةَ التَّوْبَةِ هِيَ سُوْرَةُ الْعَذَابِ وَاللهِ مَا تَرَكَتْ اَحَدًا اِلَّا نَالَتْ مِنْهُ وَلَا تَقْرَءُوْنَ مِنْهَا مِمَّا كُنَّا نَقْرَأُ اِلَّا رُبُعَهَا ------ وَاَخْرَجَ اَبُوالشَّيْخِ عَنْ عِكْرِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا فَرَغَ مِنْ تَنْزِيْلِ بَرَاءَةٍ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا سَيَنْزِلُ فِيْهِ وَكَانَتْ تُسَمَّى الْفَاضِحَةَ۔

(تفسیر در منثور جلد سوم ص۲۰۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ وہ سورۃ جسے تم سورہ التوبہ کہتے ہو۔ وہ سورۃ العذاب بھی ہے۔ خدا کی قسم! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کے متعلق کوئی نہ کوئی عذاب کی آیت نہ آئی ہو۔ اور اب تم اس سورت کو جتنا پڑھتے ہو۔ (جتنی اب موجود ہے) وہ اس کا چوتھا حصہ ہے۔ جو ہم پڑھا کرتے تھے۔

ابوالشیخ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ابھی سورۃ التوبہ مکمل نازل نہیں ہوئی تھی۔ کہ ہم سب کو یہ گمان تھا کہ اس سورت میں ہم میں سے ایک ایک کے بارے میں عنقریب عذاب کی کوئی ایک آدمی آیت ضرور نازل ہوگی۔ اس سورۃ کا نام "فاضحہ" (رسوا و ذلیل کرنے والی) بھی تھا۔

حضرت حذیفہ اور حضرت عمر بن الخطاب دو عظیم صحابی ہیں۔ کہ جن سے امام السیوطی نے یہ نقل کیا۔ کہ ان دونوں کے قول کے بموجب سورہ توبہ موجودہ سورۃ سے تین گنا بڑی تھی۔ لیکن اب صرف ایک چوتھائی باقی رہ گئی۔ کیونکہ اس میں صحابہ کرام کی مذمت کی آیات تھیں۔ اس لیے انہوں نے ان آیات کو نکال کر قرآن کریم کی تحریف کر دی۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ سنیوں کا قرآن تحریف سے خالی نہیں۔ جس کی مثال سورہ توبہ ہے۔

جواب:

"تحریف قرآن" کا الزام تو دے دیا گیا۔ لیکن معترض اس کے مفہوم سے نابلد اور جاہل معلوم ہوتا ہے۔ تحریف قرآن کیا ہے؟ مختصر مفہوم یہ ہے۔ کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت جو قرآن پاک موجود تھا۔ اس کی کسی آیت سورت یا کلمہ کو نکال دیا جائے"۔ اس تعریف و مفہوم تحریف کو مذکورہ اعتراض کے ساتھ ملا کر دیکھیں

تو آپ کو بالکل واضح طور پر یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ تفسیر درمنثور کی عبارت کا ایک جملہ بھی اس پر دلالت نہیں کرتا۔ کہ اس سورۃ کا تین چوتھائی حصہ ایسا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت تھا۔ بعد میں نکال باہر کر دیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ جو حصہ نقل کے مطابق موجود نہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہی منسوخ ہو چکا تھا لہذا یہ تحریف کے ضمن میں کیسے آئے؟

اعتراض مذکور میں جو یہ کہا گیا ہے۔ کہ سورۃ کے اس نکالے گئے حصے میں حضرات صحابہ کرام کی توہین اور رسوائی کا ذکر تھا۔ اس لیے صحابہ کرام نے اس حصہ کو نکال دیا۔ اور اس وجہ سے اس کو سورۂ فاضحہ بھی کہا گیا ہے۔ تو اس بارے میں ہم گوش گذار ہیں۔ کہ اس کا نام واقعی "سورۃ فاضحہ" بھی ہے۔ لیکن اس میں فضیحت بقول معترض حضرات صحابہ کرام کی نہیں بلکہ کفار و منافقین کی رسوائی اور ذلت کے بیان کی وجہ سے اس کا یہ نام پڑا۔ اس کا ثبوت خود شیعہ مفسرین کے ہاں بھی ملتا ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

تفسیر صافی:

فِي الْمَجْمَعِ عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يُنْزَلْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عَلٰى رَأْسِ سُوْرَةِ بَرَآءَةٍ لِاَنَّ بِسْمِ اللّٰهِ لِلْاَمَانِ وَالرَّحْمَةِ وَنُزِلَتِ الْبَرَآءَةُ لِدَفْعِ الْاَمَانِ وَالسَّيْفِ فِيْهِ وَالْعَيَّاشِيُّ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْاَنْفَالُ وَالْبَرَآءَةُ وَاحِدَةٌ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اَيْ هٰذِهٖ بَرَآءَةٌ وَالْمَعْنٰى اَنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

بَرِيْئَانِ مِنَ الْعَهْدِ الَّذِىْ عَاهَدَ ثُمَّ بِهِ الْمُشْرِكِيْنَ ـ

(تفسیر صافی جلد اول ص ۶۸۰ سورۃ التوبہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "سورۃ براۃ" کے شروع میں اس لیے نازل نہیں کی گئی کیونکہ بسم اللہ امن و رحمت کے لیے ہے۔ اور سورہ براۃ اس لیے نازل کی گئی تاکہ اس سے امان کو ختم کیا جائے۔ اور ان (منافقین و مشرکین) کے خلاف تلوار سونت لی جائے۔ عیاشی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا۔ کہ انفال اور براۃ ایک ہی سورت تھیں براۃ من اللہ و رسولہ الخ یعنی یہ براۃ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کے خلاف جو مشرکین ہیں ایسے مشرکین کہ اے مسلمانو! تم نے ان سے معاہدہ کر رکھا ہے۔ یعنی اللہ اور اس کا رسول اس عہد سے بری ہے۔ جو مسلمانوں نے مشرکین سے کیا تھا۔

تفسیر منہج الصادقین:

این سورہ را اسمائے متعددہ از جملہ یک توبہ است کہ متضمن تکرار توبہ مومنان است کقولہ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا۔ دوئم براۃ کہ بمعنی بیزاریست از کفر و نفاق سوئم فاضحہ بمعنی فضیحت کنندہ اہل نفاق چہارم مخزیہ یعنی رسوا کنندہ ایشاں پنجم مقشقشہ یعنی پاک کنندہ از نفاق

ششم سورۃ العذاب زیداکہ درآں بحث مبفر ماید از کفر و نفاق۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص۲۲۶
سورۃ التوبہ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

اس سورت کے کئی ایک نام ہیں۔ ان میں سے ایک نام توبہ ہے کیونکہ اس سورت میں کئی مرتبہ توبہ کا ذکر آیا ہے۔ جیسا کہ و یتوب اللہ، فان یتوبوا، ثم تاب علیھم دوسرا نام براۃ ہے۔ اس کا معنی بیزاری ہے یہ نام اس لیے ہوا کہ اس میں کفر و نفاق سے بیزاری کا تذکرہ ہے۔ تیسرا نام فاضحہ یعنی رسوا کرنے والی۔ اس میں منافقین کی رسوائی کا ذکر ہے چوتھا نام "ان کو رسوا کرنے والی" ہے۔ پانچواں نام مقشقشہ یعنی پاک کرنے والی سورت۔ کیونکہ نفاق سے یہ پاک کرتی ہے۔ چھٹا نام سورۃ عذاب ہے۔ کیونکہ اس میں کفر و نفاق سے بحث کی گئی ہے۔

تفسیر مجمع البیان:

اَلْفَاضِحَۃُ۔ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاِبْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ فَقَالَ تِلْکَ الْفَاضِحَۃُ مَا زَالَ یَنْزِلُ حَتّٰی خَشِیْنَا اَنْ لَّا یَبْقٰی مِنْھُمْ اَحَدٌ اِلَّا ذُکِرَ وَسُمِّیَتْ بِذٰلِکَ لِاَنَّھَا فَضَحَتِ الْمُنَافِقِیْنَ بِاِظْھَارِ نِفَاقِھِمْ .... سُوْرَۃُ الْعَذَابِ عَنْ حُذَیْفَۃَ بْنِ یَمَانٍ لِاَنَّھَا نَزَلَتْ بِعَذَابِ الْکُفَّارِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد سوم جز پنجم
ص ا سورۃ التوبہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

سورۃ التوبہ کے اسماء میں سے ایک اسم فاضحہ بھی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے سورۃ التوبہ کا نام لیا۔ تو آپ نے فرمایا! یہ سورت فاضحہ ہے۔ یہ سورۃ لگاتار اترتی رہی۔ اور ہمیں خطرہ لاحق ہوا کہ منافقین میں سے کسی کی ذلت اور رسوائی میں رعایت نہ کی جائے گی۔ اس کا نام فاضحہ اس وجہ سے پڑا۔ کیونکہ اس میں منافقین کے نفاق کو ظاہر کر کے انہیں رسوا و ذلیل کر دیا گیا۔ ...... اس کا ایک اور نام سورۃ العذاب بھی ہے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کیونکہ کفار کے عذاب کا ذکر ہے۔

مذکورہ عبارات سے یہ امور ثابت ہوئے۔

۱۔ سورۃ التوبہ میں واقعی کچھ لوگوں کی فضیحت اور رسوائی کا ذکر تھا۔ لیکن اب ان میں سے کسی کا ذکر نہیں ملتا۔ تو ایسا ہونا "تحریف" نہیں قرار پاتا۔ اگر یہ تحریف کے زمرے میں آتا۔ تو ان تفاسیر میں اس کا ذکر ہوتا تو معلوم ہوا۔ کہ ذلت و رسوائی کی حامل آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں ہی منسوخ ہو گئی تھیں

۲۔ اس سورت کے مختلف اسماء میں سے "فاضحہ" بھی ایک اسم ہے۔ سورۃ العذاب بھی ایک نام ہے۔ لیکن یہ کن کی رسوائی و ذلت میں اتری، اور کن پر عذاب کا نزول ذکر ہوا۔ تو شیعہ تفاسیر سے صاف صاف معلوم ہے۔ کہ یہ سب کچھ منافقین، مشرکین اور کفار کے بارے میں تھا۔ منافقین کی منافقت کو ظاہر کیا

تو فاضحہ ہو گئی۔ اور کفار و مشرکین پر عذاب کے نزول کی وعید سنائی گئی۔ تو سورۃ العذاب کہلائی۔ لہٰذا صحابہ کرام کی فضیحت و عذاب کا کوئی ذکر تک نہ ہونا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام کی فضیحت میں یہ نہ اتری۔ جب ان کی فضیحت تھی ہی نہیں تو انہیں کیا ضرورت تھی۔ کہ اس کی آیات کا تین چوتھائی حصہ نکال دیتے۔

۳۔ صاحب تفسیر صافی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اس سورت کے ابتداء میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا چونکہ بسم اللہ رحمت و امان کا پتہ دیتی ہے۔ اور ان دو سورتوں کی آیات میں جہاد اور کفار کے خلاف قتل وغیرہ کے حکم دیا گیا۔ لہٰذا یہ دونوں باتیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں اور اس میں اللہ اور اس کے رسول کی اس عہد سے بیزاری کا اعلان ذکر ہے۔ جو مشرکین کے ساتھ تھا۔ لہٰذا اس بیزاری کی وجہ سے اسے سورۃ البراۃ بھی کہتے ہیں۔ لیکن یہ بیزاری اور قتال کا حکم کن سے متعلق ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کے ارشاد کے مطابق اس کا تعلق کفار و مشرکین سے ہے۔ لہٰذا اس سورت کا نام چاہے براۃ ہو چاہے فاضحہ یا عذاب تو ان میں سے ہر ایک کی وجہ تسمیہ کفار و منافقین ہی بنتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام سے ان کا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا ان حوالہ جات کی روشنی میں سورۃ البراۃ کے بارے میں اہل سنت پر یہ الزام دھرنا کہ انہوں نے اس میں تحریف کی۔ یا یہ تحریف کے حامی ہیں۔ بالکل بہتان اور ہٹ دھرمی ہے۔ جب کہ خود ان کی مشہور تفاسیر بھی اس کی تصدیق کر رہی ہیں۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔ اور حق بیان کرنے اسے قبول کرنے اور اسی کی تبلیغ کی ہمت عطا فرمائے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض ہفتم

سورۃ الاحزاب میں سے آیات کا نکال دینا۔

مفسرین اہل سنت نے اس امر کی نشاندہی کی ہے۔ کہ سورۃ الاحزاب کی آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں دو سو کے قریب تھیں۔ اب اس کی آیات کی تعداد بہتر تہتر رہ گئی ہے۔ تو صاف ظاہر کہ بقیہ آیات تھیں لیکن ان کو نکال دیا گیا۔ یہ تحریف "نہیں"؟ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر اتقان:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ تُقْرَاُ زَمَنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِائَتَیْ اٰیَةٍ فَلَمَّا کَتَبَ عُثْمَانُ الْمُصَاحِفَ لَمْ نَقْدِرْ مِنْھَا اِلَّا مَا ھُوَ الْاٰنَ وَقَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فُضَالَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِی النَّجُوْدِ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَیْشٍ قَالَ لِیْ اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ كَاَیِّنْ تَعُدُّ سُوْرَةَ الْاَحْزَابِ قُلْتُ اِثْنَتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ اٰیَةً اَوْ ثَلَاثَةً وَسَبْعِیْنَ قَالَ اِنْ

كَانَتْ لَتَعْدِلُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَاِنَّ كُنَّا لَنَقْرَأُ فِيْهَا آيَةَ الرَّجْمِ قُلْتُ وَمَا آيَةُ الرَّجْمِ قَالَ اِذَا زَنَيَا الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ فَارْجُمُوْهَا اَلْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔

(۱۔ تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۵
مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۲۔ تفسیر در منثور جلد پنجم ص ۱۷۹-۱۸۰
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ :۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں۔ کہ سورۃ الاحزاب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں پڑھی جاتی تھی۔ اس کی دو سو آیات تھیں۔ لیکن جب حضرت عثمان نے مصاحف کی کتابت کروائی۔ تو اس میں وہی آیات درج کی گئیں۔ جواب موجود ہیں۔ (یعنی ۷۳ آیات) ایک اور روایت جو زر بن جیش سے ہے فرماتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت ابی بن کعب نے فرمایا۔ تم سورۃ الاحزاب کی کتنی آیات شمار کرتے ہو۔ (یعنی اس کی کتنی آیات ہیں) تو میں نے عرض کیا۔ ان کی تعداد تہتر یا چہتر ہے۔ فرمانے لگے۔ بے شک یہ سورۃ (آیات کی تعداد کے اعتبار سے) سورۃ البقرہ کے برابر تھی۔ ہم اس سورت میں "آیت رجم" بھی پڑھا کرتے تھے۔ (جواب موجود نہیں) میں نے عرض کیا۔ آیت رجم کونسی ہے؟ فرمایا یہ ہے۔

عبارت حوالہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عائشہ اور ابی بن کعب کی روایت کے مطابق سورۃ الاحزاب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں دوسو آیات تھیں۔ لیکن حضرت عثمان نے بہتر تہتر رہنے دیں۔ تو ایسا کرنا ہی "تحریف" ہے۔ لہٰذا اہل سنت قرآن کی تحریف کے مرتکب ہیں۔

جواب اول:۔

معترض نے پھر اپنی پرانی عادت کو دہراتے ہوئے حماقت اور بے دینی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور اپنی کمال جہالت سے پردہ اٹھایا ہے۔ علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں آثار کو "تفسیر اتقان" میں ذکر ضرور فرمایا۔ لیکن یہ بھی بتادیا جاتا کہ کس موضوع اور بحث کے تحت ان آثار کو نقل فرمایا۔ تو بات واضح ہو جاتی۔ آیئے ذرا دیکھیں کہ ان آثار کا موضوع علامہ نے کیا مقرر فرمایا۔ موضوع یہ ہے۔ الضرب الثالث ما نسخ تلاوتہ دون حکمہ (تیسری قسم (نسخ کی) وہ کہ جن آیات کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ لیکن ان کے احکام موجود ہیں) اس موضوع سے بالکل ظاہر ہو رہا ہے کہ ان آثار سے ان آیات کی نشاندہی کرنا ہے۔ جو منسوخ التلاوۃ دون الحکم ہیں۔ گویا نسخ کی بحث تھی لیکن ظالم، زندیق اور نامراد نے اسے تحریف کی بحث سمجھ کر اعتراض گھڑ لیا۔ اس بے بصر اور عدیم البصیرت کو تحریف و تنسیخ کا فرق بھی نہ نظر آسکا۔ تحریف انسانوں کی طرف سے اور تنسیخ شارع کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ علامہ السیوطی کے نزدیک ان آیات کا باقی نہ رہنا اللہ کی طرف سے ہونے کی وجہ سے تنسیخ ہے۔ اس میں کسی شخص کا دخل ہے۔ اور کسی کی جرأت۔

جواب دوم:۔

اعتراض کا دارومدار مذکورہ روایت کے اس جملہ پر ہے۔

جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جو قرآن جمع ہوا۔ اس میں اتنی ہی آیات تھیں جتنی کہ اب ہیں۔ اس عبارت سے یہ کہاں

ثابت ہوتا ہے۔ کہ دو سو آیات میں سے جو بہتر تہتر رہ گئیں۔ اس کمی کا ذمہ دار کوئی انسان ہے۔ چاہے وہ حضرت عثمان غنی ہی کیوں نہ ہوں! نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب و مقصود یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں سورۂ احزاب کی دو سو کے لگ بھگ آیات تھیں۔ لیکن بہتر تہتر کے علاوہ دیگر آیات حضرات صحابہ کرام کے قلوب و اذہان سے نکال دی گئیں۔ ایسی نکلیں کہ ان کو پڑھنا بھی ناممکن ہو گیا تو اس طرح ان آیات کو منسوخ کر دیا گیا۔ اس طریقے کے مطابق تنسیخ آیات کا مسئلہ خود کتب شیعہ میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ صرف تائیدی طور پر ایک تفسیر کا حوالہ مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج الصادقین:

در روایت آمدہ کہ مردی در مجلس رسول صلی اللہ علیہ وسلم برپا خواست وگفت یارسول اللہ چند آیت قرآن میدانستم و در نماز تہجد می خواندم شب برخاستم فراموش کردہ بودم و ہر چند خواستم کہ یاد من آید میسر نہ شد و دیگرے برخواست دیگرے برخواست وگفت مرا نیز ہمچنیں قضیہ دست داد و دیگرے ہم چنیں گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود۔ ہیچ میدانید کہ سبب ایں چیست گفت اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعلم فرمود ایں بجہت آنست کہ حق تعالےٰ آں را نسخ فرمود و ہر گاہ آیتے را نسخ نماید آں را از یاد مردماں ببرد و ایں از جملہ معجزات حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم است۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد اول ص ۲۵۲
سورۃ البقرہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

کہ روایت میں آیا ہے کہ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس

شریف میں کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قرآن کریم کی چند آیات زبانی یاد تھیں۔ میں ان کو نماز تہجد میں پڑھا کرتا تھا لیکن آج رات جب نماز کے لیے کھڑا ہوا۔ تو بہت کوشش کے باوجود مجھے وہ یاد نہ آئیں۔ دوسرا آدمی کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ میرے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا ہے اسی طرح تیسرے نے بھی بعینہٖ یہی سرگزشت سنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کہ اس (بھول جانے) کا سبب کیا ہے۔ عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانیں۔ آپ نے پھر بتلایا۔ کہ ہوا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو منسوخ فرما دیا ہے۔ اللہ رب العزت جب کبھی آیت (کی تلاوت کو) منسوخ فرماتا ہے۔ تو لوگوں کے حافظہ سے وہ نکال لیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اثر ذکر کیا۔ اس کا معنی اور مقصد یہ ہے۔ کہ سورۂ احزاب کی آیات میں عہد رسالت کے دوران نسخ واقع ہو چکا ہے۔

جواب سوم :-

معترض نے تفسیر درمنثور کے اتنے الفاظ نقل کر دیے۔ جن سے وہ اپنا فرضی مقصد نکال سکتا تھا۔ لیکن ان الفاظ کو سرے سے ہی غائب کر دیا۔ کہ جن سے اس تمام کیے پر پانی پھر جاتا ہے۔ کیونکہ ان الفاظ میں اس اعتراض کا جواب بھی موجود ہے۔ پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

تفسیر درمنثور :

اَخْرَجَ عبدالرزاق فی المصنف والطیالسی وسعید بن منصور وعبد اللہ بْنُ احمد

فی زوائد المسند وابن منیع والنسائی وابن المنذر وابن الانباری فی المصاحف والدار قطنی فی الافراد والحاکم وصححہ ابن مردویہ والضیاء فی المختارۃ عن ذر قال

قال لی ابی بن کعب کَیْفَ تَقْرَاُ سُوْرَۃَ الْاَحْزَابِ اَوْکَمْ تَعُدُّهَا قُلْتُ ثَلَاثًا وَّ سَبْعِیْنَ اٰیَةً فَقَالَ اُبِی قَدْ رَاَیْتُهَا وَاِنَّهَا لَتُعَادِلُ سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ وَاَکْثَرَ مِنْ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ وَلَقَدْ قَرَاْنَا فِیْهَا الشَّیْخُ وَالشَّیْخَةُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ نَکَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ فَرُفِعَ مِنْهَا مَارُفِعَ۔

(تفسیر درمنثور جلد پنجم صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

(بحذف اسناد) حضرت ذر کہتے ہیں) مجھے حضرت ابی بن کعب نے فرمایا تم سورۃ الاحزاب کیسے پڑھتے ہو۔ یا اس کی آیات کی تعداد تمہارے ہاں کتنی ہے ؟ میں نے کہا تہتر آیات تو کہنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ یہ سورت (آیات کی تعداد کے اعتبار سے) سورۃ البقرہ کے برابر یا کچھ بڑی تھی۔ اور ہم نے اسی سورت میں یہ الفاظ بھی پڑھے ہیں۔ (جو اب موجود نہیں) الشیخ والشیخۃ اذا زنیا الخ پھر اس سورت کی آیات اٹھائی گئیں جو اٹھالی گئیں۔)

(یعنی ان کی تلاوت منسوخ ہو گئی)

قارئین کرام! درمنثور کی روایت کے آخری الفاظ "فرفع منها ما رفع" پہ ذرا غور فرمائیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سورت کی کچھ آیات نازل ہونے کے بعد اٹھالی گئیں۔ یعنی تلاوت کے اعتبار سے وہ منسوخ ہو چکی ہیں۔ جن میں سے ایک آیت کا تذکرہ خود حضرت ابی بن کعب نے فرمایا۔ جس کا حکم باقی ہے۔ لیکن تلاوت باقی نہیں رہی۔ اسی طرح اور بہت سی آیات تھیں۔ جنہیں اللہ تعالی نے نسخ کے طور پر اٹھا لیا تھا۔ تو ان الفاظ سے نسخ ثابت ہوتی ہے۔ نہ کہ تحریف۔ لیکن خواہ مخواہ اسے تحریف قرار دیا جائے۔ تو ایسے عقل کے اندھے کا علاج؟

جواب چہارم:۔

سورۃ الاحزاب کا تعداد آیات کے اعتبار سے سورۃ البقرہ کے برابر ہونا اور اسی میں سے آیت رجم وغیرہ کی تلاوت منسوخ ہو جانا ایک ایسا معاملہ ہے۔ جس کو کتب شیعہ میں بالاتفاق ذکر کیا گیا ہے۔ لہذا جب اس سورہ کی آیات کی تنسیخ کے بارے میں دونوں فریق متفق ہیں۔ تو پھر تحریف کا الزام اہلسنت پر ہی کیوں؟

لوامع التنزیل:

اما آیاتیکہ منسوخ اللفظ باشد دون الحکم چوں آیہ رجم باتفاق کافہ مفسرین و محدثین است۔

(تفسیر لوامع التنزیل مصنفہ ملا حائری جلد اول صفحہ ۵۲۹ مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور)

ترجمہ:۔

بہرحال وہ آیات کریمہ کے الفاظ منسوخ ہو چکے لیکن حکم تا حال باقی ہے۔ اس کی

مثال رجم کی آیت ہے۔ اس آیت کا اس قسم سے ہونا تمام مفسرین و محدثین کا متفق علیہ ہے۔

اسعاف المامول

اَمَّا نَسْخُ التِّلَاوَةِ دُوْنَ الْحُكْمِ فَمِثَالُهٗ مَا رُوِیَ بِطَرِیْقِ الْاٰحَادِ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَةُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ فَنُسِخَ تِلَاوَتُهٗ مَعَ بَقَآءِ حُكْمِهٖ وَاَمَّا نَسْخُ الْحُكْمِ دُوْنَ التِّلَاوَةِ فَمِثَالُهٗ اٰیَةُ الْعِدَّةِ الدَّالَّةِ عَلَى الْاِعْتِدَادِ بِالْحَوْلِ ثُمَّ نُسِخَتْ بِاٰیَةِ التَّرَبُّصِ بِاَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَنُسِخَ الْحُكْمُ الْمُسْتَفَادُ مِنَ الْاٰیَةِ الْاُوْلٰى مَعَ تِلَاوَتِهَا وَاَمَّا نَسْخُ التِّلَاوَةِ وَالْحُكْمِ مَعًا فَكَمَا رُوِیَ اَنَّ سُوْرَةَ الْاَحْزَابِ كَانَتْ تَعْدِلُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَنُسِخَ تِلَاوَتُهَا وَحُكْمُهَا مَعًا۔

(اسعاف المامول شرح زبدۃ الاصول مصنفہ بہاؤ الدین شیعی ص ۵۴ مطبوعہ اثنا عشریہ لکھنؤ)

ترجمہ:-

بہرحال تلاوت منسوخ ہو اور حکم باقی رہے۔ اس کی مثال وہ روایت ہے۔ جو بطریق احاد مروی ہوئی۔ کہ قرآن کریم میں یہ آیت تھی۔ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا الخ۔ اس آیت کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ لیکن حکم باقی ہے اور وہ کہ جس کا حکم تو منسوخ ہو لیکن تلاوت باقی رہے۔ اس کی مثال آیت عدت

جو ایک سال عدت پر دلالت کرتی تھی۔ پھر اس آیت کے نزول کے ساتھ اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ جس میں عدت چار ماہ دس دن بیان کی گئی ہے۔ تو اس طرح وہ حکم جو پہلی آیت سے عطا کیا گیا تھا۔ دوسری آیت کے نزول کے سبب ختم کر دیا گیا۔ تیسری صورت نسخ کی یہ کہ تلاوت اور حکم دونوں نہ رہیں۔ اس کی مثال وہ روایت ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ سورۃ احزاب (ضخامت و تعداد آیات کے اعتبار سے) سورۃ البقرہ جتنی تھی۔ اب بہتر تہتر آیات کے علاوہ دیگر آیات کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں۔

تنبیہ:

ایک بات جس کا تذکرہ ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔ وہ یہ کہ خود شیعہ لوگ مو
قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے کے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ جس کا ثبوت ہم تفصیل
ساتھ انہی کی کتب سے پیش کر چکے ہیں۔ اب اس بات سے اگر انکار کرتے بھی
تو کون مانتا ہے۔ اس لئے "خود تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے" کے م
ہم اہلسنت کو بھی موجود قرآن کے بارے میں اسی عقیدہ پر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔
کا اپنا عقیدہ ہے اس کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ اور منسوخ التلاوۃ
کو ہماری کتب سے پیش کر کے عوام اہلسنت کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں
سنی بھی تحریف قرآن" کے قائل ہیں۔ کبھی آیت رجم کا حوالہ دیتے ہیں۔ کبھی سورۃ احزا
کے بارے میں کوئی اثر پیش کرتے ہیں۔ اور پھر ان آثار سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں
کہ دیکھو۔ چونکہ یہ آیت یا فلاں جملہ جو فلاں سورت کے اندر تھا۔ اب نہیں تو م
ہوا۔ کہ سنیوں نے اسے قرآن سے باہر نکال دیا ہے۔ اور یہی تحریف ہے۔ لیکن
تحریف کی تعریف کی۔ اور نہ تنسیخ کی طرف دھیان گیا۔

یہ معاملہ اس عظیم کتاب کے متعلق ہے۔ جس میں ایک لفظ کی کمی بیشی ایمان سے

ے خارج کر دیتی ہے۔ کوئی دیتوی معاملہ نہیں۔ کہ کوئی ادھر گھسیٹے اور دوسرا دوسری
ف کھینچے۔ کتاب اللہ کے معاملہ میں الزام تراشی اور کذب بیانی سے تو دریغ برتنا
ہیے۔ لیکن جب ایمان و عقیدے کی بنیاد ہی "تقیہ" قرار پائے اور حضرت علی المرتضیٰ
اللہ عنہ جیسے مردانِ خدا اور اسد اللہ کو بھی "تقیہ" کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ تو پھر
عقیدے کے معتقدین سے الزام تراشی اور کذب بیانی کوئی انہونی یا انوکھی بات
یں۔ اللہ تعالیٰ حق و صداقت کا امین بنائے۔

جواب پنجم:

معترض نے بار بار یہ کہا۔ کہ دیکھو! سنیوں کی معتبر کتاب اور تفسیر در منثور اور اتقان
یہ روایت موجود ہے۔ ہم پھر اپنے اسی موقف کا اعادہ کرتے ہیں۔ کہ صاحب
ر اتقان علامہ السیوطی نے اپنی تفسیر میں ہر آیت کے تمام وہ احادیث و آثار جمع کر دیئے
۔ جن کا مذکورہ آیت سے تعلق تھا۔ رہا یہ کہ وہ تمام روایات صحیح ہیں یا نہیں۔ علامہ
اس بات کو محدثین کرام کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔

اسی سلسلہ میں ہم اس اعتراض میں مذکورہ آثار و روایات کے متعلق یہ پوچھنے میں
بجانب ہیں۔ کہ معترض صاحب! ذرا بتلایئے تو کہ ان روایات کی حیثیت کیا ہے۔
یہ خبر واحد کے قبیلہ سے ہیں۔ تو ان کی صحت کی دلیل پیش کیجئے۔ اگر ان کی صحت
ق بھی ہو جائے۔ تو پھر بھی ان کے ذریعہ کسی جملہ کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر
یت ثابت ہو سکتی ہے۔ تو پھر ہم یہی کہیں گے۔ کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
ہ اسی روایت میں یہ بھی کہا ہے۔ کہ سورہ احزاب کی مذکورہ آیات بے شک حضور صلی
لہ علیہ وسلم کے دور مسعود میں پڑھی جاتی رہیں۔ مگر آپ کی حیات طیبہ میں ہی ان کی
خ عمل میں آئی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ ان آیات کو "بین الدفتین" درج نہ رکھا گیا۔ اور اگر حضرت
بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت درجہ تواتر کو پہنچی ہو۔ تو پھر ذرا ان الفاظ پہ غور کیا

جائے۔" فرفع "یعنی سورۂ احزاب میں سے کچھ حصہ جتنا اللہ نے چاہا اٹھا لیا گ
یہ بات بھی اسی روایت کا حصہ ہے۔ جسے متواتر تصور کیا گیا ہے۔ تو اس سے معلو
کہ اگر سورۂ احزاب کی آیات کی تعداد دو سو ہونا تواتر سے ثابت ہوا۔ تو پھر موجودہ
کے علاوہ دیگر آیات کی رفع و تنسیخ بھی تواتر سے ثابت ہے۔ (فاعتبروا یا اولی ال

اعتراض ہشتم

اہل سنت کے خلیفہ کے بیٹے ابن عمر موجود قرآن کو نامکمل سمجھتے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جناب عبد اللہ بن عمر رضی ا
عنہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن کا اکثر حصہ تحریف کی نظر ہو گیا ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص موجو
کو حفظ کر کے یہ کہتا ہے۔ کہ میں نے مکمل قرآن یاد کر لیا تو اس کا یہ کہنا درست نہیں ہ

ملاحظہ ہو۔

تفسیر اتقان:

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ قَدْ اَخَذْتُ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ وَمَا يُدْرِيْهِ مَا كُلُّهٗ قَدْ ذَهَبَ مِنْهُ قُرْاٰنٌ كَثِيْرٌ وَّلٰكِنْ لِيَقُلْ قَدْ اَخَذْتُ مِنْهُ مَا ظَهَرَ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۵ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

حضرت نافع (رضی اللہ عنہ) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ تم میں سے کوئی شخص یہ بات ہرگز نہ کہے کہ اس نے تمام کا تمام قرآن یاد کر لیا ہے۔ ایسا کہنے والے کو کیا علم کہ کل قرآن کیا ہے؟ یقیناً اس قرآن میں سے بہت سا حصہ چلا گیا (یعنی باقی نہ رہا) ہاں! یوں کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے ظاہری قرآن کو یاد کر لیا ہے۔

تفسیر اتقان کے حوالہ سے جو ابن عمر (رضی اللہ عنہما) کا قول نقل کیا گیا۔ اس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے۔ کہ اہل سنت جو ہم اہل تشیع پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق موجودہ قرآن محرف اور نامکمل ہے۔ یہ ہم پر سراسر الزام ہے۔ بلکہ مذکورہ حوالہ سے تو خود اہلسنت نے اپنے بارے میں اس بات کا اعتراف کر لیا کہ موجود قرآن میں تحریف ہوئی۔ اور یہ کہ یہ نامکمل ہے۔

جواب اول

اہل تشیع کا یہ کہنا کہ اہل سنت ہمارے قرآن کو ناقص سمجھتے ہیں۔ بالکل غلط ہے ہم سے پوچھئے۔ کہ تم (اہل تشیع) کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ جیسا کہ متعدد مستند حوالہ جات سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اہل تشیع کے عقیدے کے مطابق ان کے پاس قرآن سرے سے ہے ہی نہیں۔ کیونکہ ان کا قرآن امام قائم (امام مہدی) کے پاس ہے۔ اور وہ قیامت کے قریب لے کر آئیں گے۔

رہا یہ کہنا کہ اہل سنت کے رہبر و مقتدا امام برحق جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قرآن کو ناقص اور نامکمل سمجھتے تھے۔ جس کا مطلب معترض نے از خود یہ نکالا ہے۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس کے بعد قرآن میں تحریف کی گئی۔ ذرا اس بارے میں ہم دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ ان الفاظ کی نشاندہی تو کریں۔ جو اس کے مطلب و مفہوم پر دلالت کرتے ہوں۔ کیونکہ "تحریف" اسی وقت قرار پائے گی۔ جب یہ

ثابت کی جائے۔ کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرات صحابہ کرام میں سے کسی نے اس میں سے کوئی آیت نکال دی ہو یا اس کے الفاظ کم کر دیئے ہوں۔ ذرا بتلایئے تو اس روایت میں کون سے وہ الفاظ ہیں؟

تو معلوم ہوا۔ کہ یہ سب کچھ صرف ایک مقصد کی خاطر کیا جا رہا ہے۔ اور وہ بغض صحابہ اور عداوت خلفاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے۔ ہاں اس روایت سے یہ ثابت ضرور ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں ہی قرآن کا کچھ حصہ منسوخ ہو چکا تھا۔ ذھب منہ قراٰن کثیراً میں ذھب فعل ماضی ہے۔ اور لازم ہے۔ جس کا معنی یہ ہوا۔ کہ کسی کے فعل سے نہیں۔ بلکہ خود بخود قرآن کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ گیا۔ بقول معترض اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اس عبارت سے مطلب یہ ہوتا کہ قرآن میں تحریف ہوئی۔ تو الفاظ روایت اس طرح ہوتے قد اسقطا المحرفون قراٰنا کثیراً یعنی تحریف کرنے والوں نے قرآن کریم میں سے بہت کچھ نکال دیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مقصد و مدعا بیان کرتے ہیں الفاظ کا چناؤ بڑی احتیاط اور غور و فکر سے کیا کرتے تھے۔ آپ ہی سے منقول ہے۔ کہ کسی شخص کو رمضان شریف کے روزوں کے بارے میں یوں کہنا مناسب نہیں۔

یعنی میں نے تمام رمضان کے روزے رکھے۔ کیونکہ "رمضان" ایک مکمل مہینہ کا نام ہے۔ جس میں ایک ایک ساعت داخل ہے۔ اور یہ بات بالکل عیاں ہے۔ کہ روزہ صبح صادق سے غروب آفتاب کے وقت تک محدود ہوتا ہے۔ اور غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک کا حصہ روزے سے خارج ہے۔ لیکن رمضان سے خارج نہیں۔ اس لیے مکمل رمضان کی طرف روزہ رکھنے کی بات غیر محتاط ہے۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی یہ معلوم ہوا۔ کہ کسی شخص کا یا خود ان کا اپنا یہ کہنا از روئے احتیاط درست نہیں۔ کہ میں نے قرآن مکمل یاد

لیا ہے۔ کیونکہ مکمل قرآن میں وہ آیات اور سورتیں بھی داخل ہیں۔ جو نازل ہونے کے بعد ذہن وقلوبِ صحابہ سے نکال لی گئیں۔ حالانکہ یاد کرنے والے نے ان کو یاد نہیں کیا۔

جواب دوم:

صاحب تفسیر اتقان علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت مذکورہ کے القسم الثالث میں ذکر فرمایا۔ تیسری قسم میں ان آیات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ کہ جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی لیکن حکم باقی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس قسم کی روایات اس امر کی دلالت ہیں۔ کہ فلاں فلاں آیت منسوخ ہے۔ لیکن اس کا حکم اب بھی موجود ہے۔ شیعہ مفسر علامہ حائری مجتہد نے بھی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس روایت کو منسوخ التلاوت دالحکم کے ضمن میں تحریر کیا۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

لوامع التنزیل:

ابن الانباری در مصاحف۔ از عبداللہ بن عمر روایت کردہ لا یقولن

احدکم قد اخذت القران کله مایدریه ما کله

ذهب منه کثیر ولیکن لیقل قد اخزت ما ظهر منها۔۔۔

یعنی احدی نگوید کہ اخذ کل قرآن کردم یا فتہ نمی شود کہ کل آں چہ قدر بود۔ بتحقیق رفتہ است از قرآن جاری روابستہ بگوید آنچہ ظاہر باقی ماندہ است آنرا اخذ کردم۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول صفحہ ۵۳
مطبوعہ اثیم پریس)

مصاحف میں ابن الانباری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ابن عمر فرماتے ہیں تم سے یہ بات ہرگز کوئی شخص نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں نے تمام کا تمام قرآن یاد کر لیا ہے۔ ایسا کہنے والا

کیا جل نے تمام قرآن کیسے کہتے ہیں۔ ہاں یوں کہنا چاہیے۔ کہ میں نے جو اب بظاہر موجود قرآن ہے۔ وہ تمام یاد کر لیا ہے۔

لمحہ فکریہ:

حضرات قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرما لیا معترض نے اس اعتراض میں بھی وہی چال چلی۔ جس کی طرف ہم پہلے ہی نشاندہی کر چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ کچھ آیات تو ایسی ہیں۔ جو منسوخ التلاوۃ ہوں گے۔ اور کچھ وہ جو منسوخ التلاوۃ والحکم کے قبیلہ سے ہوں گی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اسی قسم کی تھی۔ جسے "تحریف" کے زمرے میں شامل کر کے اعتراض کر دیا گیا۔

اعتراض نہم

سنیوں کے نزدیک قرآن کا کچھ حصہ جلا دیا گیا۔

اہل سنت کی کتب احادیث میں سے صحیح اور مستند ترین کتاب "بخاری" میں یہ حدیث موجود ہے۔ کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے قرآن منگوایا۔ اور اس سے چند نسخہ جات نقل کر لیے گئے۔ تو اس کے بعد مختلف لوگوں کے پاس جو اوراقِ قرآن تھے۔ انہیں منگوا کر نذرِ آتش کر دیا۔ حضرت عثمان نے یہ سب کچھ اس لیے کیا۔ کہ قرآن کریم کے ان اوراق کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔ جن میں حضرات صحابہ کرام کی مذمت اور ان کے نقائص مذکور تھے۔

تفسیر اتقان

إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلَى حَفْصَةَ وَاَرْسَلَ إِلَى كُلِّ اُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا وَاَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ يُحْرَقَ۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۶۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جب انہوں (حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن الحارث اور سعید بن العاص) نے مختلف صحیفوں کو مصحف میں لکھا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ نسخۂ قرآن بدحضرت حفصہ سے منگوایا تھا۔ انہیں واپس لوٹا دیا۔ اور چاروں طرف مصحف بھیج دیئے۔ تو یہ حکم نامہ جاری کیا۔ اس قرآن کے علاوہ اگر کسی کے پاس کوئی صحیفہ یا مصحف ہو۔ تو اُسے جلا دیا جائے۔

جواب اول

بقول معترض اگر "قرآن" اہل سنت نے جلا دیا تھا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ تم اہل تشیع کو صحیح قرآن کہاں سے اور کس سے ملا کہ جس کے بارے میں تمہارا عقیدہ یہ نہیں۔ جو تم نے صحیح ہونے کا دعوای کر کے اہل سنت پر اعتراض کیا ہے اگرچہ ہم جانتے ہیں۔ کہ موجود قرآن کے بارے میں تمہارا عقیدہ یہ نہیں۔ جو تم اعتراض کے وقت ظاہر کر رہے ہو۔ بلکہ تمہارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اصلی قرآن وہ ہے۔ جسے امام غائب قیامت کے قریب لے کر آئیں گے۔ اور موجود قرآن کو تو تم بطور تقیہ "صحیح قرآن" کہتے ہو۔

اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ قرآن اگر صحیح ہے۔ (اور واقعی صحیح ہے) تم کہتے ہو قرآن تو اہل سنت کے پاس ہے پھر تم کس بنا پر اسے صحیح کہتے ہو۔ اور اگر کسی اور کے مقابلہ میں یہ اعتراض ہے۔ تو مہربانی کیجئے اُس صحیح کی نشاندہی کیجئے۔ تاکہ دونوں کا تقابل کیا جا سکے۔ اور پھر اعتراض کی حقیقت معلوم ہو جائے۔

رہا یہ معاملہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جلایا۔ تو یہ تمہاری غلط فہمی اور دلی عداوت کا نتیجہ ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو جلایا وہ قرآن نہیں تھا۔ وہ قرآنی آیات پر تفسیری نوٹ تھے۔ یا منسوخ التلاوت آیات تھیں۔ جو کچھ حضرات کے پاس تحریری شکل میں موجود تھیں۔ آپ نے یہ سب کچھ ایک خطرے کے پیش نظر کیا۔ خطرہ یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف قراءت ایک فتنہ کی شکل اختیار کرتا جا رہا تھا۔ اس اختلاف کی وجہ سے جھگڑوں تک نوبت پہنچ چکی تھی۔ اس کے پیش نظر آپ نے منسوخ التلاوت آیات اور غیر مشہور قراءت والے صفحہ جات کو جلایا تھا۔ تاکہ اصلی قرآن محفوظ رہے۔ اور اسے ہی مسلمان پڑھیں۔

جواب دوم

"قرآن جلانے" میں حضرت عثمان کے ساتھ حضرت علی بھی شامل تھے

اہل تشیع نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام دھرا کہ انہوں نے قرآن جلا دیا۔ اور تفسیر اتقان سے حوالہ پیش کیا۔ اسی تفسیر میں یہ بھی تو مذکور ہے۔ کہ اس کام میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

تفسیر اتقان

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ دَاؤُدَ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنْ سُوَیْدِ
ابْنِ غَفْلَۃَ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ لَا تَقُوْلُوْا فِیْ عُثْمَانَ

إِلَّا خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا فَعَلَ الَّذِي فَعَلَ فِي الْمَصَاحِفِ إِلَّا عَنْ مَلَاءٍ مِنَّا قَالَ مَا تَقُولُونَ فِي هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ بَعْضَهُمْ يَقُولُ إِنَّ قِرَاءَتِي خَيْرٌ مِنْ قِرَاءَتِكَ وَ هٰذَا يَكَادُ يَكُونُ كُفْرًا قُلْنَا فَمَا تَرٰى قَالَ أَرٰى أَنْ نَجْمَعَ النَّاسَ عَلٰى مُصْحَفٍ وَاحِدٍ فَلَا تَكُونُ فُرْقَةٌ وَلَا اخْتِلَافٌ قُلْنَا فَنِعْمَ مَا رَأَيْتَ۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۱۰۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

سوید بن غفلہ سے ابن ابی داؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لوگو! حضرت عثمان کے متعلق صرف اچھی بات ہی کہو۔ خدا کی قسم! انہوں نے قرآن کے متعلق جو کچھ کیا۔ وہ تنہا ہی نہیں بلکہ ہم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر کیا حضرت علی نے لوگوں سے پوچھا۔ تم اس قرارت کے متعلق کیا کہتے ہو؟ مجھے یہ اطلاع ملی ہے۔ کہ تم میں سے بعض لوگ اپنی قرارت کو دوسروں کی قرارت سے بہتر کہتے ہیں۔ اور یہ کفر کے بالکل قریب ہے۔ ہم نے حضرت علی سے پوچھا۔ تو پھر آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا میں چاہتا ہوں۔ کہ ہم لوگوں کو صرف ایک قرارت پر اکٹھا کر دیں۔ اور پھر کوئی تفریق باقی رہے نہ اختلاف۔ ہم نے کہا۔ آپ کی رائے بہت ٹھیک ہے۔

روایت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمع قرآن کے معاملہ میں دیگر صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ اور جو کچھ ہوا۔ ان تمام کے باہمی مشورہ سے ہوا۔ اگر بقول معترض قرآن کا کچھ حصہ جلایا گیا۔ تو یہ الزام صرف حضرت عثمان پر ہی کیوں؟ ان تمام شریک کار لوگوں پر ہونا چاہیئے۔ جو اس میں معاون تھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جو کچھ جلایا۔ وہ قرآن نہ تھا۔ کیونکہ ایسی جراُت کوئی صحابی ہرگز نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی کسی کو کرتے دیکھ کر خاموش رہ سکتا ہے۔ لہٰذا جو کچھ جلایا گیا۔ وہ منسوخ التلاوت آیات تھیں۔ یا آیات پر تفسیری نوٹ تھے۔ اس سلسلہ میں فتح الباری کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

فتح الباری

وَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّحْرِقُوْا كُلَّ مُصْحَفٍ يُّخَالِفُ الْمُصْحَفَ الَّذِىْ اَرْسَلَ بِهٖ قَالَ فَذٰلِكَ زَمَانَ حُرِّقَتِ الْمَصَاحِفُ بِالْعِرَاقِ بِالنَّارِ وَفِىْ رِوَايَةِ سُوَيْدِ ابْنِ غَفْلَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا لِعُثْمَانَ فِىْ اِحْرَاقِ الْمَصَاحِفِ اِلَّا خَيْرًا۔

(فتح الباری جلد نمبر ۹ ص ۷ا مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم دیا۔ کہ ہر وہ مصحف جو میرے بھیجے گئے مصحف کے خلاف ہو۔ اُسے جلا دیا جائے۔ تو اس وقت عراق میں کچھ مصاحف نذر آتش کیے گئے۔ حضرت علی

سے سوید بن غفلہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ مصاحف کے جلانے کے بارے میں تم لوگ حضرت عثمان کو صرف اچھے الفاظ سے ہی یاد کیا کرو۔ (کیونکہ اس طرح ایک فتنہ ہمیشہ کے لیے مدفون ہو گیا)۔

اس حوالہ سے بھی معلوم ہوا۔ کہ وہ عبارات اور مصاحف جلائے گئے۔ جو اصلی قرآن کے خلاف تھے۔ ایسا نہیں ہوا۔ کہ اصلی قرآن میں سے کچھ آیات کو جلا دیا گیا ہو۔ کچھ لوگوں نے تعظیماً یہ سمجھا۔ کہ نذر آتش کرنے کی بجائے ان کو پانی سے دھو ڈالا جائے۔ پھر ان کا غذات کو جلا دیا جائے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اس وقت بھی بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات تھی۔ کہ حضرت عثمان نے ایسا کرنے کا جو حکم دیا ہے۔ وہ اچھا نہیں۔ اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے برملا فرما دیا۔ کہ جو کچھ ہوا۔ ہمارے علم میں ہے۔ اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں برا کہو۔ بلکہ ایک فتنہ تھا۔ ایک کفر تھا۔ جسے حضرت عثمان نے دبا دیا۔ اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود اس کام کو سرانجام دینے کی تمنا کا اظہار فرماتے ہوئے کہا۔

تفسیر اتقان

وَقَدْ قَالَ عَلِيٌّ لَوْ وُلِّيتُ لَعَمِلْتُ بِالْمَصَاحِفِ الَّتِي عَمِلَ بِهَا عُثْمَانُ

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۶۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ اگر مجھے جمع قرآن کا کام سپرد کیا جاتا۔ تو میں بھی مصاحف کے بارے میں وہی کچھ کرتا۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

سے نے کیا۔

لمحہ فکریہ

آپ نے غور فرمایا: کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان تفسیری عبارات اور منسوخ التلاوت آیات کے جلانے کا حکم دیا۔ جو قرآنی نہ تھیں۔ یہ سب کچھ ایک فتنہ کی بیخ کنی کے طور پر کیا گیا۔ لہذا اس قسم کی عبارات کو ضائع کر دینے سے اصل قرآن میں کمی کس طرح آ سکتی ہے۔ چونکہ یہ ضروری تھا۔ اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کام پر حضرت عثمان کو اچھے الفاظ میں یاد کرنے کو کہا۔ اور خود اپنے بارے میں فرما دیا۔ کہ اگر یہ کام میرے سپرد ہوتا۔ تو میں بھی وہی کچھ کرتا۔ جو حضرت عثمان نے کیا۔ اگر ایسا کرنا قرآن میں تنقیص ہوتا۔ تو صحابہ کرام کی ایک جماعت کہ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بنفس نفیس شریک تھے۔ اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوتی جب ان موجود صحابہ کرام کی باہمی رائے کے مطابق یہ سب کچھ ہوا۔ تو معترض کے پیٹ میں مروڑ کیا پڑ گیا۔ اس کی نبضیں کیوں بیٹھی جا رہی ہیں۔ دراصل قسمت کا مارا مجبور ہے۔ کہ از روئے حسد و بغض ایسی باتیں کرے۔ ورنہ حقیقت او جل نہیں ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض دہم

اہل سُنّت کا قرآن ناقص ہے۔ کیونکہ اس کا کچھ حصّہ بکری کھا گئی تھی۔

اہل سنت کی کتب حدیث میں سے ابن ماجہ میں بسند صحیح حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں۔ ہم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت مصروف و مشغول تھے۔ میرے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں رضاعت کبیر اور آیت رجم تھیں۔ ہماری مصروفیات کی وجہ سے اس صحیفہ کو ایک بکری نے کھا لیا۔ موجود قرآن میں یہ دونوں آیات موجود نہیں۔ تو ثابت ہوا۔ کہ مذکورہ آیات نازل ہوئی تھیں۔ لیکن بکری کے کھانے کے بعد ان کا اندراج نہ ہو سکا۔ لہٰذا اہل سنت کا موجود قرآن ان آیات سے خالی ہونے کی وجہ سے ناقص اور نامکمل ہے۔ ابن ماجہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

ابن ماجہ شریف

حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ ثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ نَزَلَتْ
اٰيَةُ الرَّجْمِ وَرَضَاعَةُ الْكَبِيْرِ عَشْرًا وَلَقَدْ
كَانَ فِيْ صَحِيْفَةٍ تَحْتَ سَرِيْرِيْ فَلَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَشَاغَلْنَا بِمَوْتِهٖ
دَخَلَ دَاجِنٌ فَاَكَلَهَا۔

(ابن ماجہ شریف ص ۱۴۱ باب رضاع الکبیر
مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ سرگودھا۔)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ آیت رجم اور رضاعت کبیر نازل ہوئی تھیں۔ اور یہ دونوں آیتیں میرے بستر کے نیچے ایک صحیفہ میں تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ تو ہم ادھر مشغول ہو گئے۔ ادھر ایک بکری آئی۔ اور اس صحیفہ کو کھا گئی۔

جواب اوّل

حدیث مذکور کو معترض نے "سند صحیح" سے مروی کہا۔ حالانکہ اس کی
ت ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جس کے
ے میں کتب فن الرجال میں دجال تک کے لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔ لہٰذا اس
وجہ سے سند صحیح قرار نہیں پاتی۔

ثبوت ملاحظہ ہو اگلے صفحہ پر

تہذیب التہذیب

وَقَالَ مَالِكٌ دَجَّالٌ مِنَ الدَّجَاجِلَةِ ------ وَكَانَ يُرْمٰى بِغَيْرِ نَوْعٍ مِنَ الْبِدَعِ فَقَالَ مُوسٰى ابْنُ هَارُوْنَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ يَقُوْلُ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ يُرْمٰى بِالْقَدَرِ ------ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ كَانَ ابْنُ اِسْحَاقَ يُدَلِّسُ ------ وَقَالَ حَنْبَلُ بْنُ اِسْحَاقَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ ابْنُ اِسْحَاقَ لَيْسَ بِحُجَّةٍ .... وَقَالَ الْمَيْمُوْنِيُّ عَنِ ابْنِ مُعِيْنٍ ضَعِيْفٌ وَقَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ۔

(تہذیب التہذیب مصنفہ ابن حجر عسقلانی جلد نہم ص ۴۱-۴۴ حرف المیم۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(محمد بن اسحاق راوی کے متعلق) امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ ایک دجال تھا۔ اور وہ کئی اقسام کی بدعات کے ارتکاب کی وجہ سے مطعون تھا۔ موسیٰ بن ہارون نے کہا۔ کہ میں نے محمد بن عبداللہ بن نمیر سے سنا۔ کہ محمد بن اسحاق پر قدریہ ہونے کا الزام تھا۔ امام احمد بن حنبل نے ابن اسحاق کو مدلس بتلایا ہے۔ حنبل بن اسحاق کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابو عبداللہ کو یہ کہتے

سنا۔ کہ ابن اسحاق کوئی حجت نہیں ہے۔ اور ابن معین سے بیہقی نے نقل کیا۔ کہ ابن اسحاق ضعیف ہے۔ اور نسائی نے اُسے لیس بقوی کہا ہے۔

مذکورہ حدیث کے ایک راوی کے متعلق آپ نے پڑھا۔ دجال، قدریہ، بدعتی، مدلس اور ضعیف تک کے الفاظ اس کے لیے استعمال ہوئے۔ کیا ایسا شخص قابلِ حجت ہو سکتا ہے اور کیا ایسے راوی کی روایت "صحیح روایت" قرار دی جا سکتی ہے۔

پھر کہاں کی منطق ہے۔ کہ خبرِ واحد سے کسی جملہ کا قرآن ہونا ثابت کیا جائے۔ دراصل یہ بھولے بھالے اہلِ سنت کو پھسلانے کی ایک شیعی کوشش ہے۔ انہوں نے سوچا ہوگا۔ کہ وار کرتے ہیں۔ لگ گیا۔ تو تیر اور نہ لگا تو تکا۔ لیکن اندرون خانہ وہ بھی جانتے ہیں۔ کہ اس قسم کی روایات سے کسی واقف کار سُنی کو پھسلانا بہت مشکل ہے۔ اور نہ ہی ایسی روایات اعتراض کی بنیاد بن سکتی ہیں۔

جواب دوم:

روایت مذکورہ میں دو باتوں کا تذکرہ ہوا ہے۔ ایک یہ کہ اگر کوئی بڑی عمر کا آدمی کسی عورت کا دودھ پی لے۔ تو اس سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ اگر کوئی شادی شدہ مرد یا عورت کسی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کر لیتا ہے۔ تو اس کو رجم (سنگسار) کیا جائے۔

پہلی بات یعنی یہ کہ بڑے آدمی کے دودھ پینے سے رضاعت کا ثبوت تو اس کا ایک جواب وہی جو گزر چکا ہے۔ وہ یہ کہ کسی خبرِ واحد سے کسی جملہ یا عبارت کا قرآن ثابت ہونا کوئی بھی نہیں مانتا۔ اور اگر بقولِ معترض واقعی یہ قرآن تھا۔ اور اس کی تنسیخ بھی نہ ہوئی تھی تو ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی تیس چالیس سال کا نوجوان کسی شیعہ عورت کا دودھ پی لے۔ تو کیا آپ ان دونوں کے درمیان رضاعت ثابت کرتے ہیں۔

تمام شیعہ یہ کہیں گے۔ کہ اس سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ تو اس سے صاف ظاہر کہ "رضاعت کبیر" والی روایت اول تو آیت قرآنی نہ تھی۔ اور اگر تھی۔ تو منسوخ التلاوت والحکم کے قبیل سے تھی۔

روایت مذکورہ میں دوسری بات رجم کے متعلق تھی۔ شادی شدہ کے ارتکاب زنا پر سنگساری کی سزا تمام کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اور اس آیت کو ان آیات میں شمار کیا گیا ہے۔ جو تلاوت کے اعتبار سے منسوخ ہیں۔ لیکن حکم ان کا باقی ہے۔ اس سلسلہ میں کتب شیعہ کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

تفسیر لوامع التنزیل

اما آیاتیکہ منسوخ اللفظ باشد دون الحکم چوں آیت رجم باتفاق کافہ مفسرین و محدثین است چنانچہ فخر رازی و نیشاپوری و ثعلبی و واقدی و بغوی بل ہمہ گفتند کہ متروک اللفظ غیر الحکم ایں آیہ است۔ اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللهِ وَاللهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول صفحہ ۵۲۹ مطبوعہ اشیم پریس لاہور)

ترجمہ:

وہ آیات کہ جن کی تلاوت منسوخ ہے۔ لیکن حکم باقی ہے۔ اس کی مثال رجم ہے۔ جس پر تمام مفسرین و محدثین کا اتفاق ہے۔ جن میں امام رازی۔ نیشاپوری، ثعلبی، واحدی، اور واقدی بلکہ تمام مفسرین و محدثین نے اسے متروک اللفظ غیر الحکم میں شمار کیا ہے۔ آیت یہ ہے۔ الشیخ والشیخۃ الخ

تفسیر مجمع البیان

وَمِنْهَا مَا يُنْسَخُ اللَّفْظُ وَيُثْبَتُ الْحُكْمُ كَآيَةِ الرَّجْمِ

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزء اول ص۱۸۰

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ان آیات میں سے کہ جن کی تلاوت اٹھالی گئی اور حکم باقی رہا ایک آیت رجم بھی ہے۔

اہل تشیع کی دو اہم تفسیروں کے حوالے سے یہ ثابت ہوا۔ کہ آیت رجم بالاتفاق اُن آیات میں سے ایک ہے۔ جن کی تلاوت تو ختم ہو چکی ہے۔ لیکن حکم باقی ہے۔ لہذا اس قسم کی آیات جن کی تلاوت تو ختم ہو چکی ہے کو قرآن کے قبیلہ میں شمار کرنا انتہائی درجہ کی چالاکی اور فریب دہی ہے۔ دراصل ایسا اس لیے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ خود شیعہ تحریف قرآن کے قائل اور معتقد ہیں۔ تو جب انہیں اپنے دفاع میں کوئی دلیل نہیں ملتی۔ تو بامر مجبوری ہم اہل سنت کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اہل سنت پر تحریف کا الزام دھرتے ہیں۔ حالانکہ تحریف اور تنسیخ کا کسی بندے کو جب حق نہیں تو کون ایسی جرادت کر سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے۔ کہ کسی آیت کے الفاظ منسوخ کر دے۔ اور اس کا حکم باقی رکھے۔ اور اگر چاہے۔ تو اس کا حکم اور تلاوت دونوں واپس لے لے۔ اس کی مرضی ہے۔ کہ آیت کی تلاوت باقی رہے لیکن حکم منسوخ کر دے۔

❀ ❀

❀

جواب سوم :

صاحبانِ عقل و خرد کے لیے اس روایت میں دعوتِ غور و فکر ہے۔ پہلی غور طلب بات یہ ہے۔ کہ بکری کے کھانے والی روایت درجۂ صحت تک پہنچتی ہے ؟ اگر اس کو روایات صحیحہ میں سے شمار کر بھی لیا جائے۔ تو پھر بکری نے جو کچھ کھایا وہ قرآن تھا۔ یا اوراق ؟ اگر اوراق کھائے اور واقعی ایسے ہوا ہو گا۔ تو کیا اوراق کے ضائع ہو جانے سے قرآن ضائع ہو جاتا ہے۔ ہم سب کے مشاہدہ میں ہے۔ کہ بہت سے قرآنی بوسیدہ اوراق بلکہ پورے قرآن کو بوجہ بوسیدہ ہونے کے دریا بُرد کیا جاتا ہے۔ کسی محتاط جگہ میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ جس پر سے گزر نہ ہوتا ہو۔ تو کیا ایسا کرنے سے قرآن ختم ہو گیا۔ یا قرآن کی آیات کم ہو گئیں۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ اوراق کی صورت میں بکری اصل قرآن کھا گئی۔ تو توجہ طلب یہ امر ہے۔ کہ اصل قرآن تو لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ اور جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے۔ وہ اس نفسی و قدیم کلام کو الفاظ و نقوش کی صورت میں اوراق پر لکھا گیا ہے۔ تو یہ کیونکر ممکن کہ بکری اصل قرآن کو کھا گئی۔ کیونکہ بکری کا لوحِ محفوظ پر پہنچنا اور پھر اس کلام کو جو الفاظ و نقوش اور کاغذات وغیرہ حادث اشیاء سے پاک ہے۔ کھا جانا قطعاً محال ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ یہ حادث اس قدیم پر کیسے غالب آ گئی۔

قارئین کرام !

آپ نے دیکھا۔ کہ اہل تشیع کس مکروہ طریقہ سے اہل سنت پر الزام دھرنے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اللہ کا کلام اور اس کو بکری کھا کر ہضم کر جائے۔ اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو باقی رکھنے کا خود ذمہ اٹھایا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ اگر اس عظیم و قادر کی

حفاظت کے ہوتے ہوئے۔ بکری اس کے کلام کو کھا جائے۔ تو اس سے ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے سے عاجز آگیا اور بکری اس پر غالب آگئی۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) الحمد للہ اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے۔

انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون اور ان اللہ علی کل شیئ قدیر۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض یازدہم

سنیوں نے سورۂ الحمد کے حروف میں تبدیلی اور تحریف کی ہے۔

اہل سنت کی معتبر تفسیر "درمنثور" میں منقول ہے۔ کہ سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۂ الحمد میں واقع الفاظ اھدنا الصراط المستقیم کو اھدنا السراط المستقیم پڑھا کرتے تھے۔ (یعنی لفظ صراط کو سراط پڑھتے تھے) لیکن اب تمام موجود نسخوں میں "صراط" ہی موجود ہے۔ چونکہ علامہ صدیق حسن خان حسنی کے بقول سورۂ الفاتحہ میں ناسخ و منسوخ بالکل نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سنیوں نے لفظ "صراط" میں تحریف کی ہے۔ وہ اس طرح کہ اس کے سین کو صاد میں تبدیل کر دیا ہے۔ درمنثور کے الفاظ یہ ہیں۔

تفسیر درمنثور

اخرج سعید بن منصور وعبد بن حمید والبخاری فی تاریخه وابن الانباری عن ابن عباس انه قرا

اھدنا السراط بالسین۔

(تفسیر در منثور جلد اول ص ۱۴ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) ابن انباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ آپ (ابن عباس) اھدنا السراط پڑھا کرتے تھے۔ (یعنی لفظ سراط میں سین پڑھتے تھے۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ سنیوں نے "صراط" میں حرف سین کو صاد میں تبدیل کر کے تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔

جواب

ہم اس سے پہلے یہ وضاحت کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے تمام الزامات، دراصل ناسخ و منسوخ اور اختلاف قرارت پر مبنی ہیں۔ جہاں تک اختلاف قرارت کا معاملہ ہے۔ گزشتہ اوراق میں آپ تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ قرارت سبعہ کو اہل تشیع قرارت متواترہ مانتے ہیں۔ ایک دو حوالہ جات پھر پیش خدمت ہیں۔ تاکہ الزام کا بآسانی جواب ذہن نشین ہو سکے۔

تفسیر مجمع البیان

فَاعْلَمْ اَنَّ الظَّاهِرَ مِنْ مَذْهَبِ الْاِمَامِيَّةِ اَنَّهُمْ اَجْمَعُوْا عَلٰى جَوَازِ الْقِرَاءَةِ بِمَا تَتَدَاوَلُهُ الْقُرَّاءُ اِلَّا اَنَّهُمْ اِخْتَارُوْا الْقِرَاءَةَ بِمَا

جَازَ بَیْنَ الْقُرَّاءِ وَکَرِهُوْا تَجْرِیْدَ قِرَاءَةٍ مُفْرَدَةٍ

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جز اول ص ۱۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مذہب امامیہ میں یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے اس بات پر اجماع فرمایا کہ قراء سبعہ کے مابین جو قراءات پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں قرآن کو پڑھنا جائز ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے اس قراءۃ کو پسند فرمایا۔ جو تمام قراء کے مابین متفق علیہ ہو۔ اور کسی ایک قاری کی تنہا قراءت کو پسند نہ فرمایا۔

تفسیر منہج الصادقین

بناء علی ہذا بخاطر فاطر ایں فقیر منیعت جانی المفتقر الی غفران اللہ اللطیف السبحانی ابن شکر اللہ فتح اللہ الشریف الکاشانی کساہما جلابیب رضوانہ وسقاہما شآبیب غفرانہ، رسید کہ تقرباً الی اللہ تعالیٰ وطلبا رضاتہ الغلی مطالعہ تفاسیر عربیہ وفارسیہ وکتب تواریخ واحادیث وغیرآں از کتب کلامیہ واصول وفروع فقیہہ کردہ تفسیر از آں انتخاب نماید کہ مبنی باشد بہر حل معانی قرآن بر طبق قراءات سبعہ کہ مسلم الثبوت است ومجمع علیہ جمیع موافق ومخالف و معترض قراءات دیگر نمیشد بجہت تطریق اختلاف درآں۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد اول ص ۴ مطبوعہ تہران کتابفروشی چاپخانہ محمد حسن علمی)

ترجمہ:

بنا برایں اس حقیر پر تقصیر کے دل میں آیا۔ کہ محض اللہ تعالیٰ کے تقرب اور رضامندی کی خاطر عربی فارسی تفاسیر کا مطالعہ کر کے، کتب تاریخ و احادیث اور علم کلام کی کتابوں کے علاوہ اصول و فروع فقہیہ پر نظر دوڑا کر ایک منتخب تفسیر لکھی جائے۔ جس میں قرآن کریم کی قراءت سبعہ کے مطابق معانی کا حل پیش کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ قراءت مسلم الثبوت اور تمام موافق و مخالف حضرات کی متفق علیہ ہیں۔ ان سات قراءتوں کے علاوہ دوسری قراءت کی طرف توجہ اس لیے نہ دی جائے گی۔ کہ ایسا کرنے سے اختلاف کے واقع ہونے کا خطرہ ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ قراءات سبعہ کے تواتر کو اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں۔ تو اب ہم اس اعتراض کے جواب کی طرف آتے ہیں۔ لفظ صراط کو سراط پڑھنا دراصل انہی سات قراءتوں میں سے ایک متداول قراءۃ ہے۔ فرق یہ ہے۔ کہ "صراط" بحرف صاد پڑھنا قریش کی لغت ہے۔ چونکہ قرآن کریم لغت قریش پر نازل ہوا لہٰذا لفظ "صراط" کو صاد کے ساتھ لکھا گیا۔ اور "سراط" سین سے پڑھنا ایک اور قبیلہ کی قراءت ہے۔ اس کی تصدیق کتب شیعہ میں بھی موجود ہے۔

تفسیر لوامع التنزیل

صراط دراصل سراط بسین مہملہ نزد جماعتی باشد سین را برائے مطابقہ طا در اطباق بدل بصاد کردند و صراط بصاد مہملہ لغت قریش و بسین لغت دیگراں است خواندن آں بصاد افضل است چہ اکثر قرآن بلغت ایشاں نازل شدہ اگرچہ متحد المعنی اند۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۵ مطبوعہ
اسٹیم پریس لاہور)

ترجمہ:

اور لفظ "صراط" سین مہملہ کے ساتھ ایک جماعت کے نزدیک پڑھا جاتا ہے۔ حرف سین کو صفت اطباق کی وجہ سے طاء کو دیکھتے ہوئے صاد میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور صراط کو صاد سے پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ اکثر قرآن لغت قریش کے مطابق اترا ہے۔ (اگرچہ صاد اور سین سے پڑھنے میں باعتبار معنی کوئی خرابی نہیں) کیونکہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

تفسیر مجمع البیان

اَلْاَصْلُ فِي الصِّرَاطِ السِّيْنُ لِاَنَّهٗ مُشْتَقٌّ مِنَ السَّرْطِ .... فَمَنْ قَرَاَءَ بِالسِّيْنِ رَاعَى الْاَصْلَ وَمَنْ قَرَاَ بِالصَّادِ فَلِمَا بَيْنَ الصَّادِ وَالطَّاءِ مِنَ الْمُؤَاخَاةِ بِالْاِسْتِعْلَاءِ وَالْاِطْبَاقِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول ص ۲۷ جزء اول
مطبوعہ تہران طبع جدید سوق الشیرازی)

ترجمہ:

لفظ صراط میں اصل سین ہے۔ کیونکہ یہ السرط سے مشتق ہے۔ تو جس نے اسے سین سے پڑھا اس نے اصل کو ملحوظ رکھا۔ اور جس نے

صاد سے پڑھا۔ اس نے ایسا اس لیے پڑھا۔ کیونکہ صاد اور طاء کے مابین دو صفات مشترک ہیں۔ ایک استعلاء اور دوسری اطباق۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ لفظ صراط کو دونوں طرح صاد اور سین کے ساتھ پڑھنا دو مستقل قرائتیں ہیں۔ ایک لغت قریش اور دوسری ان کے بغیر۔ ان دونوں طریقوں کی قرأت پر جہاں سنیوں کا اتفاق ہے۔ وہاں اہل تشیع بھی متفق ہیں۔ اس لیے دونوں طرح پڑھی جانے والی قرأت کو "تحریف حرف قرآن" کا نام دینا نری جہالت ہے۔ اور جہالت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ یا پھر بغض و عناد کی منہ بولتی تصویر ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض دوازدہم

ایک اور آیت کی تحریف

اہل سنت کی معتبر حدیث کی کتاب مشکوۃ میں موجود ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ۔ قرآنی الفاظ تھے اس کے بعد "خمس معلومات" کے الفاظ اترے۔ اور انہوں نے سابقہ حکم منسوخ کر دیا۔ اور خمس معلومات کے الفاظ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف تک پڑھے جاتے رہے۔ لیکن اب یہ الفاظ موجود نہیں۔ عبارت مشکوۃ یہ ہے۔

مشکوٰۃ شریف

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيمَا اُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُوْمَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فِيمَا يُقْرَاُ مِنَ الْقُرْاٰنِ (رواہ مسلم)

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۳ باب المحرمات

مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ۔ "عشر رضعات یحرمن" نازل ہوا تھا۔ پھر اس کو "خمس معلومات" کے نزول کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوتا ہے۔ تو یہ قرآن پاک میں اسی طرح پڑھی جاتی ہیں۔

اس روایت سے ثابت ہوا۔ کہ "خمس معلومات" کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال تک منسوخ نہ ہوئے تھے۔ لیکن اب موجود قرآن میں ان الفاظ کا کوئی نشان نہیں۔ جس سے صاف ظاہر کہ سنیوں نے قرآن کی اس آیت میں تحریف کر دی ہے۔

جواب اول

یہ اعتراض بھی سابقہ اعتراضات کی طرح اُن آیات کے ذریعہ کیا گیا ہے جو آیات تلاوت کے اعتبار سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ لہٰذا منسوخ التلاوت آیت کو "تحریف" کے روپ میں ظاہر کرنا ایک بڑا فریب ہے۔ اور اہل سنت پر تحریف کے الزام کی ناپاک سعی ہے۔ اسی حدیث کے حاشیہ پر یوں مرقوم ہے۔

"فِيْمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْاٰنِ" يَعْنِيْ اَنَّ بَعْضَ مَنْ لَمْ يَبْلُغْهُ النَّسْخَ كَانَ يَقْرَءُهُ عَلَى الرَّسْمِ الْاَوَّلِ۔

ترجمہ:

"خمس معلومات" کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

انتقال تک پڑھے جاتے رہے۔ (لیکن انہیں تلاوت وہ حضرات کرتے رہے۔ جنہیں ان کے منسوخ ہونے کا علم نہ ہو سکا۔ تو وہ سابقہ رسم کے مطابق ان کی تلاوت کرتے رہے۔

(لیکن جنہیں ان کے نسخ کا پتہ چل گیا۔ انہوں نے ان کی تلاوت چھوڑ دی۔ (ان الفاظ کا نسخ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہی ہو گیا تھا۔ لیکن بعض حضرات کو آپ کے وصال تک اور کچھ دوسروں کو آپ کے وصال کے بعد تک اس کا علم نہ ہو سکا۔ اس لیے وہ ان کی تلاوت کرتے رہے۔ علم ہونے پر چھوڑ دی۔ اس موضوع پر صاحب تفسیر اتقان رقمطراز ہیں۔

تفسیر اتقان

ثُمَّ لَا يَخْلُوْ ذَالِكَ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا تُوُفِّيَ لَا يَكُوْنُ مَتْلُوًّا مِنَ الْقُرْاٰنِ اَوْ يَمُوْتُ وَهُوَ مَتْلُوٌّ مَوْجُوْدٌ بِالرَّسْمِ ثُمَّ يُنْسِيَهُ اللّٰهُ النَّاسَ وَيَرْفَعُهُ مِنْ اَذْهَانِهِمْ وَغَيْرُ جَائِزٍ نُسْخُ شَيْءٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری موجودگی میں ہی کسی آیت کا نسخ ہو سکتا ہے۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد نسخ

قرآن قطعاً درست نہیں۔ لیکن نسخ کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک صورت یہ ہے۔ کہ آیت تو آپ کی زندگی میں ہی منسوخ ہو گئی۔ اور آپ کے انتقال کے ساتھ ہی اس کی تلاوت بھی ختم ہو گئی۔ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ منسوخ تو آپ کی موجودگی میں ہو ئی۔ لیکن (بوجہ عدم علم) آپ کے انتقال کے بعد بھی کچھ حضرات اس کی تلاوت پرانی رسم کے مطابق کرتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو لوگوں کے ذہن و قلب سے بھلا دیا۔ اور اُسے اٹھا لیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد نسخ جائز نہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ مذکورہ آیت بھی انہی آیات میں سے ایک ہے۔ کہ جن کی تنسیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ لیکن کیا کریں۔ منسوخ التلاوت آیات کو اہل تشیع اپنے لیے غنیمت سمجھ کر اہل سنت پر تحریف کا الزام تھوپ دیتے ہیں۔ انہیں چاہیئے تھا۔ کہ یہ اعتراض براہِ راست اللہ تعالیٰ پر کرتے۔ کیونکہ نسخ کا تعلق اسی کی ذات سے ہے۔

جواب دوم

اسی آیت مذکورہ کو اہل تشیع کے ایک نامور مجتہد اور مفسر نے ان آیات میں شمار کیا۔ جو منسوخ التلاوت والحکم ہیں۔

تفسیر لوامع التنزیل

آنچہ منسوخ التلاوۃ والحکم معًا است پس از جملہ آں آیہ چیزیست کہ عائشہ روایت کردہ ان القران قد نزل فی الرضاع بعشر معلومات

ثم نسخن بخمس معلومات۔ یعنی وہ شکم معلوم اگر طفل شیر خورد ما بین رضاع ثابت و تنا کح حرام شد و بعد آں نسخ آں بخمس رضعات شد پس عشر مرفوع التلاوت والحکم و خمس مرفوع التلاوۃ و باقی الحکم است و در روض الجنان فرمود آنچہ در اخبار رضاع وارد شدہ ایں است۔ ان عشر رضعات یحرمن و منسوخ باں خمس عشر رضعۃ یحرمن گردید۔ و ہر دو مرفوع اللفظ والتلاوت اند۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۲۹ تا ۵۳۰ مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور۔

ترجمہ:

وہ آیات جو تلاوت اور حکم دونوں کے اعتبار سے منسوخ ہیں۔ ان میں سے ایک وہ آیت ہے۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ قرآن نے شروع شروع میں دس رضعات معلومات کو حرمت کا سبب قرار دیا تھا۔ پھر ان کو پانچ رضعات معلومات کے ذریعہ منسوخ کر دیا گیا۔ یعنی دس مرتبہ معلوم طریقہ سے اگر بچہ پیٹ بھر کر کسی عورت کا مدت رضاعت میں دودھ پیتا ہے۔ تو پھر حرمت اور باہمی نکاح وغیرہ نا جائز ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اس حکم کو پانچ مرتبہ پینے کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا۔ لہذا دس مرتبہ پینا مرفوع التلاوت والحکم کے قبیلہ سے ہے۔ اور پانچ مرتبہ پینا صرف مرفوع التلاوت ہے۔ حکم اس کا موجود ہے روض الجنان میں کیا۔ کہ دودھ پلانے کے متعلق اخبار میں یوں مذکور ہے۔

ان عشر رضعات یحرمن پھر اس کو خمس رضعة یحرمن کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا۔ اور دونوں آیات تلاوت و حکم دونوں کے اعتبار سے منسوخ ہیں۔ (یعنی جس طرح دس مرتبہ پینے کا حکم اور الفاظ باقی نہیں رہے۔ اسی طرح پانچ مرتبہ پینے کے الفاظ و حکم دونوں اٹھا لیے گئے)

عدة الاصول

واما نسخهما معا فمثل ما روی عن عائشة انها قالت کان فیما انزل الله تعالیٰ عشر رضعات یحرمن ثم نسخت بخمس فجرت بنسخه تلاوة وحکما وانما ذکرنا هذه المواضع علی جهة المثال ولو لم یقع شیئ منها لما اخل بجواز ما ذکرناه وصحته لان الذی اجاز ذالک ما قدمناه من الدلیل وذالک کاف فی هذا الباب

(عدة الاصول مصنفہ شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی جلد دوم ص ۳۰ مطبوعہ بمبئی)

ترجمہ:

بہرحال تلاوت اور حکم دونوں کے بیک وقت منسوخ ہونے کی مثال وہ روایت ہے۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں۔ کہ شروع میں اللہ تعالیٰ نے دس مرتبہ دودھ پینے پر رضاعت کا ثبوت نازل فرمایا تھا۔ پھر اس کو پانچ مرتبہ کے ساتھ منسوخ فرما دیا۔

تو اس کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو چکے۔ ہم نے یہ چند مقامات بطور مثال ذکر کر دیئے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بھی مثال نہ ملتی۔ تو بھی نسخ کی مذکورہ اقسام کے جائز ہونے میں کوئی خرابی اور خلل واقع نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے جواز کے لیے ہم نے جو دلیل ذکر کی۔ وہ اس موضوع کے جواز کے لیے کافی تھی۔

ان دونوں حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ "خمس معلومات" ان آیات میں سے ہے۔ جو تلاوت اور حکم دونوں اعتبار سے منسوخ ہے۔ لیکن معترض لفظ ہے۔ کہ یہ تحریف ہے۔ نہ معلوم اس کے نزدیک تنسیخ و تحریف ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ یا پھر اپنی جہالت پر منہ پیٹ رہا ہے۔

اعتراض سیزدہم

اہل سنت نے قرآن کی ایک مکمل سورت ہضم کر لی

تفسیر درمنثور میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ہم ایک سورت ایسی پڑھتے تھے۔ جو طویل و شدید ہونے کے اعتبار سے سورۃ التوبہ کے برابر تھی۔ اس میں سے ایک آدھ آیت مجھے اب بھی یاد ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

تفسیر درمنثور:

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ کُنَّا نَقْرَاُ سُوْرَۃً نُشَبِّہُھَا فِی الطُّوْلِ وَالشِّدَّۃِ بِبَرَاءَۃٍ فَاُنْسِیْتُھَا غَیْرَ اِنِّیْ حَفِظْتُ مِنْھَا لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَہٗ اِلَّا التُّرَابُ

(تفسیر درمنثور جلد اول ص ۱۰۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں۔ کہ ہم ایک ایسی سورت کی قرارت کرتے تھے۔ جو طول اور شدت میں سورۂ برأت کی مشابہت رکھتی تھی۔ میں وہ تمام بھول گیا۔ مگر یہ چند الفاظ یاد رہے۔ لَوْ کَانَ لابن ادم الخ اگر آدمی کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں۔ تو (ازروئے حرص) وہ تیسری وادی کی بھی چاہت رکھے گا۔ (ہاں یہ حقیقت ہے کہ) انسان کا پیٹ مٹی ہی بھرے گی۔

روایت بالا سے معلوم ہوا۔ کہ لوکان لابن ادم الخ الفاظِ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں پڑھے جاتے تھے۔ لیکن جو قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ ہے۔ اس میں ان الفاظ کا نام ونشان تک نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ان الفاظ کو سنیوں نے قرآن کریم سے نکال کر ((تحریف)) کا ارتکاب کیا ہے۔

جواب اوّل:

مذکورہ روایت کہ جس کو معترض نے اہل سنت پر الزام تحریف کے لیے پیش کیا اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے۔ تو یہی روایت اہل سنت کی تائید کر رہی ہے۔ اور اسی میں اعتراض کا جواب بھی دیکھا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ((میں وہ بھول گیا صرف چند الفاظ یاد ہیں)) ان الفاظ سے صاف ظاہر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذہنوں سے وہ سورت نکالی تھی۔ حضرات صحابہ کرام کے ذہنوں سے کسی آیت یا سورت کا نکل جانا اور نکالا جانا تنسیخ کی ایک صورت کہلاتا ہے۔ جس کی طرف گزشتہ اوراق میں ہم توجہ مبذول کرا چکے ہیں۔

اگر اس پر بھی معترض بھڑک اٹھے اور کہے چلو مان لیا کہ تمام سورت منسوخ ہو گئی۔ لیکن وہ الفاظ جو آپ نے اپنی یادداشت میں محفوظ ہونے پر بیان کیے۔ ان کی تنسیخ تو نہیں ہوئی۔ کیونکہ بقیہ سورت کی طرح اگر وہ بھی منسوخ ہوتے تو وہ بھی ذہن سے نقل جاتے۔ چونکہ وہ ذہن سے نہیں نکلے۔ لہٰذا وہ نسخ سے بچ گئے۔ لیکن اب انہیں قرآن میں کیوں نہ رہنے دیا گیا۔؟

تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ آیت مذکورہ تلاوت کے اعتبار سے منسوخ ہے۔ کیونکہ علامہ السیوطی نے تفسیر درمنثور میں اسے ان آیات کی بحث میں ذکر فرمایا۔ جو ان کے نزدیک منسوخ التلاوہ ہیں۔

جواب دوم

آیت مذکورہ کو صرف امام السیوطی ہی نے منسوخ التلاوۃ آیات کے زمرے میں شامل نہیں کیا۔ بلکہ شیعہ مفسرین نے بھی اس کی وضاحت و صراحت کی کہ یہ واقعی انہی آیات میں سے ایک ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

تفسیر دوامع التنزیل

اما آیاتیکہ منسوخ اللفظ باشد دون الحکم...... از ابو موسیٰ اشعری روایت کردند کہ ایشاں در زمان رسول می خواندند۔ لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَا بْتَغٰی اِلَیْھِمَا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاءُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔ وسیوطی ہشت روایت بہمیں مضمون از جم غفیر و جمع کثیر نقل کردہ۔ من شاء فلیرجع الیہ۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۲۹
مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور)

ترجمہ:

بہرحال وہ آیات کہ جن کی تلاوت اور لفظ منسوخ ہو گئے۔ اور حکم باقی رہا۔ (اس قسم کی آیت کی مثال وہ ہے جو) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یوں پڑھا کرتے تھے۔ لو کان لابن ادم الخ اور امام السیوطی نے اسی مضمون کی آٹھ روایات ذکر کیں۔ جن کی روایت ایک عظیم جماعت اور بکثرت آدمیوں نے کی۔ اگر کوئی تفصیل کا طالب ہے۔ تو اُسے تفسیر در منثور کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

تفسیر مجمع البیان

وقد جاءت اخبار کثیرۃ بان اشیاء کانت فی القرآن فنسخ تلاوتها فمنها ما روی عن ابی موسیٰ انّهم کانوا یقرؤن لو کان لابن آدم وادیین من مال لابتغی الیهما ثالثا ولا یملاء جوف ابن ادم الا التراب و یتوب الله علی من تاب ثم رفع۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول ص ۱۸۰ جز اول
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اس موضوع کے متعلق بہت سی روایات آئی ہیں۔ کہ کچھ ایسی آیات تھیں۔ جو قرآن کریم میں موجود تھیں۔ لیکن بعد میں ان کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔ ان میں سے ایک وہ آیت ہے۔ جو حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہوئی۔ فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام قرآن کی ایک آیت ان الفاظ سے پڑھا کرتے تھے۔ لو کان لابن آدم الخ۔ پھر اس کو اٹھا لیا گیا۔

ناظرین کرام! حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مرویہ روایت کی حقیقت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ خود شیعہ مفسرین بھی اسے منسوخ التلاوۃ مانتے ہیں۔ تو جیسے ہم بارہا تحریر کر چکے۔ کہ معترض کو نسخ کی صورت میں تحریف نظر آتی ہے۔ اور اندھے کی لاٹھی کی طرح کوئی امتیاز نہیں کر پاتا۔ اس سے صاف ظاہر کہ معترض پرلے درجے کا جاہل اور ہٹ دھرم ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض چہاردہم

ایک اور آیت کی تحریف

بئر معونہ کا واقعہ مشہور ہے۔ اس موقع پر کچھ صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ ان شہداء بئر معونہ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ایت اتاری۔ جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تلاوت ہوتی رہی۔ لیکن پھر غائب کر دی گئی۔

تفسیر در منثور:

بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اِنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا۔

(تفسیر درمنثور جلد اول ص ۱۰۵
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ہماری قوم کو ہمارے طرف سے یہ پیغام پہنچا دو۔ کہ ہم اپنے پروردگار سے آملے ہیں۔ وہ ہم سے راضی ہے۔ اور اس نے ہمیں

راضی کر دیا ہے۔

چونکہ مذکورہ آیت اب قرآن میں موجود نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ "تحریف" کے ذریعہ اس کو خارج کر دیا گیا ہے۔

جوابِ اوّل

نقل حوالہ میں بد دیانتی :

معترض نے علامہ السیوطی کی تفسیر درِمنثور کا حوالہ پیش کیا۔ لیکن بد دیانتی سے اس کا وہ حصہ نہ لکھا۔ جس میں اس اعتراض کا جواب موجود تھا۔ پوری عبارت یہ ہے۔ :

تفسیر درِ منثور :

واخرج ابن سعد و احمد و البخاری ومسلم وابو داؤد فی ناسخه وابن انصر لیس و ابن المنذر و ابن حیان و البیهقی فی الدلائل عن انس قال انزل الله فی الذین قتلوا ببئر معونة قرآنا قرأناه حتی نسخ بعد ان بلغوا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا۔

(تفسیر درِ منثور جلد اوّل ص ۱۰۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: ابن سعد، احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد نے اپنی ناسخ میں او

ابن الفریس، ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بیر معونہ کے شہداء کے بارے میں قرآن کی آیت نازل فرمائی۔ ہم اس کی تلاوت کرتے رہے۔ تا آنکہ وہ منسوخ ہو گئی۔ آیت یہ تھی۔ ان بلغوا قومنا الخ۔

صاحب تفسیر در منثور نے کس صراحت کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی اس آیت کے بارے میں یہ الفاظ نقل کئے "حتیٰ نسخ"، یعنی ہم اس آیت کی تلاوت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ تو اندھے معترض کو یہ الفاظ نظر نہ آئے۔ اس سے اگلے پچھلے الفاظ نقل کر کے الّو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ حضرات صحابہ کرام سے بھی اس قدر ناانصافی اور دھوکہ و فریب؟ آخر اللہ کو کون سا منہ دکھاؤ گے۔ علاوہ ازیں اگر علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موضوع کو دیکھ لیتا جس کے تحت انہوں نے یہ آیت و روایت ذکر کی۔ تو پھر بھی حیاء آجاتی۔ موضوع ہے۔ ان آیات کے بارے میں جو منسوخ التلاوۃ ہیں

جواب دوم

شیعہ مفسرین نے بھی اس کی تنسیخ لکھی

معترض نے اس آیت کو "تحریف" کے ثبوت میں وہ بھی غلط بیانی اور بددیانتی کے ساتھ پیش کیا۔ حالانکہ ایسا نہ تھا۔ اسی طرح خود شیعہ مفسرین نے بھی مذکورہ آیت کو منسوخ التلاوۃ دون الحکم کے تحت بطور ثبوت تحریر کیا۔ جس سے صاف ظاہر کہ آیت مذکورہ میں تحریف نہیں ہوئی۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے دورِ اقدس میں ہی اس کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی۔

تفسیر لوامع التنزیل

اما آیاتیکہ متروک اللفظ ومنسوخ التلاوۃ انداز جملہ آنہا طبرسی وسیوطی وابن سعد واحمد حنبل و بخاری ومسلم وابوداؤد در ناسخ وابن الفریس وابن جرید وابن منذر وابن حیان وبیہقی در دلائل از انس روایت کروندکہ۔ اَنَّ السَّبْعِیْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَۃٍ قُرْاٰنًا حَتّٰی نُسِخَ بَعْدَ اَنْ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اِنَّا لَقَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَاَرْضَانَا لفظ وتلاوت آں برآوردند۔

ترجمہ:

بہرحال وہ آیات کہ جن کی تلاوت اور لفظ دونوں متروک ہیں۔ ان میں سے ایک آیت وہ ہے۔ جس کو طبرسی، سیوطی ابن سعد احمد حنبل، بخاری، مسلم، ابو داؤد نے ناسخ میں اور ابن الفریس ابن جریر، ابن منذر، ابن حیان اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ستر انصاری جو کہ بئر معونہ کے وقت شہید ہو گئے تھے۔ ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا۔ جو بعد میں منسوخ ہو گیا۔ آیت یہ تھی۔ بلغوا قومنا انا الخ اس کے لفظ اور تلاوت اٹھا لیے گئے۔

☆

تفسیر منہج الصادقین

از انس روایت است کہ ہفتاد کس از انصار در بئر معونہ کشتہ شدند و در حق ایشان نازل شد۔ اِنَّا لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا و بعد از آں مرفوع گشت۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد اول ص۲۵۴
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ انصار میں سے ستر آدمی جنہوں نے بئر معونہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ انا لقینا ربنا الخ پھر اس کے بعد اس کو اٹھا لیا گیا۔ (یعنی اس کے الفاظ کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔)

تفسیر مجمع البیان

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ السَّبْعِیْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةٍ قَرَأْنَا فِیْهِمْ كِتَابًا بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اِنَّا لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَاَرْضَانَا ثُمَّ اِنَّ ذَالِكَ رُفِعَ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزء اول ص۱۰۸
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان ستر صحابہ کرام کے بارے میں مروی ہے۔ جو انصاری تھے۔ اور بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں قرآن (کی آیت) نازل فرمائی جو یہ ہے۔ بلغوا عنا قومنا الخ پھر بے شک اس آیت، (کے الفاظ و تلاوت) کو اٹھا لیا گیا۔

شیعہ مفسرین نے اس روایت کے بارے میں صاف صاف لکھ دیا۔ کہ یہ شہدائے بئر معونہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اس کی تلاوت بھی ہوتی رہی۔ لیکن پھر اس کی تلاوت منسوخ کر دی گئی۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ آیت مذکورہ ان آیات میں سے ایک ہے۔ جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ اور اس پر اہل سنت اور اہل تشیع مفسرین کا اتفاق ہے۔ خدا جانتا ہے۔ کہ معترض کس ڈھیٹ ہڈی کا بنا ہوا ہے۔ بے چارے کو نسخ و تحریف کا فرق ہی معلوم نہیں۔ بہر حال حسد و بغض کو نکال کر تلاش حقیقت کرنے سے تو حق کی پہچان مشکل نہیں رہتی۔

و ما علینا الا البلاغ

اعتراض پانزدہم

ایک اور مکمل آیت کی تحریف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر درمنثور نے ایک روایت نقل کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں ہم باپ دادوں کے متعلق نازل شدہ ایک آیت کی یوں تلاوت کیا کرتے تھے۔

تفسیر درمنثور

اخرج عبد الرزاق و احمد و ابن حبان عن عمر بن الخطاب قال ان اللہ بعث محمدا بالحق وانزل معہ الکتاب وکان فیما انزل علیہ اٰیۃ الرجم فرجم ورجمنا بعدہ ثم قال کنا نقرؤا ولا ترغبوا عن اٰبائکم فانہ کفر بکم ان ترغبو عن اٰبائکم۔

(تفسیر درمنثور جلد اول ص ۱۰۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

...مہ :

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ابن حبان، احمد اور عبدالرزاق نے روایت کی۔ فرماتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ اور ان کو ایک کتاب عطاء فرمائی۔ اس کتاب کی آیات میں سے ایک آیت "رجم" کی تھی۔ جس کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ نے اس کو جاری فرمایا۔ اور آپ کے وصال کے بعد ہم نے بھی اس کو جاری رکھا۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا۔ ہم یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے۔ لا ترغبوا عن اٰبائکم الخ یعنی تم اپنی نسبت اپنے آباؤ اجداد سے پھیر کر کسی اور طرف نہ کرو۔ کیونکہ یہ کفر ہے۔ اور تمہارا کفر یہی کافی ہے۔ کہ تم اپنے آباؤ اجداد سے منہ پھیر لو۔

روایت میں "نقرؤ" کے الفاظ صاف بتاتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ...اقدس میں مذکورہ آیت پڑھی جاتی تھی۔ لیکن اب سنیوں کے ہاں موجود قرآن ...میں نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس آیت کو تحریف کے ذریعہ نکال دیا گیا ہے۔

...واب اول

معترض نے جس روایت کو اپنے دعویٰ کی دلیل بنایا ہے۔ اس میں ...یات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ایک آیت رجم اور دوسری آیت اعراض ...بار جہاں تک آیت رجم کا معاملہ ہے۔ تو اس کی تشریح و تفصیل گزشتہ ...اق میں ہو چکی ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ آیت باعتبار تلاوت و تلفظ کے منسوخ ہو چکی ہے

لیکن از روئے حکم باقی ہے۔ اس پر دونوں فریق (اہل سنت و اہل تشیع) کا اتفاق ہے۔ لہٰذا اس میں تنسیخ ہے نہ کہ تحریف۔ اسی کے ساتھ دوسری آیت کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمانا اور دونوں کی قراءت کا اقرار کرنا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ دونوں آیات ایک ہی قبیلہ کی ہیں۔ تو جب آیت رجم منسوخ ہے تو پھر اس کے ساتھ ذکر ہونے والی آیت لاترغبوا عن اباءکم الخ کو بھی منسوخ التلاوۃ ماننا پڑے گا۔

اور اگر اس روایت کے باب یا موضوع کو بھی دیکھا جائے۔ تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ علامہ السیوطی نے اس کو "منسوخ التلاوت دون الحکم" کے باب میں ذکر فرمایا۔ یعنی آیت لا ترغبوا عن آبائکم الخ ان آیات میں سے ایک ہے۔ جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ اور حکم باقی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ آیت مذکورہ بھی آیتِ رجم کی طرح منسوخ التلاوت ہے۔ جس طرح (اہل تشیع) کے معترض کو آیت رجم میں تنسیخ کی بجائے تحریف نظر آئی تھی۔ اسی عینک سے اس آیت میں بھی تحریف نکال کر اہل سنت پر الزام دے مارا۔ لہٰذا اس سے قطعاً تحریف کا استدلال درست نہیں۔

جواب دوم

آیت مذکورہ کو ہم اہل سنت کی طرح شیعہ مفسرین نے بھی اُن آیات میں شمار کیا۔ جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ اور حکم باقی ہے۔

حوالہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمادیں

تفسیر منہج الصادقین

از ابی بکر روایت است کہ ما در اول اسلام قرارت میکردیم۔
لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِكُمْ فَاِنَّهٗ كُفْرٌ لَّكُمْ۔
حق تعالیٰ آنرا نسخ گردانید۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد اول ص ۲۵۴
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ہم شروع اسلام میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ لاترغبوا عن آبائکم الخ اللہ تعالیٰ نے اس (کی تلاوت) کو منسوخ کردیا۔

تفسیر جوامع التنزیل

از عمر خطاب روایت کردند کہ ما می خواندیم از قرآن لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم۔

(تفسیر جوامع التنزیل جلد اول
ص ۵۲۹ مطبوعہ اسٹیم
پریس لاہور)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ہم لاترغبوا عن آبائکم الخ کو قرآن کی آیت کے طور پر پڑھتے تھے

نوٹ

صاحب تفسیر لوامع التنزیل نے یہ آیت ،، منسوخ التلاوۃ دونوں ا
کے تحت تحریر کی ہے۔

تفسیر مجمع البیان

وَالنَّسْخُ فِي الْقُرْاٰنِ عَلٰى ضُرُوْبٍ مِنْهَا اَنْ يُّرْفَعَ
حُكْمُ الْاٰيَةِ وَتِلَاوَتُهَا كَمَا رُوِيَ عَنْ اَبِيْ
بَكْرٍ اَنَّهٗ قَالَ كُنَّا نَقْرَءُ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِكُمْ
فَاِنَّهٗ كُفْرٌ بِكُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جز اول جلد اول ص۲۱
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

قرآن کریم میں نسخ کی کئی اقسام ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ آیت کا حکم
اور اس کی تلاوت دونوں منسوخ ہو جائیں۔ اس کی مثال وہ
روایت ہے۔ جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
فرماتے ہیں۔ ہم لا ترغبوا عن آبائکم الخ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

ان حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی۔ کہ آیت
مذکورہ میں کسی نے تحریف نہیں کی۔ بلکہ یہ ان آیات میں سے ہے۔ جن کی
تلاوت منسوخ ہو چکی۔ یا تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو چکے۔ لہٰذا اس
آیت منسوخہ کے ذریعہ اہل سنت پر ،، تحریف ،، کا الزام لگانا ایک عظیم بہتان

ہے۔ جو خود اہل تشیع کے ہاں بھی مسلّم ہے۔ تعصب و عناد کی عینک اتار کر اگر کوئی حق بین نظر سے کام لے۔ تو اُسے یہ آیت بھی "منسوخ آیات"، کے زمرے میں، ہی نظر آئے گی۔ لیکن جاہل، ضدی اور دشمنِ صحابہ کا کوئی کیا علاج تجویز کرے۔ بس اللہ سے ہی دعا ہے۔ کہ وہ ایسے کو حق سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اعتراض شانزدہم

اہل سنت کے قرآن میں ایک مکمل آیت "تحریف" کی نذر ہو گئی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صاحب تفسیر در منثور نے ایک روایت ذکر فرمائی۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

تفسیر در منثور

اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِاُبَیٍّ اَوَلَیْسَ کُنَّا نَقْرَأُ فِیْمَا نَقْرَأُ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ اِنَّ اِنْتِفَاءَکُمْ مِنْ آبَائِکُمْ کُفْرٌ بِکُمْ فَقَالَ بَلٰی ثُمَّ قَالَ اَوَلَیْسَ کُنَّا نَقْرَأُ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ فِیْمَا فَقَدْنَا مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَقَالَ اُبَیٌّ بَلٰی۔

(تفسیر در منثور جلد اول ص ۱۰۶ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابواویس سے کہا۔ ہم قرآن پاک کی ایک آیت کی یوں تلاوت کیا کرتے تھے۔ ان انتفاء کم الخ یہ سن کر جناب ابواویس نے کہا۔ ہاں پڑھا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر نے کہا۔ کیا ہم یہ آیت نہیں پڑھتے تھے۔ الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ جناب ابواویس نے کہا ہاں اور یہ آیت کتاب اللہ میں سے ہم نے گم پائی۔

روایت مذکورہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے استفہامیہ انداز میں ابواویس سے دو آیتوں (الولد للفراش، ان انتفاء کم۔) کے بارے میں دریافت فرمایا۔ خاص کر دوسری آیت کے متعلق فرمایا۔ کہ اب ہم قرآن میں اس کو گم پاتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے۔ تو ابواویس نے اس امر کی تصدیق کردی۔ جس سے معلوم۔ کہ حضرت عمر بھی اس آیت کی تحریف سے پشیمان تھے۔ تبھی تو تصدیق چاہی۔

جواب اول

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دو آیتوں کے جواب میں ابواویس نے جواب دیا۔ ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم ان کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ لیکن اب گم پاتے ہیں۔ کیا کسی آیت کا اترنے کے بعد گم ہو جانا "تحریف" کہلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد ان آیات کو قرآن سے نکالا گیا۔ یہ مضمون کس جملہ کا ہے۔؟ تاکہ تحریف کی تعریف صادق آنے پر الزام کی صداقت مانی جاسکے۔ ہٹ دھرمی سے کوئی الزام

کوئی الزام ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کے علاوہ اگر علامہ السیوطی نے اس آیت کو جس باب کے تحت ذکر فرمایا۔ اُسے ہی سامنے رکھا جاتا۔ تو قطعاً یہ الزام نہ بن سکتا۔ علامہ نے اس آیت کو "منسوخ التلاوت دون الحکم" کے تحت رقم کیا ہے۔

جواب دوم

اسی روایت کو از قبیلہ نسخ شیعہ مفسرین نے بھی لکھا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر لوامع التنزیل

از عمر روایت کردند کہ عمر با بی اویس گفت ما در کتاب اللہ می خواندیم انتفاء کم من ابائکم کفرٌ بکم و ابی اویس گفت آری ما نیز می خواندیم از قرآن اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۲۹
مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے ابو اویس سے کہا۔ ہم قرآن کریم میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ ان انتفاء کم الخ اور ابو اویس نے کہا ہاں! ہم بھی قرآن میں یہ آیت پڑھتے تھے۔ الولد للفراش الخ

ناظرین کرام!

آپ نے دیکھا۔ کہ شیعہ مفسر نے بھی قرآن آیت کو ان آیات میں شمار کیا ہے۔ جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ یعنی یہ منسوخ ہے۔

لہٰذا تنسیخ کو تحریف کا نام دینا دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات پر الزام دھرنا ہے۔ کیونکہ تنسیخ اسی کا اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ "محرفین قرآن" کو انحراف عن الحق سے ہٹا کر قبولیت حق کی طرف راستہ دکھائے

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض ہفدہم

موجود قرآن میں اہل سنت نے ایک سورۃ کا اکثر حصہ نذرِ تحریف کر دیا

اہل سنت کے مفسر و امام علامہ السیوطی نے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے ایک اثر نقل کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسی سورت تھی۔ جو مسبحات کی طرح طویل تھی۔ لیکن اس کی انہیں صرف ایک آیت یاد رہ سکی۔ اصل عبارت یہ ہے۔

تفسیر اتقان

وَاَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیْ قَالَ كُنَّا نَقْرَؤُ سُوْرَةً نُشَبِّهُهَا بِاِحْدَی الْمُسَبِّحَاتِ مَا نَسِیْنَا هَا غَیْرَ اِنِّیْ حَفِظْتُ مِنْهَا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَتُكْتَبُ شَهَادَةٌ فِیْ اَعْنَا قِكُمْ فَتُسْئَلُوْنَ عَنْهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے ابوحاتم روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک سورۃ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ جو مسبحات کی مانند تھی۔ ہم اس کو بھول گئے صرف ایک آیت یاد رہی۔ یا ایھا الذین امنوا الخ

علامہ السیوطی کی اس نقل سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور دیگر صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مسبحات کی طرح کی سورت تلاوت کیا کرتے تھے۔ جس کے بعد میں فقط ایک آیت رہ گئی۔ باقی کدھر گئی۔ یہی تو تحریف ہے لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ سنیوں نے قرآن کی اس سورت میں تحریف کر دی۔

جواب اول

ہم ایک بار اس امر کی یاد دہانی کرا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ "تحریف" کسے کہتے ہیں۔ "تحریف" قرآن کریم کی کسی آیت، سورت یا لفظ کی ایسی تبدیلی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہوئی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس مقدار پر قرآن کریم چھوڑ گئے تھے۔ اس سے کم کر دیا جائے۔ حدیث مذکورہ میں آپ خود فرمائیں۔ کہ اس میں کون سا ایسا لفظ یا جملہ ہے۔ کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد صحابہ کرام نے اس سورت کی تحریف کر دی تھی۔ علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ اثر "آیات" کے ضمن میں درج فرمایا۔ جو منسوخ التلاوت دون الحکم ہیں۔ اس موضوع کے تحت اس کا اندراج اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ علامہ السیوطی کے نزدیک یہ سورت منسوخ التلاوت ہے۔ نہ یہ کہ اس میں تحریف واقع ہے۔ لیکن معترض کی بددیانتی کا کیا علاج کہ اس نے یہاں بھی نسخ

کو تحریف کے طور پر پیش کر کے اہل سنت پر "تحریف سورت" کا الزام لگانے کی ناپاک جسارت کی۔

جواب دوم

آپ حضرات کو یاد ہو گا۔ کہ ہم نے گزشتہ ایک فصل میں ناسخ و منسوخ اور اختلاف قراءت کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس میں مقصد پیش نظر یہ تھا۔ کہ قارئین کرام کو یہ معلوم ہو سکے۔ کہ معترض کے اعتراض کی حقیقت کیا ہے۔ یہ سورت بھی ناسخ و منسوخ کے ضمن میں آتی ہے۔ اور شیعہ مفسر علامہ حائری کا اس بارے میں فیصلہ ملاحظہ کریں)۔

تفسیر لوامع التنزیل

ابوموسیٰ اشعری گفت سورہ دیگرے بود مشابہ مسبحات اول آں سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ بود فراموش کردم اِلّا یک آیت از آں یاد دارم یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا ما لا تفعلون فتکتب شہادۃ فی اعناقکم فتسئلون عنہا یوم القیامۃ۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۴
مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور)

ترجمہ:

حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا۔ ایک اور سورت جو مسبحات کی مانند تھی۔ جس کی ابتداء میں یہ الفاظ تھے۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ الخ

مجھے بھول گئی۔ ہاں اس کی صرف ایک آیت مجھے یاد رہی۔ وہ یہ ہے۔ یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا الخ

قارئین و ناظرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ خود شیعہ مفسر نے اس سورۃ کو منسوخ سورتوں میں شمار کیا۔ جس کا واضح مطلب ہے۔ کہ اس مفسر کے نزدیک اس صورت میں ،،تحریف،، نہیں کی گئی۔ تحریف ہو بھی کیسے حضرت ابو موسیٰ اشعری خود فرماتے ہیں۔ کہ مجھے بھول گئی۔ حضرات صحابہ کرام کے قلوب و اذہان سے کسی سورت، آیت یا لفظ کا نکل جانا از خود نہ تھا۔ بلکہ من جانب اللہ تھا۔ اور نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ جیسا کہ اس کی وضاحت ناسخ و منسوخ میں ہو چکی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ معترض نے ایک عظیم افتراء اور بہتان تراشا۔ اسے اپنا گھر بھی نظر نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ بغض صحابہ سے ان کے دلوں کو پاک فرما کر حق دیکھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتراض ہژدہم

ایک اور آیت کی تحریف

تفسیر اتقان میں علامہ السیوطی نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ایک بات نقل کی۔ کہ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ تمہیں معلوم ہے۔ کہ ان جاھدوا الخ آیت نازل ہوئی تھی۔ لیکن اب ندارد۔ عبارت حوالہ درج ذیل ہے۔

تفسیر اتقان

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ اَلَمْ تَجِدْ فِيْمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا اِنْ جَاهَدُوْا كَمَا جَاهَدْتُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاِنَّا لَا نَجِدُهَا قَالَ اُسْقِطَتْ فِيْمَا اُسْقِطَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

مسور بن مخرمہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہما) سے فرمایا۔ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم پر ایک آیت نازل کی گئی تھی۔ لیکن اب اُسے ہم نہیں پاتے آیت یہ ہے۔ ان جاھدوا الخ یعنی تم اسی طرح جہاد کرو جس طرح تم نے پہلی مرتبہ جہاد کیا تھا۔ عبدالرحمن بن عوف نے جواب دیا۔ کہ آیت مذکورہ دوسری آیات منسوخہ کی طرح قرآن کریم سے ساقط کر دی گئی ہے۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ابن عوف سے اس آیت کے نزول کے بارے میں دریافت فرمانا اور ان کی تصدیق فرمانا۔ اس امر کا متقاضی ہے۔ کہ آیت مذکورہ نازل ہوئی تھی۔ لیکن اب قرآن میں اس نام کی کوئی آیت نظر نہیں آتی۔ جس سے اس کی "تحریف" ثابت ہوتی ہے۔

جواب اول:

روایت مذکورہ میں کوئی ایک جملہ یا لفظ ایسا نہیں۔ جو اس کا ثبوت مہیا کرتا ہو۔ کہ آیت مذکورہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تحریف کی گئی۔ بلکہ علامہ السیوطی کا اس آیت کا زیر بحث "منسوخ التلاوت دون الحکم" ذکر کرنا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں منسوخ ہو چکی تھی۔

جواب دوم:

علامہ السیوطی کی طرح شیعہ مفسر علامہ حائری نے بھی اس آیت کو دلیل کے طور پر اس باب میں ذکر کیا۔ جس میں منسوخ التلاوت دون الحکم کا ذکر ہے۔

تفسیر لوامع التنزیل

ابو عبیدہ روایت کردہ کہ عمر بعبد الرحمن بن عوف گفت آیا نبود در منزل علینا ان جاهدوا کما جاهدتم اول مرۃ و حالا نمی یابیم عبد الرحمن گفت آری ایں از جملہ است کہ از قرآن ساقط شدہ۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۲۹
مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور)

ترجمہ:

حضرت ابو عبیدہ نے روایت کی۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو کہا۔ ان جاهدوا الخ آیت ہم پر نازل نہ کی گئی تھی۔ لیکن اس وقت ہم اسے نہیں دیکھ پاتے۔ عبد الرحمن بن عوف نے کہا۔ ہاں یہ آیت بھی من جملہ ان آیات میں سے ہے۔ جو قرآن سے ساقط (منسوخ) ہو گئیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ مفسر علامہ حائری نے بھی اس آیت کو منسوخ قرار دیا۔ ورنہ وہ بھی اس کی تحریف کی توثیق کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہٹ دھرمی سے بچائے۔

اعتراض نوزدہم

ایک سورت کے اکثر حصہ کی تحریف

تفسیر اتقان:

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ نُزِّلَتْ سُوْرَۃٌ نَحْوَ بَرَاءَۃٍ ثُمَّ رُفِعَتْ وَحُفِظَ مِنْهَا اِنَّ اللّٰهَ سَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَهُمْ وَلَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَیْنِ مِنْ مَالٍ لَتَمَنّٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک سورۃ مثل

سورۃ براۃ نازل کی گئی۔ پھر اُسے اٹھا لیا گیا۔ اس میں سے صرف ایک آیت یاد رہ سکی۔ ان اللہ سیؤید الخ اللہ تعالیٰ عنقریب اس دین کی ایسی قوم کے ذریعہ مدد فرمائے گا۔ جو اخلاق سے عاری ہوگی۔ اگر آدمی کے پاس دو وادیاں مال کی ہوں۔ تو پھر بھی وہ تیسری وادی کی تمنا کرے گا۔ آدمی کا پیٹ مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہ بھرے گی۔ اور اللہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک سورت کے نزول کی واضح نشاندہی فرمائی۔ اور اس کی طوالت و مضمون کی مثل سورت کی نشاندہی بھی کر دی۔ اور پھر یہ بھی فرمایا۔ کہ اُس سورت کی صرف ایک آیت یاد رہ گئی ہے تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس سورت میں بھی تحریف ہو چکی ہے۔

جواب اول

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک سورت کے نزول کی وضاحت یعنی پھر وہ سورت اٹھالی گئی۔ کتنے واضح ہیں۔ جو اس امر پر دلالت کر رہے ہیں۔ کہ مذکورہ سورت منسوخ ہو گئی۔ معترض اگر نظر انصاف سے دیکھتا اور عقل و شعور سے کام لیتا۔ تو اُسے اسی اثر میں "تحریف" کا جواب بھی مل جاتا۔ لیکن بغض و عداوت کے بارے کر کیسے نظر آتا۔

علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کو منسوخ التلاوت دون الحکم کی بحث میں ذکر فرمایا۔ اس کی طرف بھی معترض کا دھیان نہ گیا۔

☆

جواب دوم

جس طرح خود اثر میں اس کی تنسیخ کی صراحت ہے۔ اور جس طرح علامہ سیوطی نے اسے منسوخ التلاوت آیات کے زمرے میں شمار کیا۔ اسی طرح مفسر علامہ حائری بھی اس کی تنسیخ کا قائل ہے۔ لیجیے حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر لوامع التنزیل

از اشعری مروی است کہ سورۂ شدیدہ مثل سورۂ برأت در طول و شدت نازل شدہ مرتفع شد الا از آں یاد دارم کہ اِنَّ اللّٰہَ سیؤید ھذا الدین باقوام لا خلاق لھم۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۲۔
مطبوعہ ایشیم پریس لاہور)

ترجمہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ایک شدید سورت جو سورۂ برأت کی طرح طویل و شدید تھی۔ نازل ہوئی پھر اٹھالی گئی۔ مگر اس سورت میں سے مجھے صرف یہ یاد ہے۔ ان اللہ سیؤید ھذا الخ۔

صاحب تفسیر لوامع التنزیل نے اس آیت کو منسوخ التلاوت دون الحکم تحت بطور استدلال ذکر کیا ہے۔ جس کا ماحصل یہ مطلب ہے۔ کہ اس میں ...ت تام کی سرے سے کوئی حجت نہیں۔ دراصل اہل تشیع کے ہاں تحریف

قرآن کے ثبوت میں کوئی ایک دلیل بھی نہیں۔ جس سے اہل سنت پر یہ الزام درست
پاتا ہو۔ انہیں جو اعتراض بھی ملا۔ وہ یا تو از قبیلہ نسخ تھا۔ یا اختلافِ قراءت کے
میں آتا تھا۔ ایسا اس لیے کیا جاتا ہے۔ تاکہ عوام اہل سنت کو فریب دے کر ا
بدظن کرنے کی کوشش کی جائے۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی
اللہ تعالیٰ ان کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

اعتراض بستم

اہل سنت کے قرآن کے حروف بوجہ تحریف کے کم ہیں

تفسیر اتقان

اَخْرَجَ الطَّبْرَانِيْ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مَرْفُوْعًا
اَلْقُرْاٰنُ اَلْفُ اَلْفًا حَرْفٍ وَّسَبْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اَلْفِ
فَمَنْ قَرَاَهٗ صَابِرًا مُحْتَسِبًا كَانَ لَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ
زَوْجَةٌ مِّنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ (رجاله ثقاة)

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۷۲ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے مرفوعاً روایت
کی۔ کہ قرآن کریم کے حروف دس لاکھ ستائیس ہزار ہیں۔

تو جو شخص صبر و ثواب کی نیت سے ان کی تلاوت کا شرف حاصل کرے
اُسے ہر ایک ایک حرف کے بدلہ میں حور العین کا جوڑا ملے گا۔ اس
روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں)

فن حدیث کے اعتبار سے علامہ السیوطی نے اسے مرفوع حدیث قرار دیا
دوسرے اس کے تمام راوی ثقہ قرار دیئے گئے۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ ضعیف
و موضوع وغیرہ اور مطعون نہیں۔ اس مرفوع حدیث سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
کی زبانی یہ واضح ہوا۔ کہ قرآن کریم تقریباً ساڑھے دس لاکھ حروف پر مشتمل تھا۔
لیکن اب جو قرآن پایا جاتا ہے۔ اس میں تقریباً تین لاکھ حروف ہیں۔ باقی ساڑھے
سات لاکھ کے قریب موجود نہیں۔ جس سے صاف ظاہر کہ حروف کی اتنی بڑی
تعداد کی تحریف ہی ہوئی۔ اس لیے سُنّی یہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم تحریف کے
قائل نہیں۔ اور یہ قرآن مکمل ہے۔

جواب اول

معترض نے اپنی دیرینہ بددیانتی سے کام لیتے ہوئے علامہ السیوطی کی
تفسیر اتقان کا مکمل حوالہ نقل نہ کیا۔ اگر ایسا کرتا۔ تو اس اعتراض کا جواب وہیں سے
پالیتا۔ قارئین کرام: مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر اعتراض کی حقیقت
پر نظر ڈالیں۔

تفسیر اتقان

اَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
مَرْفُوْعًا اَلْقُرْاٰنُ اَلْفُ اَلْفِ حَرْفٍ وَ سَبْعَۃٌ

وَعِشْرُوْنَ اَلْفَ حَرْفٍ فَمَنْ قَرَأَهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا كَانَ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ زَوْجَةٌ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ اِلَّا شَيْخُ الطَّبْرَانِىِّ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ اَبِىْ اَيَاسٍ تَكَلَّمَ فِيْهِ الذَّهَبِىُّ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَدْ حَمَلَ ذٰلِكَ عَلٰى مَا نُسِخَ رَسْمُهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَيْضًا اِذِ الْمَوْجُوْدُ الْاٰنَ لَا يَبْلُغُ هٰذَا الْعَدَدَ۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۷۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے مرفوعاً روایت کی۔ کہ قرآن کریم کے حروف دس لاکھ ستائیس ہزار ہیں۔ تو جو شخص صبر و احتساب کی نیت سے ان کی تلاوت کا شرف حاصل کرے۔ اسے ہر ایک ایک حرف کے بدلہ میں حور العین کا جوڑا ملے گا۔ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ مگر طبرانی کے شیخ محمد بن عبید بن آدم بن ابی ایاس کہ ان کے بارے میں امام ذہبی نے اسی حدیث کی وجہ سے جرح کی ہے۔ اور اگر اس کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر اس سے مراد ان تمام حروف سمیت اتنی تعداد ہے۔ جو باعتبار تلاوت منسوخ ہو چکے ہیں۔ کیونکہ موجود قرآن میں اتنی تعداد میں حروف نہیں ہیں۔

تفسیر اتقان کی روایت کے مکمل طور پر پڑھنے سے واضح ہو گیا۔ کہ معترض کا

یہ مقصد چونکہ "رجالہ ثقات" تک نکل سکتا ہے۔ اس لیے اُس نے وہیں تک الفاظ نقل کر کے الزام دھر مارا۔ اس سے اگلے الفاظ میں چونکہ اس الزام کا جواب بھی تھا اس لیے اُس سے دیدہ دانستہ چشم پوشی کر گیا۔ علامہ نے تمام راویوں کے ثقہ ہونے کے ساتھ بطور استثناء ایک راوی پر جرح کا ذکر کیا۔ جو طبرانی کے شیخ محمد عبید ہیں۔ بلکہ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے۔ تو روایت مذکورہ "طبرانی" حضرت عمر بن الخطاب سے نقل کر رہے ہیں۔ تو یہ بالکل عیاں ہے۔ کہ طبرانی اور حضرت عمر کے درمیان روایت کے کئی واسطے ہوں گے۔ طبرانی کو ان کے شیخ نے سنائی ہو گی۔ اس روایت کی سند میں کسی درمیانے راوی کا کوئی نام نہیں جس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ طبرانی کے شیخ محمد بن عبید نے ہی حضرت عمر سے اس روایت کو نقل کیا۔ تو جب محمد بن عبید شیخ طبرانی ہی مجروح قرار پائے۔ تو پھر اس روایت کی صحت کو کون تسلیم کرے گا۔ اسی لیے میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے اس روایت کو باطل قرار دیا۔

میزان الاعتدال

محمد بن عبید بن آدم بن ابی ایاس العسقلانی تَفَرَّدَ بِخَبَرٍ بَاطِلٍ قَالَ الطَّبْرَانِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ عَنْ حَفْصِ بْنِ مَیْسَرَةَ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْقُرْاٰنُ اَلْفُ اَلْفِ حَرْفٍ وَ سَبْعَةٌ وَ عِشْرُوْنَ اَلْفُ حَرْفٍ فَمَنْ قَرَاَهٗ صَابِرًا مُحْتَسِبًا کَانَ

لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ زَوْجَةٌ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ قَالَ الطَّبْرَانِيُّ فِيْ مُعْجَمِهِ الْاَوْسَطِ لَا يُرْوٰى عَنْ عُمَرَ اِلَّا بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

(میزان الاعتدال جلد سوم صفحہ ۹۹-۱۰۰ احرف المیم۔ مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

محمد بن عبید بن آدم بن ابی ایاس عسقلانی ایک خبر باطل میں تنہا راوی ہے۔ طبرانی نے کہا۔ کہ ہمیں محمد بن عبید انہیں ان کے باپ انہیں ان کے دادے نے حفص بن میسرہ سے اور انہوں نے زید بن اسلم انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کریم کے دس لاکھ ستائیس ہزار حروف ہیں۔ جو ان کو صبر و احتساب سے پڑھے۔ اس کو ہر حرف کے بدلہ میں ایک جوڑا حور العین کا ملے گا۔ طبرانی نے اپنی معجم اوسط میں کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت صرف اسی سند کے ذریعہ کی گئی ہے۔

جواب اول

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ یہ خبر "خبر باطل" ہے۔ لہذا محل استشہاد نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اسے بالفرض درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو علامہ السیوطی نے

اس کا جواب اور اس کی توجیہہ خود بیان فرمادی۔ وہ یہ کہ قرآن کریم کے حروف کی تعداد جو دس لاکھ ستائیس ہزار بنائی گئی۔ وہ ان تمام حروف کو ملا کر ہے۔ جو باعتبار تلاوت کے منسوخ ہو چکے ہیں۔ لہذا اعتراض تب ہوتا۔ کہ یہ بات مذکور ہوتی۔ کہ ان حروف میں سے کوئی بھی منسوخ نہ ہوا۔ حالانکہ ایسا کوئی اشارہ نہیں۔

فاعتبروا یااولی الابصار

اعتراض بست و یکم

ایک سورۃ میں کمی بیشی

تفسیر در منثور میں مذکور ہے۔ کہ جب حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ ملک شام میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ تو ابو درداء نے ان سے پوچھا۔ کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورۃ اللیل میں وما خلق الذکر والانثیٰ پڑھتے ہیں۔ یا والذکر والانثیٰ۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ وہ الذکر والانثیٰ پڑھتے ہیں۔ اس پر ابو درداء نے فرمایا۔ بخدا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر در منثور

اَخْرَجَ سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاَحْمَدُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَالْبُخَارِیُّ وَالْمُسْلِمُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وابن مَرْدَوِیَہ عَنْ عَلْقَمَۃَ اَنَّہٗ قَدِمَ الشَّامَ فَجَلَسَ اِلٰی

اَبِی الدَّرْدَاءِ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ دَرْدَاءِ مِمَّنْ اَنْتَ قَالَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ كَيْفَ سَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقْرَأُ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى قَالَ عَلْقَمَةُ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ هٰكَذَا وَهٰؤُلَاءِ يُرِيْدُوْنِيْ عَلٰى اَنْ اَقْرَأَهَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى وَاللّٰهِ لَا اُتَابِعُهُمْ۔

(تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۳۵۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ شام تشریف لائے۔ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ جناب ابو درداء نے ان سے دریافت کیا تم کن لوگوں میں سے ہو؟ عرض کیا۔ اہل کوفہ سے ہوں۔ تو حضرت ابو درداء نے پوچھا۔ یہ بتلاؤ۔ کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تم نے سورۃ اللیل کس طرح پڑھتے سنا کیا واللیل اذا یغشی...... والذکر والانثی۔ یہ سن کر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اسی طرح پڑھتے سنا۔ لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ میں ان الفاظ کو اس طرح پڑھوں۔ خلق الذکر والانثی۔ خدا کی قسم! میں ان کی یہ بات ہرگز نہ مانوں گا۔

روایت مذکورہ سے ثابت ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں۔ کہ سورۃ اللیل میں "والذکر والانثی" الفاظ تھے۔ لیکن اب موجود قرآن میں "وما خلق الذکر والانثی" ہے۔ جس سے صاف ظاہر کہ سنیوں نے اس سورت میں اپنی مرضی سے چند الفاظ بڑھا دیئے۔ حالانکہ قرآن کریم کے الفاظ میں کمی بیشی کا ان کو اختیار نہیں۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ موجود قرآن میں اصل قرآن کی بہ نسبت الفاظ کی زیادتی پائی جاتی ہے۔

جواب:

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے پاس ہم پر اعتراض کرنے کے لیے یا تو آیات منسوخہ ہیں یا اختلاف قراءۃ یا روایات شاذہ کا سہارا لیا جاتا ہے یہ اعتراض بھی قراءۃ شاذہ کے قبیلہ میں سے ہے۔ جس کو دونوں طرف کے مفسرین نے ذکر کیا ہے۔

تفسیر روح المعانی

وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذِهٖ قِرَاءَةٌ شَاذَّةٌ مَنْقُوْلَةٌ اٰحَادًا لَا تَجُوْزُ الْقِرَاءَةُ بِهَا۔

(تفسیر روح المعانی پارہ نمبر ۳۰ سورۃ واللیل مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

تم اچھی طرح جانتے ہو۔ کہ یہ قراءۃ (والذکر والانثی) شاذہ ہے۔ اور بطریق احاد منقول ہے۔ اس سے قراءۃ جائز نہیں۔ علامہ آلوسی صاحب

تفسیر روح المعانی نے معترض والی مکمل حدیث نقل کر کے پھر فرمایا۔ کہ والذکر والانثی والی روایت جو کہ "وماخلق" کے بغیر ہے۔ شاذ ہے۔ اسی طرح شیعہ مفسر نے بھی لکھا ہے۔

تفسیر مجمع البیان

فِی الشَّوَاذِ قِرَاءَةُ النَّبِیِّ وَقِرَاءَةُ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی وَخَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی بِغَیْرِ مَا رُوِیَ ذٰلِكَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزء دہم ص ۵۰۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

شاذ قراءتوں میں سے ایک قراءۃ وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اور قراءۃ علی بن ابی طالب، ابن مسعود، ابی درداء اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ النہار اذا تجلی وخلق الذکر والانثی۔ اس قراءۃ میں لفظ "وما" مذکور نہیں یہ روایت ابوعبداللہ سے مروی ہے۔ (یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے)

علامہ طبرسی نے بات واضح کر دی۔ کہ لفظ "وما" کے بغیر قراءۃ کی جو روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، ابن مسعود، ابو درداء اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہے۔ وہ شاذ ہے۔ اس کے مقابل وہ روایت کہ جس میں

"ما خلق الذکر الخ یعنی لفظ "ما" موجود ہے۔ وہ روایت و قراءۃ متواترہ ہے۔ لہٰذا جب کسی لفظ کا قرآن ہونا روایت شاذہ سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ تو ثابت ہوا۔ کہ اصل قرآن کے الفاظ وہی تھے۔ جواب بھی ہیں۔

پھر جب لفظ "ما" کے بغیر والی قراءۃ شاذ ٹھری۔ تو وہ روایت و قراءۃ کہ جس میں لفظ "ما" کے ساتھ "خلق" بھی مفقود ہے۔ وہ کس طرح صحیح اور متواتر ہو سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ "ما خلق" کے بغیر سورۃ اللیل کی آیت والی قراءۃ شاذ ہے۔ اسی کی تائید تفسیر قرطبی نے بھی کی ہے۔

تفسیر قرطبی

وَفِیْ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ عَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ قَدِمْنَا الشَّامَ فَاَتَانَا اَبُوالدَّرْدَاءِ فَقَالَ فِیْکُمْ اَحَدٌ یَقْرَءُ عَلٰی قِرَاءَۃِ عَبْدِاللّٰہِ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَکَیْفَ سَمِعْتَ عَبْدَاللّٰہِ یَقْرَءُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ (وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی) قَالَ سَمِعْتُہٗ یَقْرَاُ وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی قَالَ وَاَنَا وَاللّٰہِ ھٰکَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَءُھَا وَلٰکِنْ ھٰٓؤُلَآءِ یُرِیْدُوْنَ اَنْ اَقْرَاَ وَمَا خَلَقَ فَلَا اُتَابِعُھُمْ قَالَ اَبُوْبَکْرِ الْاَنْبَارِیْ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیَی الْمَرْوَزِیْ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْاَحْمَدَ الزُّبَیْرِیْ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِیْلُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ یَزِیْدَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ اَقْرَاَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ كُلٌّ مِنْ هٰذَيْنِ الْحَدِيْثَيْنِ مَرْدُوْدٌ بِخِلَافِ الْاِجْمَاعِ لَهُ وَ اَنَّ حَمْزَةَ وَعَاصِمًا يَرْوِيَانِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَا عَلَيْهِ جَمَاعَةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْبِنَاءُ عَلٰى سَنَدَيْنِ يُوَافِقَانِ الْاِجْمَاعَ اَوْلٰى مِنَ الْاَخْذِ بِوَاحِدٍ يُخَالِفُهُ الْاِجْمَاعُ وَ الْاُمَّةُ۔

(تفسیر قرطبی جلد نمبر ۲۰ ص ۸۱ سورۃ اللیل مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ:

صحیح مسلم شریف میں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ ہم جب ملک شام گئے۔ تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ہاں بھی گئے۔ بوقت ملاقات انہوں نے پوچھا۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق قرآن پڑھتا ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں میں ایسی قراءت پڑھتا ہوں کہنے لگے اچھا تو پھر وہ سورۂ واللیل پڑھ کر سناؤ۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کیسے قراءت کیا کرتے تھے۔ میں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ واللیل اذا یغشی..... والذکر و الانثی۔ یہ سن کر فرمانے لگے۔ میں نے بھی خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے وہ یونہی اس کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ میں

یوں پڑھوں وذو ما خلق الذکر والانثی۔ لیکن میں انکی بات تو نہیں مانوں گا۔ ابوبکر انباری نے کہا۔ ہمیں محمد بن یحییٰ مروزی نے حدیث سنائی۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہمیں محمد اور انہیں احمد زبیری انہیں اسرائیل انہیں ابو اسحاق انہیں عبدالرحمن بن یزید انہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آیت یوں پڑھائی تھی۔ انی انا الرزاق ذو القوۃ المتین۔ ابوبکر کہتے ہیں۔ یہ دونوں حدیثیں مردود ہیں۔ اجماع ان کے خلاف منعقد ہے۔ حمزہ اور عاصم دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے وہ روایت کرتے ہیں۔ کہ جس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ (یعنی وما خلق الذکر والانثی) اور ایسی دو اسناد پر اعتماد کرنا جو اجماع کے موافق ہوں۔ یہ بہتر ہے۔ اس سے کہ ایک ایسی سند پر اعتماد کیا جائے۔ جو اجماع اور امت مسلمہ کے مخالف ہو۔

حضرات قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ سورۃ والیل میں آیت "وذو الذکر والانثی"، جو لفظ "وما خلق"، کے بغیر روایت کی گئی۔ یہ قراءۃ شاذہ ہے۔ اور اس کے شذوذ کو اہل تشیع دونوں مفسرین نے مانا۔ تفسیر قرطبی نے اس کے ساتھ ساتھ اسے مردود تک کہہ دیا۔ اس وضاحت کے بعد ہم اہل سنت پر اس معاملہ میں تحریف یا حروف کی زیادتی کا الزام دینا کسی طور پر بھی درست نہیں۔

صاحب تفسیر قرطبی نے دونوں اقسام کی روایات کا موازنہ بھی کیا حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت حضرت علقمہ کی ہے۔ جو معترض نے پیش کی۔ یہ شاذ ہے۔ اور اس کے مقابل وہ روایت ہے۔ جسے قراء سبعہ میں

حمزہ اور عاصم نے روایت کیا۔ یہ متواتر ہے۔ اور اجماع امت کے موافق ہے۔ اس لیے
خبر واحد کو خبر متواتر کے مقابل لانا بلکہ اس سے زیادہ اہمیت دینا اور پھر اس طرح اہل
پر "زیادتی حروف" کا الزام لگانا قطعاً درست نہیں۔ ایک عادل شخص کی روایت
"روایت متواترہ" قرار نہیں دی جا سکتی۔ "فلا اتابعھم" کے الفاظ پ
تفسیر قرطبی کے حاشیہ میں یہ وضاحت مذکور ہے۔

تفسیر قرطبی:

وَفِي كِتَابِ الْأَحْكَامِ لِابْنِ الْعَرَبِيِّ مَا نَصَّهُ هٰذَا مِمَّا لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ بَشَرٌ ...... فَإِنَّ الْقُرْآنَ لَا يَثْبُتُ بِنَقْلِ الْوَاحِدِ وَإِنْ كَانَ عَدْلًا وَإِنَّمَا يَثْبُتُ بِالتَّوَاتُرِ الَّذِي يَقَعُ بِهِ الْعِلْمُ۔

(تفسیر قرطبی جلد نمبر ۲۰ ص ۸۱ مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ:

ابن عربی کی تصنیف کتاب الاحکام میں بطور نص ذکر کیا۔ کہ یہ (یعنی روایت علقمہ) ایسی بات ہے۔ جس کی طرف کوئی انسان توجہ نہیں کر پاتا۔ کیونکہ خبر واحد سے کبھی قرآن ثابت نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس کا راوی عادل ہی کیوں نہ ہو۔ قرآنیت تو خبر متواتر سے ثابت ہوا کرتی ہے۔ جس پر علم یقینی آ جاتا ہے۔

دیکھئے محشی نے وہی بات کی۔ جس کا ہم تذکرہ کر چکے ہیں۔ اور اس بات

کی نسبت امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ اگرچہ بقیہ صحابہ کرام کی طرح عادل ہیں۔ لیکن ایک عادل کی روایت سے تواتر ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک تواتر نہ ہو کسی جملہ یا لفظ کا قرآنی آیت ہونا قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مذکورہ الفاظ جو حضرت علقمہ کی روایت کے مطابق کم ہیں۔ صرف اتنے الفاظ پر آیت کا مشتمل ہونا شاذ ہے۔ اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ اس کے برخلاف عاصم اور حمزہ کی روایت پر چونکہ اجماع امت منعقد ہے۔ اس لیے یہ زیادتی سنیوں کی طرف سے نہیں۔ بلکہ خبر متواتر کے ذریعہ اس کی قرآنیت ثابت ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ان شیعوں کو ہدایت عطا کرے۔

نوٹ:

جب میں تحریف و تنسیخ قرآن کے متعلق ان سوال و جواب سے فارغ ہوا۔ تو انہیں دنوں ایک صحیح العقیدہ سنی نوجوان ناصر محمود بادامی باغ لاہور اہل تشیع کی دو کتابیں لے کر آیا۔ ایک فتوحات شیعہ اور دوسری تحریف قرآن تھا۔ ایک شیعہ مبلغ مولوی اسماعیل کے مناظروں پر مشتمل تھیں۔ دوران میں اہل سنت پر شیعہ مذکور نے بے بنیاد الزامات لگائے۔ ان الزامات کا تعلق بھی "تحریف قرآن" کے ساتھ تھا۔ اس نوجوان کی شدید تمنا و اصرار پر میں نے ارادہ کر لیا۔ کہ ان الزامات کا بھی کچھ تذکرہ ہو جائے۔ کچھ اعتراضات وہ تھے۔ کہ جن کے جوابات سے فراغت ہو چکی۔ مزید اعتراضات کہ جن کا پہلے تذکرہ نہیں ہو سکا۔ اب انہیں لکھ کر ان کے جوابات سپرد قلم کیے جا رہے ہیں۔

اعتراض بست و دوم

سنیوں کے قرآن میں حروف کی تحریف۔

اہل سنت کی کتب تحریفِ قرآن سے مملو ہیں دیکھئے سب سے مایۂ ناز کتاب اصح الکتب بعداز کلام باری سمجھی جاتی ہے۔ یعنی بخاری شریف اس کی جلد دوسری ص ۴۸۶ موجود ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَتْ عُکَاظ وَمَجِنَّہ وَذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقَ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَأَثَّمُوا اَنْ يَتَّجِرُوا فِي الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ۔

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ کہ زمانہ جاہلیت میں عکاظ مجنہ اور ذوالمجاز کے بازار لگا کرتے تھے۔ بنابرایں صحابہ کرام نے موسم حج میں تجارت کو گناہ سمجھا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ نہیں علیکم جناح

ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مراسم الحج۔

حضرات! اب میں حفاظ کرام خصوصًا حافظ تنظیم اللہ وسایا صاحب (جو وہاں براجمان تھے) سے پوچھتا ہوں۔ کہ مراسم الحج کس قرآن میں نازل ہوا تھا۔ اور کیا اب موجود ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کہاں گیا۔ اور اگر یہ تفسیری اضافہ ہے۔ تو نزلت کے ماتحت کیوں؟ کیا تفسیر بھی نازل ہوئی ہے؟ اور منزل من اللہ کو قرآن سے کیوں نکالا گیا۔؟

(ماخوذ از فتوحات شیعہ ص ۱۲۲ مبلغ اعظم اکیڈمی
ورکس آل محمد فیصل آباد)

جواب اول

قارئین کرام! مولوی اسماعیل شیعی کے مذکورہ اعتراض کا جواب دینے سے قبل ایک دو باتیں گوش گزار کر رہا ہوں۔ جو ضروری ہیں۔ مولوی مذکور نے اس کتاب میں اپنے مناظرے درج کیے۔ جن میں بددیانتی اور فریب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا ہے یہ اعتراض جس مناظرے میں درج کیا ہے۔ وہ مناظرہ مولوی محمد صدیق صاحب تاندلیانوالہ کے ساتھ ہوا۔

لیکن مولوی محمد صدیق صاحب کی طرف سے اس مناظرے میں جو کچھ کہا گیا۔ اُسے درج تک نہیں کیا گیا۔ آخر کب ممکن ہے۔ کہ ایک شخص میدانِ مناظرہ میں آئے اور اس کی تیاری کر کے آئے۔ پھر وہ مدمقابل کے سامنے چُپ سادھ جائے۔ چونکہ اس کتاب کی ترتیب و تحریر مولوی اسماعیل کے رحم و کرم پہ تھی۔ جو چاہا لکھ دیا۔ اور جسے چاہا چھوڑ دیا۔ اپنے مدمقابل کے جوابات کا ذکر نہ کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی۔ کہ مولوی اسماعیل کے سوالات و اعتراضات کا واقعی کوئی جواب نہ بن سکا۔

اور مناظر اہل سنت سے منہ کی کھائی۔ اس لیے میں نے چاہا۔ کہ ان اسماعیلی اعتراضات کا تفصیلی جواب تحریر کروں۔ تاکہ حقیقت حال ناظرین پر واضح ہو جائے۔

بخاری شریف (کہ جس کا حوالہ دیا گیا ہے) کو اٹھا کر اس مقام کو پڑھیں۔ جہاں سے اسماعیل شیعی نے عبارت نقل کی۔ مذکورہ مقام میں "وفی مراسم الحج"، پر کوئی لکیر نہیں ڈالی گئی۔ جیسا کہ دوسری آیت یعنی لیس علیکم جناح ان تبتغوا الخ پر ڈالی گئی۔ تو اس سے ثابت ہوا۔ کہ فی مراسم الحج کا تعلق فنزلت فعل سے ہے۔ لہٰذا اس کو آیت کا حصہ شمار کرنا درست نہیں۔ کیونکہ معنی یہ ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام نے موسم حج میں تجارت کو برا جانا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس موسم میں تجارت کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ لیس علیکم الخ۔ تو "وفی مراسم الحج"، جب آیت قرآنی کا حصہ ہی نہیں۔ تو اس کے بارے میں وہ سوالات جو معترض نے کیے۔ کہ تحریف ہو گئی وغیرہ سرے سے ختم ہو گئے۔

پھر اس پر ہم مزید یہ کہتے ہیں۔ کہ چلو تم اس حصہ (فی مراسم الحج) کو قرآن ہونا ثابت کر دو۔ کیونکہ ضابطہ یہ ہے۔ کہ کسی جملہ یا عبارت کا قرآن ہونا تواتر کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا۔ تو کسی اہل بیت کے امام کی روایت سے یہ ثابت کر دو۔ کہ انہوں نے اس کو قرآن کہا ہو۔ تو بیس ہزار روپیہ نقد پاؤ۔ لیکن یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ دنیائے شیعیت کبھی اس کو ثابت نہ کر سکے گی۔ جب قرآن میں داخل ہی نہیں۔ تو پھر اس سے نکالنے کا کیا مطلب؟

جواب دوم

بات حقیقت میں یہ ہے۔ کہ حضرات صحابہ کرام بعض دفعہ قرآنی آیت کے ساتھ تفسیری نوٹ بھی لکھ لیا کرتے تھے۔ اور انہیں اس فرق کا بخوبی علم۔

کہ کتنا حصہ آیت ہے۔ اور کتنا تفسیری نوٹ ہے۔ لیکن بعد میں کچھ راویوں نے ان تفسیری جملوں کو قرآن سمجھ کر روایت کر دیا۔ اور انہیں داخل قرآن بیان کیا۔ لیکن ایسا کرنے سے کوئی جملہ یا لفظ قرآن بن نہیں جاتا۔ اس کی چند مثالیں علامہ السیوطی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیں ہیں۔

تفسیر اتقان

الخامس الموضوع كقراءة الخزاعي وظهر لي
سادس يشبهه من انواع الحديث المدرج
وهو ما زيد في القراءات على وجه التفسير
كقراءة سعد بن ابي وقاص وله اخ او اخت
من ام اخرجها سعيد بن منصور وقراءة ابن
عباس ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلا
من ربكم في مواسم الحج واخرج عن
الحسن انه كان يقرا (وان منكم الا واردها
الورود الدخول) قال الانباري قوله الورود
الدخول تفسير من الحسن لمعنى الورود و
غلط فيه بعض الرواة فادخله في القران
قال ابن الجزري في اخر كلامه وربما كانوا
يدخلون التفسير في القراءات ايضاحا
وبيانا لانهم محققون لما تلقوه
عن النبي صلى الله عليه وسلم قرانا

فَهُمْ آمِنُوْنَ مِنَ الْاِلْتِبَاسِ وَرُبَّمَا كَانَ بَعْضُهُمْ يَكْتُبُهُ مَعَهُ۔

(تفسیر اتقان جلد اول ص ۹۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

قرارۃ کی پانچویں قسم "موضوع" ہے۔ اس کی مثال قراءات خزاعی ہے۔ مجھے چھٹی قسم کا بھی علم ہوا۔ جو حدیث مدرج سے مشابہ ہے۔ یہ وہ قسم ہے۔ کہ تفسیر کے اعتبار سے کسی قرارت میں زیادتی کر لی جاتی۔ جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی یہ قرارت ہے۔ لیس علیکم او اخت من ام۔ اس کی روایت سعید بن منصور نے کی۔ دوسری مثال حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قرارت ہے۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج اور حسن سے یوں قرارت کی روایت آئی ہے۔ وان منکم الا واردها الورود الدخول۔ انباری نے کہا۔ کہ جناب حسن کا قول الورود الدخول خود ان کی تفسیر ہے۔ جو درج کی گئی ہے۔ بعض راویوں نے غلطی کی۔ اور اسے قرآن میں داخل کر دیا۔ ابن جزری نے اپنے کلام کے اختتام پر کہا۔ لوگوں نے بعض دفعہ تفسیری جملوں کو قرآن میں داخل کر دیا۔ لیکن خود تفسیری نوٹ لکھنے والے اس میں شک نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو انہیں پہنچا۔ اس کے بارے میں وہ اچھی

طرح جانتے تھے۔ کہ قرآن کیا ہے اور تفسیر کیا ہے۔ اس لیے وہ ان دونوں میں خلط ملط سے بالکل محفوظ و مامون تھے۔ اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوا۔ کہ کچھ لوگوں نے قراءۃ کے ساتھ جملہ تفسیر یہ بھی لکھ لیا۔

جواب سوم

صحیح بخاری شریف میں روایت مذکور کے الفاظ "وفی مواسم الحج"، پر تفسیری و تشریحی حاشیہ یہ تحریر ہے۔

بخاری شریف

فی مواسم الحج کلام الراوی ذکرہ تفسیرا للایۃ الکریمۃ .... رواہ ابن عمر فی مسندہ وکان ابن عباس یقراءھا فھی علی ھذا من القراءۃ الشاذۃ وحکمھا عند الائمۃ حکم التفسیر

(بخاری شریف جلد اول ص ۲۳۸
حاشیہ نمبر ۶ مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

"وفی مواسم الحج"، راوی نے آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے ...... ابن عمر نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ان الفاظ کی تلاوت کرتے تھے۔ تو اس روایت کے اعتبار سے یہ قراءت، شاذ کہلائے گی۔ اور روایات قراءۃ شاذہ صرف تفسیر کا کام ہی دے سکتی ہے۔

جواب چہارم

مولوی اسماعیل کی اسی تصنیف "فتوحات شیعہ" میں ص ۱۲۵ پر ایک اعتراض اور اس کا جواب ہم ذکر کر دیتے ہیں۔

اعتراض یہ ہوا۔ کہ لقد عهدنا الی ادم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمة والحسنین والائمة من ذریتهم کے الفاظ شیعوں کی مشہور اور مستند کتاب "اصول کافی" میں مذکور ہیں۔ لیکن اب قرآن میں موجود نہیں۔ لہٰذا یہ اہل تشیع کی طرف سے تحریف کی گئی۔ مولوی اسماعیل نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ان دونوں روایتوں میں لفظ "فی" تو بطور تفسیر واقع ہوا ہے۔ اس میں لفظ نزلت یا قرارت دکھلائیے۔ ورنہ...... کیونکہ یہ ما تحت لفظ "فی" مندرج ذیل ہے۔ جیساکہ تفسیر صافی ص ۱۴ پر مذکور ہے۔ کہ ان بعض المحذوفات کان من قبیل التفسیر والبیان ولم یکن من اجزاء القرآن یعنی محذوف شدہ حروف جن کا کتب شیعہ میں ذکر ہے۔ وہ از قسم تفسیر اور بیان ہیں۔ اور اجزائے قرآن میں سے نہیں ہیں"

لمحہ فکریہ

مولوی اسماعیل کہ جن کے تمام بزرگ اس کے معتقد ہیں۔ کہ موجود قرآن نامکمل اور محرف ہے۔ جب ان پر امام غائب کی مصدقہ کتاب سے کوئی ایسا حوالہ پیش کیا جائے۔ جو تحریف قرآن پر دلالت کرتا ہو۔ تو اس کے جواب میں فوراً یہ بہانہ

تراشتے ہیں۔ کہ لفظ "فی" تفسیر اور بیان کے طور پر مذکور ہوا۔ نہ کہ اصل قرآن کے طور پر۔ اس قسم کے محذوفات دراصل تفسیری نوٹ ہوا کرتے ہیں۔ تو ہم بھی یہی عرض کر رہے ہیں۔ کہ آیت زیر بحث میں بھی لفظ "فی"، موجود ہے۔ (فی مواسم الحج)، کے الفاظ اس کو تفسیر و بیان بتانے میں کونسا سانپ سونگھتا ہے۔ جبکہ ہم نے متعدد کتب سے یہ بات کر دیا ہے کہ "فی مواسم الحج"، کے الفاظ قرآن کا حصہ نہیں ہیں۔ بلکہ تفسیری الفاظ ہیں۔ تم کہو تو درست اور ہم وہی بات کہیں تو غلط۔ سبحان اللہ! کیا انصاف فرمایا۔

اعتراض بست و سوم

فتوحاتِ شیعہ میں بخاری شریف سے ایک اور روایت ذکر کر کے اہل سنت پر الزامِ تحریف لگایا گیا۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

حضرات لیجئے بخاری شریف، ص ۷۴۳ سے ایک اور روایت بھی سن لیجئے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلِصِيْنَ۔

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ وانذر عشیرتک الاقربین و رھطک منھم المخلصین الخ

مبلغ اعظم نے فرمایا۔ او حافظو اور قاریو بتاؤ رھطک منھم المخلصین کس قدر قرآن کی آیت ہے۔ اگر منسوخ ہو گئی تو اس کی ناسخ کون سی آیت ہے۔ اگر تفسیری نوٹ ہے تو نازل ہونے کی کیا معنی؟ اور عبداللہ بن عباس جیسے حبر الامت اور ترجمان القرآن نے اس کی قرات کیسے کی؟ (فتوحات شیعہ ص ۱۲۲)

جواب

پچھلے اعتراضات کے دوران ہم اس بات کو ایک سے زائد مرتبہ دہرا چکے ہیں۔ کہ اہل سنت پر تحریف کا الزام ثابت کرنے کے لیے دنیائے شیعیت کے پاس کوئی ایک دلیل بھی نہیں۔ اور جو کچھ وہ دلائل واستشہاد پیش کرتے ہیں۔ وہ دراصل کسی منسوخ آیت کو لیں گے۔ یا اختلاف قراءۃ کا سہارا لے کر یہ اعتراض بنائیں گے۔ مولوی اسماعیل کا یہ اعتراض بھی اختلافِ قراءت کے قبیلہ میں سے ہے۔ یہ قراءت خود کتب شیعہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان

وَفِيْ قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔ وَرُوِيَ ذَالِكَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع)

(تفسیر مجمع البیان جزء نمبر ۷ جلد نمبر ۴ ص ۲۰۶ طبع جدید مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءۃ میں یوں آیا ہے۔ وانذر عشیرتک الاقربین ورھطک المخلصین۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت کیا گیا ہے۔

خلاصہ

حقیقت یہ ہے۔ کہ خود شیعہ قرآن کریم کے محرف ہونے کے قائل اور معتقد ہیں۔ اور جب ان سے اپنے دفاع میں کوئی حیلہ درست نہیں ہو پاتا۔ تو پھر الٹا اہل سنت کو بھی اپنا ساتھی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور الٹا شور مچاتے ہیں۔ کہ دیکھو ہم تو قرآن کریم کو مکمل اور غیر محرف مانتے ہیں۔ لیکن سنی اس کو کامل و مکمل نہیں مانتے۔

ان سے میں دریافت کرتا ہوں۔ کہ تمہارے ہی مسلک کی معتبر تفسیر "مجمع البیان" میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے "وحطک منہم المخلصین" کی روایت منقول ہے۔ تو تبلاؤ کہ امام موصوف سے یہ الفاظ قرآن سمجھ کر پڑھے یا غیر قرآن؟ اگر کہو کہ قرآن سمجھ کر پڑھے۔ تو پھر تفسیر و بیان کے زمرے میں ہی آ گئے۔ یا اختلافِ قرارت کی صورت میں پڑھے گئے ہوں گے۔ تو ہم بھی ان دونوں صورتوں کے قائل ہیں۔ لیکن اس کو "تحریف قرآن" کیسے کہا گیا؟ شیعہ سنی دونوں کی کتب میں اس جملہ کو "قرآن کا حصہ" قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ بالاتفاق اختلافِ قرارت کی صورت ہے۔ اسے مولوی اسماعیل کی لاعلمی کہیں۔ یا تجاہل عارفانہ۔ بے چارے کو اپنے مسلک کی خبر نہیں۔ اور ہے مبلغ اعظم۔ ہاں اہل تشیع کا "طوطا" ضرور ہے۔ کیونکہ اپنے منہ میاں مٹھو اسی کی کہاوت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض بست وچہارم

سنّیوں کے قرآن میں حروف کی تحریف

علامہ حائری شیعی کے رسالہ کو فقیر نے دیکھا۔ اس میں اکثر اعتراضات وہی تھے۔ جن کا جواب میں عرض کر چکا ہوں۔ لیکن افسوس اس بات پر ہے۔ کہ علامہ موصوف جن آیات کو اہل سنت پر تحریف کے الزام کے طور پر پیش کرتا ہے۔ انہی آیات کو اپنی تفسیر میں "نسخ" کے زمرے میں شمار کرتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں۔ کہ کس قدر منافقت ہے۔ جب قرآن کریم میں نسخ کی اقسام کے ثبوت کی بحث کرتا ہے۔ تو انہی آیات کو منسوخ التلاوت کے لیے بطور استشہاد پیش کرتا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ ایسی آیات اللہ تعالیٰ نے اٹھا لی ہیں۔ پھر کمال درجہ کی بد دیانتی یہ کہ انہی آیات کو اپنے رسالہ میں تحریف کے ثبوت میں پیش کر کے اہل سنت کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس علامہ (الامر) کی دوغلی چال کو میں آخر میں تحریر کروں گا۔ جہاں بطور تمثیل ایک ہی آیت کے بارے میں آپ اس بات کی تصدیق کریں گے۔ جو کچھ میں ابھی کہہ چکا ہوں۔ سردست ایک عبارت بطور نمونہ ذکر کرتا ہوں۔

اگلے صفحہ ۔۔۔

رسالہ تحریف قرآن

ایضاً ص ۱۳ سطر ۲۹ میں امام سیوطی نے لکھا ہے۔

اَخْرَجَ التِّرْمَذِیُّ وَابْنُ اَبِی الدُّنْیَا وَابْنُ الْاَنْبَارِیِّ کِلَاهُمَا فِی کِتَابِ الْمَصَاحِفِ عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَأُ مَلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ بِغَیْرِ اَلِفٍ۔ انتہی بلفظہ

ترجمہ

یعنی اخراج کیا ہے ترمذی اور ابن الدنیا و ابن الانباری نے کتاب المصاحف میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مَلِكِ یَوْمِ الدِّیْن بغیر الف کے پڑھا کرتے تھے۔

اور سطر ۳۰ میں ہے۔ کہ ابن الانباری نے اخراج کیا ہے انس بن مالک سے۔

قَرَأَ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَیْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ مَلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ بِغَیْرِ اَلِفٍ۔

ترجمہ:۔

یعنی پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام اور ابوبکر، عمر، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاذ بن جبل نے ملک یوم الدین بغیر الف کے قرارت کی ہے۔

ایضاً ص ۱۳ سطر ۳۶ میں تیسری روایت ابو داؤد، خطیب نے اخراج کی ہے۔ طریق ابن شہاب سے سعید بن المسیب اور براء بن عازب سے کہ انہوں نے کہا۔

قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ

مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔

فرمایا کیوں صاحب فرمایئے جب اکابر ائمہ اہل سنت، مان چکے ہیں۔ کہ سورۃ الفاتحہ میں نہ کوئی آیت ناسخ ہے۔ نہ منسوخ تو پھر دو جگہوں میں دو حرفوں کا تغیر، یعنی "صراط" میں سین کا صاد سے بدل جانا اور مٰلِكِ بے الف میں الف زیادہ کر کے مالک بنا دینا حرف قرآنی کی تحریف نہیں تو کیا ہے؟

اس میں ایک بات قابلِ غور یہ ہے۔ کہ جب یہ ثابت ہے کہ مٰلِكِ کو الف بڑھا دینے سے مَالِكِ بنایا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سنیوں کی روایتوں سے جہاں قرآن میں کمی کیا جانا ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن میں زیادتی کیا جانا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن میں دونوں قسم کی تحریف واقع ہوئی ہے۔ پس اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سنیوں کے مذہب کے مطابق قرآن میں دونوں قسم کی تحریف واقع ہوئی ہے۔ یعنی اگر بعض سورتوں اور آیتوں میں کمی کی گئی ہے۔ تو بعض سورتوں میں زیادتی بھی کر دی گئی ہے۔ دیکھیئے بات ہوئی نہ۔

عوض معاوضہ گلہ ندارد۔

(رسالہ تحریف قرآن مصنفہ ملا حائری شیعی لاہوری ص ۴۲ - ۴۳ مطبوعہ مکتبہ خانہ حسینیہ محلہ ۷ محلہ شیعاں لاہور)

جواب

سورۃ الحمد میں لفظ صراط کو سراط پڑھنے کے بارے میں اعتراض و جواب تفصیلی گزر چکا ہے۔ اس لیے اب اسے دوبارہ ذکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

بلکہ صرف ملا عاری کے اس الزام کا جواب گوش گزار کر رہا ہوں کہ دو سنیوں کے قرآن میں حروف کی تحریف یوں موجود ہے۔ کہ اصل میں ملک یوم الدین تھا تو انہوں نے ایک الف کا اضافہ کرتے ہوئے مالک بنا دیا ہے۔

ملا عاری کی دو غلا پنی سے مجھے تعجب اور حیرت ہوئی۔ کیونکہ جب اس کو بخوبی علم ہے۔ کہ اس لفظ میں مَلِکِ اور مَالِکِ دونوں قرائتیں متواتر ہیں۔ اور سات مشہور قراءتوں کو اسی مصنف نے اپنی تفسیر لوامع التنزیل میں ایک نقشہ کے ذریعہ بتلایا ہے۔ کہ ساتوں قراءۃ مشہور متواتر ہیں۔ نقشہ درج ذیل ہے۔

تفسیر لوامع التنزیل:

در این نقشہ بالاجمال اسماء قراء سبعہ کہ در اول خانہ ضبط اند مع رواۃ چہاردہ گانہ ایشاں کہ فی قاری دو راوی اند و در دو خانہ آخر مقابل ہر یک قاری دو اسم راوی ضبط شدند۔

تعداد قاری	نام قاری	نام راوی اول	نام راوی ثانی	تعداد راوی
۱	نافع مدنی	قالون مدنی	ورش المصری	۲
۲	ابن الکثیر مکی	بزی مکی	قنبل مکی	۲
۳	ابو عمرو بصری	دوری بغدادی	سوسی بغدادی	۲
۴	ابن عامر شامی	ہشام دمشقی	ابن ذکوان شامی	۲
۵	عاصم کوفی	ابو بکر کوفی	حفص کوفی	۲
۶	حمزہ کوفی	خلف قمی	خلاد کوفی	۲
۷	کسائی کوفی	ابو الحارث بغدادی	دوری بغدادی	۲

اس نقشہ میں قراء سبعہ کے اسماء کو اجمال کے ساتھ پہلے خانہ میں لکھا گیا ہے

سبع چودہ راویوں سے کہ ہر قاری کے دو راوی ہیں۔ اور دوسرے دو خانوں میں ہر ایک قاری کے مقابلہ میں دو راویوں کے نام لکھے گئے ہیں۔

تنبیہ

تفسیر لوامع التنزیل:

مشہور بین المفسرین آنست کہ قراءۃ ہفتگانہ متواتر است لہذا جماعتی از فقہا خواندن یک، نماز فریضہ بہفت قراءۃ جائز و بعضی مستحب میدانند اما قراتیکہ مطابق قراءۃ ائمہ اہل بیت باشد ہماں قراءۃ انسب واحوط است واں قراءۃ کوفیاں غالباً است۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۹ - ۱۰
مطبوعہ سٹیم پریس لاہور)

ترجمہ:

مفسرین کرام کے ہاں مشہور یہ ہے۔ کہ ساتوں قراءتیں متواتر ہیں۔ اسی لیے فقہائے کرام کی ایک جماعت نے فرضی نماز کو ساتوں قراءتوں میں پڑھنا جائز اور بعض نے مستحب کہا۔ لیکن وہ قراءۃ جو حضرات ائمہ اہل بیت کی قراءۃ کے مطابق ہو۔ وہ سب سے زیادہ اچھی اور مناسب ہے اور وہ غالباً کوفیوں کی قراءت ہے۔

علامہ حائری نے مذکورہ نقشہ اور اس کے تحت تنبیہ میں یہ بات واضح کر دی۔ کہ سات قراءتیں سبھی برحق ہیں۔ اور ان میں سے کسی کے ذریعہ قرآن کریم کی تلاوت کی جاوے۔ وہ درست، بلکہ مستحب ہے۔ لیکن ائمہ اہل بیت کی مناسبت سے اہل کوفہ یعنی امام عاصم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی قراءۃ زیادہ مناسب ہے۔ تو جب یہ ثابت ہو

گیا۔ کر ساتوں قراءتیں حق ہیں۔ تو پھر ان میں سے کسی کی تحریف قطعاً درست نہیں۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی قراءۃ کے مطابق پڑھنا "تحریف" کے زمرے میں آئے گا اب۔ ذرا ان سطور کی روشنی میں سورۃ الفاتحہ کے لفظ "مَلِكِ" کو دیکھئے۔ کہ بغیر الف پڑھنے کو حائری شیعی تحریف کہہ رہا ہے۔ اور ایسا پڑھنے پر اہل سنت کو محرف قرار دے رہا ہے۔ لیکن خود اسی مصنف نے اپنی تفسیر لوامع التنزیل میں اس لفظ کے بارے میں لکھا۔

تفسیر لوامع التنزیل:

بحث دہم مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ ودر آں دو قول است قول اول مَالِكِ بالف، وکسر لام فاعل مَلَكَ يَمْلِكُ بمعنی خداوند متصرف قادر ایں مختار عاصم وکسائی وخلف ویعقوب حضرمی است اما قول ثانی مَلِكِ بفتح میم وکسر لام باشد بمعنی پادشاہ حمزاد ہندہ ایں مختار دیگر قراء است۔ ومجلسی فرمود ہر دو جائز اند اکثر روایات بر اول وارد اند شائد اول اولیٰ باشد۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۰
مطبوعہ اشئیم پریس لاہور)

ترجمہ:

دسویں بحث۔ مالک یوم الدین کے متعلق ہے۔ اور اس کے پڑھنے کے بارے میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے۔ کہ "مالک" میم کے بعد الف۔ اور لام کی زیر کے ساتھ جو ملک یملک سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی خداوند، تصرف کرنے والا اور قدرت والا ہے۔ یہ لفظ عاصم، کسائی، خلف، اور یعقوب حضرمی کی قراءۃ

کے مطابق ہے۔ لیکن دوسرا قول مَلِکِ میم کی زبر اور لام کی زیر کے ساتھ یعنی بادشاہ اور جزا دینے والا ہے۔ یہ دوسرے قراء حضرات کا پسندیدہ ہے۔ اور مجلسی نے کہا، دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ اکثر روایات پہلے قول کے مطابق ہیں۔ ممکن ہے کہ پہلا قول بہتر ہو۔

تفسیر منہج الصادقین:۔

جاننا چاہیئے کہ عاصم اور کسائی مَالِکِ الف کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کا معنی ہے اعیان مملوکہ میں میم کے کسرہ کے ساتھ، اور نافع، ابن کثیر، ابو عمرو اور حمزہ والا اور اس کا مشتق منہ مُلک ہے۔

مَلِكِ حذفِ ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ جس کا معنی ہے امر میں متصرف اور مامورین میں نہی کا متصرف جو کہ مُلْكٌ سے مشتق ہے۔ میم کے ضمہ کے ساتھ۔

تفسیر مجمع البیان:۔

قَرَأَ عَاصِمٌ وَالْكِسَائِيُّ وَخَلَفٌ وَيَعْقُوبُ الْحَضْرَمِي مَالِكِ بِالْاَلِفِ وَالْبَاقُوْنَ مَلِكِ بِغَيْرِ اَلِفٍ وَلَمْ يُمِلْ اَحَدٌ اَلِفَ مَالِكِ وَجَرَّ جَمِيْعُهُمُ الْكَافَ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزء اول ص۲۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

عاصم، کسائی، خلف اور یعقوب نے مَالِکِ الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور بقیہ قراء نے مَلِکِ بغیر الف کے۔ اور کسی نے بھی الف لکھا نہیں۔ اور سب نے کاف کو زیر ہی دی (اگر الف لکھ دیا جاتا تو صرف

مالک۔ الف کے ساتھ مخصوص ہو جاتا۔ اور ملک نہ پڑھا جاتا)

الحاصل

ملا عائری نے سورۃ الفاتحہ کے لفظ "مالک"، کو جو تحریف کے ثبوت کے طور پر پیش کیا۔ اور اس سے اہل سنت پر زبان الزام دراز کی۔ یہ سب کچھ الزام لگانے کے لیے پاپڑ بیلے گئے۔ ورنہ حقیقت تو خود ملا عائری نے بیان بھی کی۔ یعنی یہ کہ ملک اور مالک دونوں قرائتیں ان سات قرائتوں میں سے ہیں۔ جو متواتر ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ قراءۃ متواترہ کو ایک انکار کے طور پر پیش کرنے سے خود ملا عائری کا اسلام وایمان خطرے میں پڑ گیا۔ عجب طرفہ ہے۔ کہ خود اس کے قراءۃ متواترہ ہونے کا تذکرہ بھی کر رہا ہے۔ اور خود ہی اسے تحریف بھی شمار کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے ہم مشربوں کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتراض بست وپنجم

سنّیوں کے نزدیک قرآنی لفظوں کی تحریف

سنیوں کی معتبر تفسیر درمنثور میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر (رض) سورۃ فاتحہ شریف میں۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی جگہ صِرَاطَ مَنْ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ اور وَلَا الضَّالِّیْنَ کی جگہ غَیْرِ الضَّالِّیْنَ پڑھا کرتے

تھے۔ اور اسی طرح عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) بھی پڑھا کرتے تھے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

رسالہ تحریف قرآن

صاحبان سنیوں کے قرآن کے حروف کی تحریف بصورت کمی و زیادتی دونوں قسموں سے آپ سن چکے ہیں۔ اب ان کے لفظی تحریف کا نمونہ بھی پیش کرتا ہوں غور سے سماعت فرمائیں۔

تفسیر درمنثور جلد اول مطبوعہ مصر ص ۱۵ سطر ۲۵ میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

تفسیر درمنثور

اخرج وکیع و ابوعبیدہ و سعد بن منصور وعبد بن حمید و ابن المنذر و ابن داؤد و ابن الانباری کلاھما فی المصاحف من طرق عن عمر بن الخطاب انہ کان یقراء صراط من انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم وغیر الضالین۔ انتہی بلفظہ۔

ترجمہ:

یعنی حضرت عمر بن الخطاب صراط الذین انعمت علیھم کو صراط من انعمت علیھم پڑھا کرتے تھے۔ اور ولا الضالین کو وغیر الضالین پڑھا کرتے تھے۔

ایضاً ص ۱۵ سطر ۲۷ میں سیوطی لکھتے ہیں۔

اخرج ابو عبید و عبد بن حمید و ابن ابی داؤد و ابن الانباری عن عبد اللہ ابن الزبیر کہ انہ قرا صراط من انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و

وَ غَيْرِ الضَّالِّيْنَ فِي الصَّلٰوةِ ۔ انتھی بلفظہ

ترجمہ:

یعنی عبداللہ بن زبیر بھی من انعمت علیھم اور غیر الضالین

پڑھا کرتے تھے۔

(رسالہ تحریف قرآن ص ۴۳-۴۴ مصنفہ

ملا حائری شیعی لاہور)

جواب

"تحریف" کیا ہے۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد جس قدر قرآن کریم آپ چھوڑ گئے۔ اس میں سے کسی آیت یا کلمہ کو نکال دینا "تحریف" ہے ملا حائری اس اعتراض میں اہل سنت پر یہ الزام دے رہے ہیں۔ کہ سورۃ الفاتحہ میں حروف کی تبدیلی سے یہ تحریف کے مرتکب ہوئے۔ حالانکہ کسی شیعہ اور سنی مفسر نے اس کو تحریف کے زمرے میں شمار نہیں کیا۔ یہ ایک قراۃ شاذہ ہے۔ اور یہی شیعہ مفسرین نے بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان:

وَقَرَاَءَ صِرَاطَ مَنْ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللهِ الزُّبَيْرِيُّ وَرُوِيَ ذَالِكَ عَنْ اَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَقَرَاءَ اَيْضًا فِي الشَّوَاذِ غَيْرَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ بِالنَّصْبِ وَقَرَاءَ غَيْرِ الضَّالِّيْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَرُوِيَ ذَالِكَ مِنْ

عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزاول ص۳۰
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

عمر بن الخطاب اور عمرو بن عبد اللہ نے صراط من انعمت علیہم پڑھا ہے۔ اور اسی طرح پڑھنا اہل بیت سے بھی مروی ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب نے روایت شاذہ کے طور پر غیر المغضوب زبر کے ساتھ پڑھا۔ اور غیر الضالین بھی پڑھا یہی قراءۃ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔

تفسیر عیاشی:

عَنْ رَجُلٍ عَنِ ابْنِ اَبِي عُمَيْرٍ رَفَعَهُ فِي قَوْلِهِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَغَيْرِ الضَّالِّيْنَ وَهٰكَذَا نَزَلَتْ

(تفسیر عیاشی جلد اول ص ۲۴ مصنفہ ابو
ابوالنصر محمد بن مسعود عیاشی مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

ایک آدمی ابن ابی عمیر سے روایت کرتا ہے۔ اور بطور مرفوع روایت کرتا ہے۔ کہ غیر المغضوب علیہم وغیر الضالین اسی طرح نازل کی گئی۔ اس کے حاشیہ پر محشی یوں رقمطراز ہے۔

قَدْ وَرَدَ عَنْ اَئِمَّةِ اَهْلِ الْبَيْتِ بِقِرَاءَةِ "غَيْرِ الضَّالِّيْنَ" بَدَلَ وَلَا الضَّالِّيْنَ وَقَدْ نُقِلَ هٰذِهِ الْقِرَاءَةُ عَنْ عُمَرَ بْنِ

الْخَطَّابِ وَغَيْرِهِ اَيْضًا قَالَ الطِّبْرَسِيُّ وَقَرَءَ غَيْرِ الضَّالِّيْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَرُوِيَ ذَالِكَ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ مَرَّ نَظِيْرُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ اِخْتِلَافِ التَّنْزِيْلِ اَحَادِيْثُ اُخْرٰى فِيْ ص ١٣ وَيَاْتِيْ فِيْ مَطَاوِيْ الْكِتَابِ اَيْضًا وَلَا يَخْفٰى اَنَّ مَعْنَى التَّنْزِيْلِ فِيْ تِلْكَ الرِّوَايَاتِ لَيْسَ هُوَ التَّحْرِيْفُ الْمُدَّعٰى فِيْ بَعْضِ الْكَلِمَاتِ بَلِ الْمُرَادُ مِنَ التَّنْزِيْلِ هُوَ التَّفْسِيْرُ وَالتَّاوِيْلُ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنٰى كَمَا صَرَّحَ بِهٖ مُعْظَمُ الْعُلَمَاءِ بَلِ الْمُنْتَمِيْنَ اِلٰى ذَالِكَ الْقَوْلِ كَالْمُحَدِّثِ الْحُرِّ الْعَامِلِيِّ فِيْ كِتَابِ اِثْبَاتِ الْهُدَاةِ وَالْمَوْلٰى مُحْسِنُ الْفَيْضِ فِي الْوَافِيْ وَغَيْرُهُمْ وَالَّا فَهِيَ اَخْبَارُ اٰحَادٍ لَا تُعَارِضُ مَا ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

ترجمہ:۔

حضرات ائمہ اہل بیت سے بھی یہ وارد ہے۔ کہ انہوں نے ولا الضالین کی جگہ غیر الضالین پڑھا ہے۔ اور اسی طرح پڑھنا حضرت عمر بن الخطاب سے بھی منقول ہے۔ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی ایسی قراۃ کی۔ طبرسی کہتا ہے۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے غیر الضالین پڑھا۔ اور اسی قراۃ کی روایت حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

اس حدیث کی نظیر اختلاف التنزول میں ص ۱۳ پر اور روایات بھی ذکر ہوئیں۔ اور مطاوی الکتاب میں آتا ہے۔ مخفی نہ رہے۔ کہ ان روایات میں ,, نزول ،، کا معنی وہ تحریف ،، نہیں جس کا بعض کلمات

یں وقوع ہوا۔ بلکہ نزول سے مراد یہ ہے۔ کہ تفسیر اور باعتبار معنی کے تاویل یہ ہے۔ اسی طرح اس کی تصریح معظم العلماء نے کی۔ بلکہ ان لوگوں نے بھی یہی مراد بیان کی۔ جن کی طرف اس کی نسبت کی گئی۔ جیسا کہ محدث حر عاملی نے اثبات الہدیٰ میں اور مولی محسن الفیض نے وافی میں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی۔ ورنہ یہ اخبار آحاد ہیں۔ اور ان روایات کی معارض نہیں ہو سکتیں۔ جو متواتر ہیں۔ اور مسلمانوں کے درمیان مسلم ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی کی عبارات سے مذکور الزام کی حقیقت پہچان لی ہوگی۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ روایت شاذہ میں سے ایک شاذ روایت ہے۔ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قراءۃ منقول و مروی ہے۔ لیکن متواترہ قراءۃ نہ ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں اور پھر اس سے آگے بڑھ کر شیعی مفسر سید ہاشم نے اس روایت میں مذکور لفظ ، ”نزول“ کی واضح تعبیر اور مراد بیان کردی۔ کہ اس سے مراد تحریف ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ تفسیر اور تاویل کے معنی میں مستعمل ہے۔ خبر واحد شاذ کب خبر متواتر کی متعارض ہو سکتی ہے۔ اسی لیے اس کو قرآن میں شامل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ قرآن جمع کرتے وقت خلیفہ اول بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہی الفاظ اس میں درج فرمائے۔ جو تواتر سے ثابت تھے۔ قراءۃ شاذہ کے ذریعہ کسی جملہ کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو قرآن جمع ہوا۔ وہ سب کا سب متواتر ثبوت کے ساتھ ہے۔ اس لیے قراءۃ شاذہ کو قرآن میں نہ پا کر تحریف کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔ ایسا کرنا ایک ناانصافی بلکہ شیطانی ہوگی۔ اس نادانی اور بے وقوفی کا سدباب تفسیر عیاشی کے حاشیہ پر کیا گیا ہے۔

اعتراض بست و ششم

سُنیوں کے قرآنی حروف کی تحریف

رسالہ تحریف قرآن

ایضاً جلد ششم مطبوعہ مصر ص ۲۱۹ سطر ۷ میں امام سیوطی لکھتے ہیں کہ شافعی عبدالرزاق فریابی سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن الانبازی اور بیہقی نے ابن عمر (خلیفہ زادہ) سے روایت کی ہے۔

قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقْرَؤُهَا قَطُّ اِلَّا فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔

انتہیٰ بلفظہ۔

ترجمہ:۔

یعنی ابن عمر نے کہا کہ میں نے حضرت عمر کو (سورۂ جمعہ میں آیۃ فاسعوا الی ذکر اللہ۔ انتہیٰ بلفظہ کو) ہمیشہ فامضوا الی ذکر اللہ پڑھتے سُنا۔

اسی صفحہ ص ۲۱۹ کے سطر ۹ سطر ۱۰ سطر ۱۲ سطر ۱۴ سطر ۱۵ سطر ۱۶ بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حضرت عمر وقت موت تک فامضوا کی بجائے۔ فاسعوا الی ذکر اللہ

تلاوت کرتے رہے۔ اور یہ کہ ابن مسعود، ابن الزبیر اور ابن عباس بھی فامضوا الی ذکر اللہ قراءت فرماتے تھے۔

ارشاد کیا صاحبان! ان مذکورہ آیتوں سے سورہ جمعہ میں لفظ فامضوا کا فاسعوا کے ساتھ تبدیل ہو جانا ثابت ہے۔ چونکہ سنیوں کے ہاں سورۂ جمعہ میں ناسخ ومنسوخ نہیں ہے۔ جیسا کہ افادۃ الشیوخ فی الناسخ والمنسوخ مطبوعہ محمدی لاہور ص ۴، سطر ۲ میں مرقوم ہے۔ کہ سورۂ جمعہ مدنی است قرطبی گفتہ در قول جمیع دروے ہم ناسخ ومنسوخ نیست۔

جب اس سورت میں تنسیخ نہیں تو پھر لازماً ثابت ہوا کہ فامضوا کا فاسعوا سے بدل جانا تحریف ہے۔

(رسالہ تحریف قرآن ص ۴۴-۴۵ مطبوعہ لاہور)

جواب

تحریف کی تحریف سے آپ حضرات بخوبی آگاہ ہیں۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں۔ کیا اعتراض مذکورہ "تحریف" کے ضمن میں آتا ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ یہ بھی اختلافِ قراءۃ کی ایک صورت ہے۔ یہیے شیعہ مفسر یہی کہہ رہا ہے۔

تفسیر مجمع البیان

وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَرُوِيَ ذَالِكَ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ وَاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزء دہم ص ۲۸۸
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فامضوا الی ذکر اللہ پڑھا۔ اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی قرارت مروی ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی ایسی ہی روایت کی گئی ہے۔ اور امام جعفر صادق اور امام محمد باقر نے بھی یہی پڑھا۔ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ قراءۃ شاذہ سے کسی جملہ کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

ہاں اس قرارت سے قرآنی آیات کی تفسیر و تاویل مراد ہو سکتی ہے۔ لہٰذا فامضوا بھی دراصل فاسعوا کی تفسیر کے طور پر مذکور ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کو قرآن میں شامل نہیں کیا گیا۔ حضرات ائمہ اہل بیت نے بھی اس کو تفسیری کلمہ کہا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر صافی

قَرَاَءَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَامْضُوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ قَالَ وَرُوِیَ ذَالِكَ عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْبَاقِرِ وَالصَّادِقِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ وَالْقُمِّیُّ قَالَ الْاِسْرَاعُ فِی الْمَشْیِ وَعَنِ الْبَاقِرِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِسْعَوْا اَیْ اِمْضُوْا۔

(تفسیر صافی جلد دوم ص ... مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فامضوا الی ذکر اللہ پڑھا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امام باقر، امام صادق سے بھی یہی مروی ہے۔ اور قمی نے کہا۔ فاسعوا کا معنی جلدی چلنا ہے۔ اور امام باقر فرماتے ہیں۔ اسعوا یعنی امضوا ہے۔

تفسیر صافی کے اس حوالہ سے امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کس قدر واضح ہے۔ کہ آپ نے اسعوا کے بعد لفظ "آتی" ذکر فرمایا۔ جو تفسیر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ "فامضوا" تفسیر کے طور پر مذکور ہوا۔ لیکن معترض کو تحریف سوجھی۔ وہی بات نکلی۔ جس کا ہم بارہا اعادہ کر چکے ہیں۔ کہ ان بے وقوفوں کے تمام اعتراضات یا تو منسوخ التلاوۃ کی شکل میں ہیں۔ یا اختلاف قراءت کی صورت میں یا تفسیری اور وضاحتی جملہ جات سے تھے۔ جس طرح کہ زیر بحث لفظ دراصل تفسیری جملہ تھا لیکن اندھے نے نفس قرآن سمجھ کر ہم پر تحریف کا الزام ثابت کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اعتراض بست و ہفتم

سنیوں کے قرآنی حروف کی تحریف۔

رسالہ تحریف قرآن

ایضاً جلد ششم مطبوعہ مصر ص ۲۲۹ سطر آخر میں علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔ عبد الرزاق ابن منذر، حاکم اور ابن مردویہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرا فطلقوھن فی قبل عدتھن انتھی

یعنی سورۃ الطلاق پ ۲۸ ع ۱ میں اس وقت ہے۔ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ حالانکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فَطَلِّقُوْهُنَّ فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ آیت میں پڑھا کرتے تھے۔ اس آیت میں بھی قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ کو بعدتھن سے تبدیل و تحریف کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(رسالہ تحریف قرآن ص ۴۵ مطبوعہ کتب خانہ حسینیہ لاہور)

جواب:

گزشتہ اعتراضات کی طرح یہ اعتراض بھی اختلاف قراءۃ اور قراءۃ شاذہ کی

ایک صورت ہے۔ اور ایسا زیادہ سے زیادہ تفسیر و بیان کا کام دے سکتا ہے۔ اور یہی کچھ شیعہ مفسر بھی کہہ رہے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان

وروی عن ابی عباس وابی بن کعب وجابر بن عبداللہ وعلی بن الحسین (ع) وزید بن علی وجعفر بن محمد ومجاهد فَطَلِّقُوْهُنَّ فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ .... وَاَمَّا قَوْلُهٗ فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ فَاِنَّهٗ تَفْسِيْرٌ لِلْقِرَاءَةِ الْمَشْهُوْرَةِ وَ طَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ اَیْ عِنْدَ عِدَّتِهِنَّ وَمِثْلُهٗ قَوْلُهٗ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اَیْ عِنْدَ وَقْتِهَا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزء دہم ص ۳۰۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

حضرت ابن عباس، ابی بن کعب، جابر بن عبداللہ، علی بن الحسین، زید بن علی، جعفر بن محمد اور مجاہد سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے یوں پڑھا۔ فَطَلِّقُوْهُنَّ فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ .... بہرحال فی قبل عدتھن یہ دراصل مشہور قراءت کی تفسیر ہے۔ جو یہ ہے۔ فطلقوھن لعدتھن یعنی بوقت عدت۔ اور اس کے مثل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے لا یجلیھا لوقتھا۔ یعنی عند وقتھا۔

جواب میں کچھ کہو

حضرات! آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ اہل تشیع نے "و فی قبل عدتہن" کو تحریف قرار دے کر اہل سنت پر الزام تحریف لگایا تھا۔ اسی جملہ کو حضرات ائمہ اہل بیت اور دیگر اکابرین سلف سے روایت کیا گیا ہے۔ اور ان تمہوں نے اس کو جملہ تفسیریہ قرار دیا ہے۔ اب ان معترضین سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ اگر تم یہ عقیدہ رکھتے ہو۔ کہ قرآن غیر محرف ہے۔ اور تفسیری کلمات کو تحریف کا رنگ دے کر ظلم عظیم کا الزام کس پر لگا رہے ہو۔ یعنی حضرات ائمہ اہل بیت اور صحابہ کرام پر۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حضرات ائمہ اور دیگر بزرگان دین کہ جن کی طرف اس قرأت کی نسبت کی گئی ہے۔ ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ بلکہ ایسا تو خود حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے۔

تفسیر صافی

وَ فِي الْمَجْمَعِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَالسَّجَّادِ وَالصَّادِقِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ طَلِّقُوْهُنَّ فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ۔

(تفسیر صافی جلد ۲ ص ۷۱۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

تفسیر مجمع البیان میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، امام زین العابدین اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے یوں

پڑھا ۔ فطلقوھن فی قبل عدتھن۔

ملا محسن کاشانی نے واضح کر دیا۔ کہ الفاظ "فی قبل" بطور تفسیر کہے گئے ہیں۔ اسے کوئی بھی ذی ہوش تحریف نہیں کہہ سکتا۔ قرات مشہورہ وہی ہے۔ جو اب موجود ہے یہ قرات شاذہ تھی۔ جو تفسیر کے طور پر مذکور ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کج فہموں کو قرآن سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعتراض بست وہشتم

اہل سنت کے قرآن میں مکی سورتوں میں مدنی آیات اور بالعکس موجود ہیں

رسالہ تحریف قرآن

فرمایا صاحبان اہل سنت کی معتبر کتب سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کے قرآن میں بعض وہ آیتیں جو مکہ میں نازل ہوئی ہیں ان کو مدنی سورتوں میں داخل کیا گیا ہے اور بعض مدنی آیتوں کو مکی سورتوں میں داخل کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر بحوالہ صفحہ وسطر چند مقام سناتا ہوں۔ غور سے سماعت فرمائیں۔

تفسیر در منثور جلد چہارم مطبوعہ مصر ص ۴۲ سطر ۹ میں امام سیوطی لکھتے ہیں۔ کہ ابن المنذر، ابو الشیخ نے قتادہ سے روایت کی ہے۔

(سورہ رعد)

قال سورة الرعد مدنية الا اية مكية ولا يزال الذين كفروا تصيبهم بما صنعوا قارعة انتهى بلفظه

ترجمہ:

یعنی سورہ رعد مکمل مدینہ میں نازل ہوئی۔ مگر اس سورت میں صرف ایک

آیت ولا یزال الذین کفروا الخ مدنی آیت ہے۔ جس کو جامع القرآن نے خلاف ترتیب بیچ میں ٹھونس دیا ہے۔

تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد پنجم ص ۲۵۸ سطر اخیر میں امام رازی لکھتے ہیں

سُوْرَةُ الرَّعْدِ اَرْبَعُوْنَ وَثَلَاثُ اٰيَاتٍ مَكِّيَّةٌ سِوٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ وَقَوْلِهٖ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ قَالَ الْاَصَمُّ هِيَ مَدَنِيَّةٌ بِالْاِجْمَاعِ۔ انتہی بلفظہ۔

ترجمہ:

یعنی سورہ رعد ۴۳ آیتیں ہیں۔ اور یہ سورت مکی ہے۔ سوا آیت وَلَا یزال الذین کفروا اور آیت ومن عندہ علم الکتاب کے کہ اصم نے کہا ہے کہ یہ مدنی آیتیں ہیں۔ اس پر اجماع صحابہ کا ہے۔

(رسالہ تحریف قرآن ص ۷۵-۷۶ مطبوعہ مکتبہ حسینیہ لاہور)

جواب:

ملا حائری شیعی نے اس اعتراض میں جو کچھ کہنا چاہا۔ وہ یہ ہے کہ اہل سنت کے امام حضرت ابو بکر صدیق و عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے قرآن جمع کرتے وقت ایک بہت بڑی غلطی کی کہ مکی سورتوں میں مدنی آیات اور مدنی سورتوں میں مکی آیات "ٹھونس" دیں۔ اور ایسا کرنا "تحریف" ہے۔ یہ اس لمبے چوڑے مقدمے کا خلاصہ ہے۔ جو ملاں حائری نے ذکر کیا۔ ہم نے طوالت کے پیش نظر اسے چھوڑ دیا ہے۔

تبدیلی آیات کا اقرار

سورۃ رعد، تفسیر مجمع البیان

سُوْرَۃُ الرَّعْدِ مَکِیَّۃٌ کُلُّھَا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَطَا وَقَالَ الْکَلْبِیُّ وَمَقَاتِلُ مَکِیَّۃٌ اِلَّا اٰخِرَ اٰیَۃٍ مِنْھَا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد سوم جزء ششم ص ۲۷۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس اور عطا کہتے ہیں۔ کہ سورۃ رعد تمام مکی ہے۔ آخری آیت کے سوا تمام سورت مکی ہے۔

سورۃ ابراہیم، تفسیر مجمع البیان

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَتَادَۃَ وَالْحَسَنُ ھِیَ مَکِیَّۃٌ اِلَّا اٰیَتَانِ نَزَلَتَا فِیْ قَتْلٰی بَدْرٍ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا اِلٰی قَوْلِہٖ

فبئس القرار

(تفسیر مجمع البیان جلد سوم جزو ششم ص ۳۰۱
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس، قتادہ اور حسن کہتے ہیں کہ سورۃ ابراہیم دو آیتوں کو چھوڑ کر باقی ساری مکی ہے۔ وہ دو آیات غزوہ بدر میں مشرکین مقتولین کے بارے میں نازل ہوئیں۔ الم تر الی الذین بدلوا سے لے کر فبئس القرار تک۔

سورہ حج: تفسیر مجمع البیان

مَكِّيَّةٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَطَا اِلَّا اٰيَاتٌ قَالَ الْحَسَنُ هِيَ مَدَنِيَّةٌ غَيْرَ اٰيَاتٍ نَزَلَتْ فِي السَّفَرِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ غَيْرَ سِتِّ اٰيَاتٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ غَيْرَ اَرْبَعِ اٰيَاتٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزو ہفتم ص ۶۸
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس اور عطاء سورۃ حج کو چند آیات کے سوا مکی قرار دیتے ہیں حسن نے کہا یہ سورت مدنی ہے۔ لیکن وہ آیات جو سفر کے بارے میں نازل ہوئیں۔ وہ مکی ہیں بعض نے چھ اور بعض نے چار آیات کے سوا تمام سورت کو مدنی کہا ہے۔

سورت الشعراء تفسیر مجمع البیان

مَکِّیَّۃٌ کُلُّھَا غَیْرُ قَوْلِہٖ وَالشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوُنَ اٰیَاتٌ اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَۃِ فَاِنَّھَا نَزَلَتْ بِالْمَدِیْنَۃِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزو ہفتم ص ۱۸۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سورۃ الشعراء "والشعراء یتبعھم الغاؤن" سے آخر تک کی آیات کے سواء تمام مکی ہے۔ آخری آیات مذکورہ مدینہ میں نازل ہوئیں۔

سورۃ لقمان: تفسیر مجمع البیان

مَکِّیَّۃٌ عَنْ عَبَّاسٍ سِوٰی ثَلَاثَ آیَاتٍ نَزَلْنَ بِالْمَدِیْنَۃِ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ اِلٰی اٰخِرِھِنَّ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزو ہشتم ص ۳۱۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ سورۃ لقمان تین آیات کو چھوڑ کر باقی مکمل مکی ہے۔ تین آیات یہ ہیں۔ "ولو ان ما فی الارض" سے آخر تک۔

لمحہ فکریہ

قارئین کرام! ملا عاڑی شیعی نے مکی سورتوں میں مدنی آیات یا بالعکس کو بطور تحریف پیش کیا۔ حالانکہ یہ سب کچھ ان کی تفاسیر میں موجود ہوتے ہوئے کسی نے بھی ان کو تحریف کے زمرے میں شامل نہیں کیا۔ اس سے عاڑی کی منافقت کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ یہی وہ آیات ہیں۔ کہ جنہیں ہم اہل سنت پر تحریف کے الزام کے طور پر دلیل بنا کر پیش کیا لیکن جب خود ان پر یہی اعتراض کیا گیا۔ تو پھر ان کی نسبت یہ پکار اٹھے۔ کہ ایسا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی کر دیا تھا۔ اس لیے ہم اس سے بری ہیں۔ جب تم بری ہو۔ تو پھر یہی الزام اہل سنت پر لگانے میں "منافقت" کا ظہور کیوں کیا گیا۔
ہوئے جو بڑے درجے کے دھوکے باز

گزشتہ سطور میں یہ تحریر ہوا تھا۔ کہ میں ملا عاڑی کے دوغلے پن کی تصویر دکھلاؤں گا۔ تو میں چاہتا ہوں۔ کہ دو کالم بنا کر بطور تقابل یہ واضح کر دوں۔ کہ ایک ہی آیت بیک وقت اہل سنت پر تحریف کے روپ میں اور اہل تشیع کے لیے تکمیل قرآن کے رنگ میں پیش کی گئی ہے۔ ہمیں کہا کہ تم نے اس میں تحریف کی اور خود اس کو منسوخ گردانا۔

فصل ہشتم

تقابل نمبر (۱)

رسالہ تحریف قرآن

سنیوں کی قرآنی سورتوں کا نقصان

اتقان:

امام سیوطی نے ص ۳۱۴ سطر ۳ الکل زر بن جبیش سے نقل کیا ہے۔

قال قال لی ابی کعب کا ئن تعد سورۃ الاحزاب قلت اثنین وسبعین اٰیۃ او ثلاثًا وسبعین اٰیۃً قال ان کانت لتعدل سورۃ البقرۃ۔ انتہی بلفظہ۔

(تفسیر اتقان جلد دوم ص ۲۵ طبع جدید مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: یعنی زر بن جبیش نے کہا ہے کہ ابی بن کعب نے مجھ سے کہا کہ

تفسیر لوامع التنزیل

آنچہ منسوخ الحکم والتلاوۃ معًا است

ویروی ایضًا ان سورۃ الاحزاب کانت بمنزلۃ السبع الطوال او ازید ثم وقع النقصان فیہ۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۳۰ مطبوعہ ہاشم پریس لاہور)

ترجمہ: یہ مروی ہے کہ سورۃ احزاب سات لمبی سورتوں یا ان سے بھی لمبی تھی۔ پھر اس میں نقصان واقع ہوگیا۔

سورۂ احزاب کی تم کتنی آیتیں شمار کرتے ہو۔ میں نے کہا بہتر یا تہتر آیتیں۔ ابی کعب نے کہا اگر یہ سورت پوری رہنے دی جاتی تو سورۂ بقرہ کے برابر ہوتی۔

(رسالہ تحریف قرآن ص۳۸ مصنفہ طا ہری)

نوٹ:

طاہری قرآن کریم میں نسخ کی تین اقسام کا ذکر دوران کے برحق ہونے کی بحث کرتے ہوئے ایک قسم کہ جس کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو چکے ہیں۔ کے ثبوت کے طور پر سورۂ احزاب کو ذکر کر رہا ہے۔ یعنی اس کی بہت سی آیات بمعہ حکم منسوخ ہو چکی ہیں۔ لیکن رسالہ تحریف قرآن میں۔ ان کو تحریف کے الزام کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ ہے نا منافقت۔

تقابل نمبر (۲)

رسالہ تحریف قرآن

(سنیوں کے قرآنی حروف کی تحریف)

تفسیر در منثور جلد اول مطبوعہ مصر سطر ۲۳ میں امام سیوطی رقمطراز ہیں۔

اخرج ابن منصور وعبد بن حمید والبخاری فی تاریخہ وابن الانباری عن ابن عباس انہ قرا اھدنا السراط بالسین۔ انتہیٰ بلفظہ۔

ترجمہ: یعنی ابن عباس اھدنا السراط المستقیم سین کے ساتھ قرأت کرتے تھے ابن انباری نے کہا ہے۔ کہ عبداللہ بن کثیر بھی سراط سین کے ساتھ

تفسیر لوامع التنزیل

(اختلاف قراءت)

وصراط در اصل سراط بسین مہملہ نزد جماعتی باشد سین را برائے مطابقت طاء در اطباق بدل بصاد کردند وصراط بصاد بلغت قریش وسین لغت دیگراں است۔ خواندن آں بصاد افضل است چہ اکثر قرآن بلغتِ ایشاں نازل شدہ اگرچہ متحد المعنیٰ اند۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۵ مطبوعہ مفید عام پریس لاہور)

ترجمہ: اور صراط اصل سراط بسین مہملہ ایک جماعت کے نزدیک ہے۔ ان لوگوں نے

قرارت کرتے رہے ہیں۔ ابن ابی داؤد، ابن المنذر، عبد بن حمید سعید بن منصور، وکیع اور ابوعبیدہ نے کہا ہے۔ کہ حضرت عمر بھی سراط سین کے ساتھ قرارت کرتے رہے۔

فرمایا کیوں جناب جب اس میں نہ ناسخ ہے نہ منسوخ ہے۔ تو سراط بسین کیوں صراط بالصاد کے ساتھ بدل دیا۔ یہ تحریف بالحرف نہیں۔ تو کیا ہے۔

(رسالہ تحریف قرآن ص۱۴۴ مطبوعہ لاہور)

سین کو طاء مطبقہ کی وجہ سے صاد میں تبدیل کر دیا۔ اور صراط صاد مہملہ کے ساتھ لغت قریش ہے۔ اور صاد کے ساتھ پڑھنا افضل ہے کیونکہ اکثر قرآن ان کی لغت کے مطابق نازل ہوا۔ اگرچہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

آپ نے دیکھ لیا۔ کہ جس حرف کی تبدیلی اہل سنت کے لیے تحریف کر کے طور پر پیش کر کے انہیں "محرف القرآن" ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسی حرف کی تبدیلی کو اپنی تفسیر میں اختلاف قراءۃ پر محمول کیا۔ اور ایسا پڑھنا جائز بلکہ افضل گردانا حائری کی یہ منافقت اور بد دیانتی کی جیتی جاگتی تصویر نہیں تو اور کیا ہے؟

تقابل نمبر (۳)

سنیوں کے قرآنی حرفوں کی تحریف

ایضاً ص ۱۲ سطر ۱۹ میں امام سیوطی نے لکھا ہے۔

اخرج الترمذی وابن ابی الدنیا وابن الانباری کلاھا فی کتاب المصاحف عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقراء ملک یوم الدین بغیر الف۔ انتھی بلفظہ

ترجمہ: یعنی اخراج کیا ترمذی نے اور ابن الدنیا اور ابن الانباری نے کتاب المصاحف میں ام سلمہ سے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ملک یوم الدین بغیر الف کے پڑھا کرتے تھے

اختلاف قراءت

بحث دہم مالک یوم الدین و دراں دو قول است قول اول مالک بالف وکسر لام فاعل ملک یملک بمعنی خداوند متصرف قادر ایں مختار عاصم وکسائی و خلف و یعقوب حضرمی است، ما قول ثانی مَلِک بفتح میم وکسر لام باشد بمعنی پادشاہ جزاد ہندہ ایں مختار دیگر قراء است و ہیچ فرمود ہر دو جائز ند اکثر روایات بر اول وارد اند شائد اول اولی باشد۔

(تفسیر واضح التنزیل جلد اول ص ۵۰ مطبوعہ ہاشم پریس)

ترجمہ: دسویں بحث مالک یوم الدین میں ہے۔ اس (ملک) میں دو

مَلِکِ سے الف میں الف زیادہ
کرکے مَالِکِ بنا دینا حروف قرآن
کی تحریف نہیں۔ تو کیا ہے۔

(رسالہ تحریف قرآن

ص ۴۲-۴۳)

دو قول میں پہلا قول یہ کہ اس کو مالک
میم کے بعد الف اور لام مکسورہ
کے ساتھ ملک یملک سے اسم
فاعل کا صیغہ بنایا جائے۔ اس
وقت اس کا معنی بادشاہ اور جزا
دینے والا ہوگا۔ اور یہ قراءت
عاصم، کسائی، خلف، یعقوب حضرمی
کی ہے۔ دوسرا قول مَلِکِ میم کی
صرف فتح اور لام مکسورہ کے ساتھ
بمعنی بادشاہ اور جزا دینے والا ہے
یہ دوسرے قراء کی پسندیدہ قراءۃ
ہے۔ اور مجلسی کہتا ہے کہ اس لفظ
کو دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔
اکثر روایات پہلی صورت (اسم
فاعل) پر وارد ہیں۔ شاید وہی
صحیح بھی ہو۔

تقابل نمبر ۴

رسالہ تحریف قرآن

سنیوں کی قرآنی آیتوں کی تحریف

فرمایا صاحبان! حروف اور الفاظ کی تحریف تو آپ معتمدہ کتب اہلسنت سے سن چکے۔ اب سنیوں کے قرآن کی آیتوں کی تحریف بھی سن لیں۔ چند آیتیں مثال اور نمونے کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

آیت صلوۃ:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ - پ۲ - ع۱۵

اس وقت قرآن جمع کردہ حضرت عثمان میں موجود ہے۔ یعنی اے مسلمانو! تمام نمازوں کا عموماً اور

تفسیر لوامع التنزیل

قراءت منسوخہ یعنی شاذہ

درمعالم است کہ عائشہ در مصحف خود نویسانیده والصلوۃ الوسطی صلوۃ العصر ومثل آں از حفصہ و در تفسیر قمی والعیاشی مثل ہمیں قرارۃ از ابی عبداللہ نقل کردہ در الجنان نقل فرمودکہ ایں قرارۃ منسوخ گردید

(تفسیر لوامع التنزیل جلد دوم ص ۹۷ مطبوعہ مطبع سٹیم پریس لاہور

ترجمہ: معالم التنزیل تفسیر میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے مصحف میں والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوۃ العصر کے الفاظ لکھوایا کرتی تھیں اسی طرح کی آیت روایت

بیچ کی نماز کا خصوصاً تحفظ کرو۔ اور نماز میں اللہ کے آگے قنوت میں کھڑے رہو۔ (شیعوں کا نماز میں قنوت پڑھنا اس آیت سے ثابت ہے۔) ارشاد کیا اب میں سنیوں کی مستند روایتوں سے اس آیت میں جو تحریف کی گئی ہے پیش کرتا ہوں غور سے سماعت فرمائیں۔

تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد اول ص ۳۰۲ سطر ۲۱ میں امام سیوطی لکھتے ہیں۔ کہ تخریج کیا ہے مالک ابو عبیدہ، عبد بن حمید، ابو یعلیٰ ابن جریر، ابن الانباری نے مصاحف اور بیہقی نے سنن میں عمرو بن رافع سے۔

قَالَ كُنْتُ اَكْتُبُ مُصْحَفًا لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَاٰذِنِّيْ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَالصَّلٰوةِ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی ہے۔ تفسیر قمی اور العیاشی میں یہی قرات حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق کی بھی نقل کر کے اس البحث میں نقل کی ہے۔ اور کہا کہ یہ قراءۃ منسوخ ہو چکی ہے۔

نوٹ: اس تقابلی جائزے سے حضرات ناظرین کرام نے دیکھا کہ آیت صلوٰۃ کو طاہری شیعی اپنے رسالہ تحریف قرآن میں اس حوالے کے لیے پیش کیا کہ اہل سنت کے قرآن میں اس آیت میں تحریف کی گئی ہے۔ اور ادھر اپنی تفسیر میں تفسیر قمی اور عیاشی کے حوالے سے یہ لکھا کہ حضرت امام جعفر صادق بھی یہی قراءۃ فرماتے رہے ہیں اور آخر میں ذکر کیا۔ کہ یہ قراءۃ تھی لیکن منسوخ ہو چکی۔

گویا قراءۃ شاذہ ہے یا منسوخ التلاوۃ الفاظ ہیں۔ کیا قراءۃ شاذہ یا منسوخ التلاوت الفاظ زمرہ تحریف میں آسکتے ہیں؟

اَلْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ۔
قَانِتِیْنَ وَقَالَتْ اَشْهَدُ
اَنِّیْ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

انتھی بلفظہ۔
یعنی عمرو بن رافع نے کہا کہ حفصہ زوجہ
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میں قرآن
لکھ رہا تھا۔ کہ حفصہ نے کہا جب
حافظوا علی الصلوات
والصلوۃ الوسطی تک
پہنچو۔ تو مجھ سے پوچھ لینا۔ عمرو کہتا
ہے کہ جب میں آیت پر پہنچا تو میں
نے حفصہ سے استیذان کیا۔ اس
وقت ام المسلمین حفصہ نے یہ آیت
مجھے اس طرح املاء کرائی کہ حافظوا علی الصلوات
والصلوۃ الوسطی وصلوۃ العصر وقوموا للہ
قانتین۔ اور فرمایا میں شہادت دیتی
ہوں۔ کہ میں نے اس آیت کو اسی طرح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔
در رسالہ تحریف قرآن ص ۲۸-۲۷

کیوں صاحبان! دیکھا بے ایمانی
اور بد دیانتی آخر امام حسین کو ہزاروں
خط لکھ کر ان کے نمائندے مسلم بن
عقیل اور پھر امام موصوف سے غداری
کرنے والے ایسا کرنے والے
ایسا نہیں کریں گے۔ تو کون کرے گا؟

تقابل نمبر ۵

رسالہ تحریف قرآن

سنیوں کے قرآن آیتوں کی تحریف

آیت رجم: حضرات اہل سنت کی روایات
سے یہ بھی ثابت ہوتی ہے۔
کہ سورۂ احزاب کے اس نقصان
عظیم میں جو تین حصے تلف کیے گئے
اس میں ایک مشہور آیت رجم بھی
موجود تھی۔ جو تحریف کی گئی ہے
اور موجود قرآن میں نہیں۔
ایضاً۔ جلد پنجم ص ۱۸۰ سطر ۸ میں
علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ کہ مالک، بخاری
مسلم اور ابن ضریس نے ابن عباس
سے روایت کی ہے۔
اَنَّ عُمَرَ قَامَ فَحَمِدَ اللّٰہِ
فَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ
اَمَّا بَعْدُ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ

تفسیر لوامع التنزیل

منسوخ التلاوۃ دون الحکم

اما آیاتیکہ منسوخ اللفظ باشد دون الحکم
چوں آیت رجم باتفاق کافہ مفسرین
و محدثین است چنانچہ فخر رازی
و نیشاپوری و ثعلبی و واحدی و
بغوی بل ہمہ گفتند کہ متروک اللفظ
غیر الحکم ایں آیۃ است
اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا
فَارْجُمُوْھُمَا اَلْبَتَّۃَ نَکَالًا
مِنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ
(تفسیر لوامع التنزیل جلد
اول مطبوعہ ہاشمی پریس لاہور)

ترجمہ:
بہر حال وہ آیات جو کہ لفظوں کے
اعتبار سے منسوخ ہیں لیکن حکم

بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ وَ
اَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ
فَكَانَ فِيْمَا اَنْزَلَ
عَلَيْهِ آيَةُ الرَّجْمِ
فَقَرَاْءَ نَاهَا الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ
اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا
اَلْبَتَّةَ وَرَجَمَ رَسُوْلُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ فَاَخْشٰى
اَنْ يَطُوْلَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ
فَيَقُوْلُ قَائِلٌ لَا نَجِدُ اٰيَةَ
الرَّجْمِ فِيْ كِتَابِ اللهِ
فَيَضِلُّوْا بِتَرْكِ فَرِيْضَةٍ
اَنْزَلَهَا اللهُ۔ انتہی بلفظہ

ترجمہ:

یعنی عمر بن الخطاب ایک دن
خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے
بس محمد و ثناء الٰہی کے بعد کہا کہ
اے لوگوں خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو حق کے ساتھ بھیجا۔ اور اپنی
کتاب ان پر نازل کی۔ پس

باقی ہے۔ اس کی مثال جیسا کہ
آیت رجم۔ تمام مفسرین و محدثین
مثلاً فخر رازی، نیشا پوری، ثعلبی
واحدی اور بغوی بلکہ دوسرے
تمام نے کہا ہے۔ کہ یہ آیت
متروک اللفظ غیر الحکم ہے۔
الشیخ والشیخۃ اذا زنیا الخ

نوٹ:

رسالہ تحریف قرآن میں ملا ماژی
نے آیت رجم کے بارے میں
کہا۔ کہ آیت رجم قرآن میں تھی
لیکن سنیوں کی تحریف کی وجہ
سے موجود قرآن میں نہیں ہے
لیکن اس کے برعکس اپنی تفسیر
میں اس آیت کے بارے میں
صاف صاف تحریر کر دیا۔ کہ یہ
اُن آیات میں سے ہے۔ کہ
جن کا لفظ منسوخ ہو چکا ہے۔
اور حکم باقی ہے۔ بلکہ اس میں
تمام مفسرین و محدثین کا اجماع
نقل کیا ہے۔ اس تقابل کے

جو کچھ ان پر نازل کیا۔ اس میں
سے آیت رجم بھی تھی۔ جس کو
ہم نے خود پڑھا۔ اور سنا تھا۔
اور وہ آیت یہ تھی۔ الشیخ
والشیخة اذا زنیا
فارجموھما البتة
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے رجم کیا تھا۔ اور ان کے بعد
ہم کرتے رہے۔ لیکن اب میں
ڈرتا ہوں۔ کہ لوگوں پر زمانہ
دراز گزر جائے۔ اور کہنے
والے کہنے لگیں۔ کہ ہم تو آیت
رجم قرآن میں پاتے ہی نہیں
پس اس سبب سے ایک فریضہ کو
چھوڑ کر ضلالت میں پڑ جائیں
تفسیر اتقان: مطبوعہ احمدی نوع
۴۷ ص ۳۱۶ سطر ۱۵ میں بھی
بضمن نقصان سورۂ احزاب
بروایت ابی بن کعب قرآن
سے آیت رجم کا تحریف کیا
جانا تسلیم کیا گیا ہے زیر بحث

بعد آپ ناظرین خود فیصلہ
کریں۔ کہ منسوخ التلاوت
دون الحکم میں سنیوں کا کہاں
تک دخل ہے۔ کیا اس کی
تنسیخ ہم نے کی۔ جب یہ سب
کچھ اللہ کی طرف سے ہوا۔
تو پھر اس کے بعد قرآن میں
ان الفاظ کا باقی رہنا ناممکن تھا
اس لیے اہل سنت پر تحریف کا
الزام لگا کر یہ کہنا کہ انہوں نے
آیت رجم قرآن سے نکال دی
کس قدر ظلم عظیم ہے۔ اور
کتنی گھناؤنی منافقت اور
بددیانتی ہے۔

☆

کہتا ہے۔ کہ مجھے ابی بن کعب نے
کہا۔ : كُنَّا نَقْرَاءُ
فِيْهَا ايَةَ الرَّجْمِ قُلْتُ
مَا ايَةُ الرَّجْمِ قَالَ
اِذَا زَنَيَا الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ
فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ
نَكَالاً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

(رسالہ تحریف قرآن
ص ۵۳۔۵۴۔۵۵
مطبوعہ لاہور۔)

(فاعتبروا یااولی الابصار)

تقابل نمبر ۶

رسالہ تحریف قرآن

(سنیوں کی قرآنی آیتوں کی تحریف)

آیتِ مال۔ سنیوں کی معتبر روایات
سے بھی ثابت ہے۔ کہ سنیوں
کے قرآن میں مال کے متعلق بھی
ایک آیت نازل ہوئی تھی جس
کو سنیوں کے خلیفہ صاحب نے
تحریف کر کے قرآن سے نکال
ڈالا۔ اور اب حضرت عثمان
کے جمع کیے ہوئے اس قرآن
میں وہ آیتِ مال موجود نہیں
ہے۔

تفسیر لوامع التنزیل

(منسوخ التلاوت دون الحکم)

در درِ منثور الجنان فرمود کہ ایں آیۂ
از سورۂ نور برآوردہ شدہ و حکمش
باقی است و بخاری نیز آں را
روایت کردہ فخر رازی و نیشاپوری
و طبرسی و در درِ منثور از مسلم و
بخاری و ابن ماجہ و ابو نعیم و علیہ
و بیہقی در دلائل و غیر ایشاں بسیدی
از موسیٰ روایت کردند کہ در زمان
رسول می خواندند۔
لو کان لابن ادم وادیین
من مال لا تبتغی الیہما ،

تفسیر اتقان مطبوعہ مطبع احمدی نوع
۲۷ ص ۳۱۶ سطر آخری میں مرقوم
ہے۔ کہ عبدون صالح نے ہشام
بن سعید اور اس نے ابی واقد لیثی
سے روایت کی ہے۔
قال کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اذا اوحی
الیہ اتیناہ فعلمناہ مما
اوحی الیہ قال فجئت
ذات یوم فقال ان اللہ
یقول انا انزلنا المال
لاقام الصلوۃ وایتاء
الزکوۃ ولو ان لابن آدم
وادیا من ذھب لاحب ان
یکون الیہ الثانی ولو
کان لہ الثانی لاحب ان
یَکُوْنَ اِلَیْھِمَا الثَّالِثُ وَلَا
یَمْلَاءُ اِبْنَ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ
وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ
انتھی بلفظہ۔
خلاصہ یہ ہے۔ کہ ابی واقد لیثی

ثالثا ولا یملاء جوف
ابن ادم الا التراب و
یتوب اللہ علی من تاب
وسیوطی ہشت روایت ہمیں
مضمون از جم غفیر و جمع کثیر نقل
کردہ من شاء فلیرجع الیہ۔
(تفسیر لوامع التنزیل
جلد اول ص ۵۲۹/
مطبوعہ لاہور)
ترجمہ: اگر آدمی کے پاس مال کی
دو وادیاں بھی ہوں۔ تو وہ
تیسری مانگے گا۔ اور آدمی کا
پیٹ تو صرف مٹی ہی بھرے
گی۔ علامہ سیوطی نے اسی
مضمون کی آٹھ روایت جم غفیر
اور بہت بڑی جماعتوں سے
نقل کی ہیں۔ جو چاہے۔ ان کی
تفسیر کی طرف لوٹے۔

نوٹ:

شیعہ مفسر ملا حائری اپنی تفسیر
میں مذکورہ آیت کو اہل سنت

نے کہا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ وحی ہمیں تعلیم دیا کرتے۔ بیثی نے کہا کہ حسب معمول ایک روز جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں۔ تو یہ خط کشیدہ آیت پیغمبر نے پڑھ کر سنائی۔ اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ ایسا فرماتا ہے۔

فرمایا صاحبان! فرمائیے۔ کیا تم اس آیت مال کو اب موجودہ قرآن میں کہیں پاتے۔ ہو (ہرگز نہیں) تو پھر ظاہر ہے کہ سنیوں کی اس روایت کے مطابق یہ آیت مال بھی سنیوں کی

(رسالہ تحریف قرآن ص ۵۷-۵۸ مطبوعہ لاہور)

واہل تشیع کی تفسیروں سے یہ ثابت کر رہا ہے۔ کہ اس کے الفاظ منسوخ ہو چکے ہیں اور حکم باقی ہے۔ لیکن اپنی تصنیف "رسالہ تحریف قرآن" میں اس کو سنیوں کی تحریف قرار دے رہا ہے: شرم تم کو مگر نہیں آتی

فاعتبروا یا اولی الابصار

تقابل نمبر ۷

رسالہ تحریف قرآن	تفسیر لوامع التنزیل
(سنیوں کے قرآنی آیتوں کی تحریف)	(منسوخ التلاوت دون الحکم۔)
آیت جاھدوا سنیوں کی معتبرہ روایتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آیت جاھدوا بھی سنیوں کے خلیفہ صاحب عثمان نے قرآن سے تحریف کر دی ہے۔	ابو عبیدہ روایت کردہ کہ عمر بعبد الرحمٰن بن عوف گفت آیا نبود در منزل علینا ان جاھدوا کما جاھدتم اول مرۃ وحالانمی یابیم عبد الرحمٰن گفت آری ایں از جملہ است کہ از قرآن ساقط شدہ۔
تفسیر اتقان (مطبوعہ احمدی نوع ۴۷ ص ۳۱۷ سطر ۱۲) میں مرقوم ہے۔ کہ ابن ابی مریم نے نافع سے اس نے ابن عمر جمحی سے اس نے ابن ابی ملیکہ سے اس نے مسور بن مخرمہ سے	(تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص ۵۲۹ مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور)
	ترجمہ: ابو عبیدہ روایت کرتے ہیں

روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا۔

قَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَلَمْ تَجِدْ فِيْمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا اَنْ جَاهِدُوْا كَمَا جَاهَدْتُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاِنَّا لَا نَجِدُهَا قَالَ اُسْقِطَتْ فِيْمَا اُسْقِطَتْ مِنَ الْقُرْاٰنِ

انتھیٰ بلفظہ۔

ترجمہ:

یعنی حضرت عمر نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا۔ کہ آیت اِنْ جَاهِدُوْا كَمَا جَاهَدْتُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ نہیں پاتا پس ہم نے (تو بہت تلاش کی) کہیں اس کا پتہ نہ ملا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ حضور یہ آیت بھی نکال دی گئی ہے۔ انہیں آیتوں کے ساتھ جو قرآن سے ساقط کی گئیں

(رسالہ تحریف قرآن ص ۵۹ مطبوعہ لاہور)

کہ حضرت عمر نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا۔ کیا قرآن کریم میں یہ آیت ہم پر اتاری گئی تھی۔ ان جاھدوا کما جاھدتم اول مرۃ لیکن اب ہم قرآن میں ملتے نہیں پاتے۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ ہاں یہ ان تمام آیات میں سے ایک ہے۔ جو قرآن سے ساقط ہو گئیں

قارئین کرام! اس تقابل میں بھی وہی منافقت اور بددیانتی سرعام ناچتی نظر آ رہی ہے۔ تفسیر میں اس مذکورہ آیت کو منسوخ التلاوۃ دون الحکم کے اثبات پر بطور دلیل کی۔ اور رسالہ تحریف قرآن میں اہل سنت کی تحریف کے ثبوت میں ذکر کی یہ سب کچھ صرف اسی لیے تو نہیں کیا جا رہا کہ اس کے کاسہ لیس واہ واہ کر اٹھیں اور خوب داد دیں۔ اگر یہی مقصد ہے۔ تو خدا کی پھٹکار۔

تقابل نمبر ۸

رسالہ تحریف قرآن	تفسیر لوامع التنزیل
(سنیوں کے قرآن میں مکی سورتوں میں مدنی آیات اور بالعکس ہیں)	(سورۂ بقرہ میں مکی مدنی سورتوں کا اختلاط)
فرمایا صاحبان اہل سنت کی معتبر کتب سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے قرآن میں بعض وہ آیتیں جو مکہ میں نازل ہوئی تھیں۔ ان کو مدنی سورتوں میں داخل کیا گیا ہے۔ اور بعض مدنی آیتوں کو مکی سورتوں میں داخل کیا ہے نمونہ کے طور پر چند مقام سناتا ہوں۔ غور سے سماعت فرمائیں (سورہ رعد) (تفسیر در منثور)	بدانکہ دریں جا چند بحث اند بحث اول آیا ایں سورۃ بقرہ مکی است یا مدنی یا ہر دو درآں بالجملہ خلاف است و مشہور مدنی است مگر یک آیت واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ در حج الوداع در منیٰ نازل شدہ (تفسیر لوامع التنزیل جلد اول ص۹۴) ترجمہ: اس مقام پر چند بحثیں ہیں پہلی یہ کہ کیا سورۃ البقرہ مکی ہے یا مدنی یا دونوں۔ اس میں بالجملہ خلاف ہے۔ اور مشہور مدنی ہے۔ صرف ایک آیت واتقوا یوما مکی ہے جو مقام منیٰ میں حج الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔

آخری گزارش

چونکہ راقم الحروف کے پاس ملا حائری کی تفسیر لوامع التنزیل کی صرف تین جلدیں تھیں۔ جن میں سے چند تقابلی حوالہ جات سپردِ قلم کیے۔ کہتے ہیں۔ کہ دیگ میں سے ایک دانہ دیکھنا ہی کافی ہوتا ہے۔ ہم نے تو آٹھ عدد حوالہ جات پیش کر دیئے۔ جن سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہے۔ کہ ملا حائری کس دوغلے پن کا شکار ہے۔ اور منافقت اس میں کس قدر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ رسالہ تحریف قرآن اور فتوحات شیعہ میں اٹھائے گئے اعتراضات کا ہم نے تفصیل سے جواب دیا ہے۔ اس بحث کو سمیٹتے ہوئے بطور خلاصہ چند سطور پیش خدمت ہیں۔

۱۔ اہل تشیع چونکہ خود تحریف قرآن کے معتقد ہیں۔ اس لیے وہ اس گھناؤنے جرم میں اکیلے نہیں رہنا چاہیئے۔

۲۔ کتب شیعہ سے ہم نے متعدد حوالہ جات سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ تحریف قرآن پر ان کے اکابر علماء کا اتفاق ہے۔

۳۔ ائمہ معصومین کے حوالہ جات سے تحریف قرآن پر درجنوں روایات واحادیث ہم بیان کر چکے۔

۴۔ ان کے ہاں تحریف قرآن کی روایات حدِ تواتر تک بلکہ متواتر ہیں۔

۵۔ اہل سنت پر تحریف کا الزام ثابت کرنے کے لیے ایک بھی صحیح روایت پیش نہ کر سکے۔

۶۔ جو روایات انہوں نے ذکر کیں۔ وہ یا تو منسوخ التلاوت یا روایت و قراءۃ شاذہ یا اختلاف قراءۃ کی صورتیں تھی۔

۷ ۔ ان کا موجود قرآن کو کامل اور غیر محرف ماننا صرف تقیہ کے طور پر ہے۔ ورنہ صحیح اور کامل قرآن کو امام غائب کے پاس مانتے ہیں۔

قد تم بحث تحریف القرآن و تنسیخہ
بعون اللہ القدیر و الصلوۃ و السلام
علی رسولہ محمد و الہ و اصحابہ
و ازواجہ و ذریاتہ و عترتہ و اھل
محبتہ اجمعین

الحاصل

"قرآن کریم کی تحریف" اس موضوع پر ہم نے سیر حاصل بحث کی۔ جس کا ایک ایک ورق نہایت مفید اور کارآمد ہے۔ لیکن اس کی طوالت کے پیش نظر خیال آیا۔ کہ اس کا خلاصہ بمعہ مزید باتوں کے تحریر کیا جائے۔ تاکہ حضرات علماء کرام مختصر وقت میں بہت کچھ مواد پا سکیں۔ اس اختصار کو ہم چار فصلوں میں ان شاء اللہ بیان کر رہے ہیں

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

فصل اول:

اثباتِ تحریف قرآن پر کتب اہل تشیع سے دلائل قاہرہ۔

فصل دوم:

تحریف قرآن کے شیعہ قائلین کی فہرست اور اس موضوع پر ان کی تصانیف

فصل سوم:

تحریف قرآن کے چار منکر شیعوں پر انہی کے ہم مسلک علماء کی گرفت

فصل چہارم:

تحریف قرآن کی زد میں نبوت وغیرہ کی بحث۔

فصل اول

اثبات تحریف قرآن پر کتب اہل تشیع سے دلائل

قاہرہ

دلیل اوّل — فصل الخطاب

ان کیفیة جمع القرآن وتالیفه مستلزمة عادة لوقوع التغییر و التحریف فیه وقد اشار الی ذالك العلامة المجلسی فی مرأة العقول حیث قال والعقل یحکم بانه اذا کان القرآن متفرقا منتشرا عند الناس وتصدی غیر المعصوم لجمعه یمتنع عادة ان یکون کاملا موافقا للواقع۔

ترجمہ:

جس کیفیت سے قرآن کریم جمع ہوا۔ اور اس کی تالیف ہوئی۔ وہ کیفیت بطور عادت یہ تقاضا کرتی ہے۔ کہ قرآن کریم میں تغییر و تحریف لازمًا واقع ہو۔ مرآۃ العقول میں علامہ مجلسی نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ہو عقل یہی فیصلہ کرتی ہے۔ کہ جب قرآن کریم اِدھر اُدھر بکھرا ہوا تھا۔ اور مختلف لوگوں کے پاس اس کے مختلف حصے تھے۔ تو اس صورت میں جب ایک غیر معصوم شخص اس کو اِکٹھا کرنے کے درپے ہو۔ تو بطور عادت اس کا کامل اور واقع کے مطابق ہونا ممتنع ہوتا ہے۔

توضیح

مجلسی شیعی نے از روئے عقل موجود قرآن کو نامکمل اور خلاف واقع ثابت کیا ہے۔ "موجود قرآن" ظاہر بات ہے۔ کہ ہم اہل سنت کے پاس اور اہل تشیع کے پاس یہی قرآن ہے۔ جس کو "غیر معصوم" نے جمع کیا۔ اور "غیر معصومین" کا جمع کرنا نامکمل ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ ان سے خطا سرزد ہو سکتی ہے۔ ایک خطا کا سرزد ہونا اور دوسرا جمع کرنے سے قبل قرآن کریم کا بکھرا ہوا ہونا دونوں امور مل کر اس عقلی امتناع کو اور مضبوط کر دیتے ہیں۔ اس عقلی فیصلہ میں ایک پیچیدگی ظاہر ظاہر ہے۔ جس کا حل اس کے قائلین کو ہی پیش کرنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جو قرآن معصومین (حضرت علی المرتضٰی) نے جمع کیا تھا۔ اور اسے ابو بکر و عمر فاروق کے پاس لے کر گئے تھے۔ اور جب اسے کھول کر پڑھا گیا۔ تو اس کے ابتدائی صفحات پر فضائح جملہ ... [illegible]

لے جاؤ۔ ہمیں اس قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ معصومین نے اپنا جمع کردہ قرآن ہوا میں اڑاتے ہوئے کہا۔ کہ اب تمہیں یہ قرآن نظر نہ آئے گا۔ آخر زمانہ میں امام غائب سے کرائیں گے۔ جو ابھی اہل تشیع کے نزدیک سامرہ کی غار میں آرام فرما رہے ہیں۔ یہ قرآن تو دنیا کو دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ اور وہ قرآن جو ابوبکر و عمر نے جمع کیا تھا۔ وہ نامکمل اور خلاف واقع ہے۔ اب اہل تشیع کے پاس اصلی قرآن تو ہے نہیں۔ اور اس کے خود اقراری ہیں۔ اور موجود قرآن کو نامکمل اور محروف مانتے ہیں گویا شیعوں کے پاس نہ قرآن رہا اور نہ ایمان۔

حیرت کی یہاں ہی انتہا نہیں ہوئی۔ بلکہ امالی شیخ صدوق وغیرہ معتبر کتب شیعہ میں یہ تحریر بھی موجود ہے۔ کہ حضرات آئمہ اہل بیت کے اقوال و ارشادات و احادیث میں بہت خلط ملط ہو چکا ہے۔ اس لیے ان کی صحت کو معلوم کرنے کا ایک ہی طریقہ مذکور ہے۔ وہ یہ کہ ائمہ نے فرمایا۔ ہماری احادیث کو قرآن پر پیش کرو اگر موافق پاؤ۔ تو عمل کرو۔ ورنہ چھوڑ دو۔ اب ان کی احادیث و روایات کی موافقت کس قرآن سے کی جائے۔ موجود قرآن نامکمل اور تحریف شدہ ہے۔ اس پر ویسے ہی اہل تشیع کا یقین نہیں۔ اور ان کا اصلی قرآن ابھی ناپید ہے۔ اور نہ معلوم سامرہ کی غار سے کوئی لے کر نکلے یا یہ ترستے ہی مر جائیں۔ اور امام غائب آئے یا نہ آئے اگر آئے تو شاید معصومین کا جمع کردہ قرآن ساتھ لائے یا نہ۔ اب ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے۔ کہ تمہارے مذہب کی جب دو بنیادیں ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث ائمہ اہل بیت۔ احادیث ائمہ تو موضوعات اور من گھڑت روایات میں پھنس گئیں۔ اس لیے ان پر عمل کرنا مشکل ہو گیا۔ اس مشکل کا حل خود ائمہ نے جو پیش کیا۔ کہ قرآن پر ہماری احادیث پیش کرو۔ اب ائمہ کی احادیث کی صحت و عدم صحت معلوم کرنے کے لیے کس قرآن پر پیش کریں۔ ابوبکر و عمر کا جمع کردہ

غلطیوں سے مبرا نہیں۔ اور عقلی طور پر نامکمل ہے۔ اس پر پیش کرنے سے مسئلہ حل نہ ہو گا۔ اور اگر اس قرآن پر پیش کرتا ہے۔ جو معصومین نے جمع کیا تھا۔ تو وہ غائب ہے۔ اس کا صاف نتیجہ یہ نکلا۔ کہ احادیث ائمہ بھی گئیں۔ قرآن انہوں نے پہلے ہی نامکمل اور محرف قرار دے دیا تھا۔ اب ایمان سے بتلائیے۔ اہل تشیع کے مذہب کے دو بنیادوں میں سے ایک بھی قابل اعتبار اور مکمل صورت میں موجود نہیں۔ پھر ان کے مذہب کا کیا اعتبار باقی رہ جاتا ہے۔ ہاں شیطان نے جس راہ پر لگا دیا۔ اُسے اس نے ان کے لیے مزین کر دیا۔ وزین لھم الشیطٰن اعمالھم یہ تھی فقہ جعفریہ کی حقیقت جس کی صداقت وحقانیت کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں "فقہ حنفیہ" پر اعتراض والزامات کی بوچھاڑ کی جاتی ہے۔ حالانکہ فقہ حنفیہ کی اصل "موجود قرآن" جو ہم کامل ومکمل وغیر محرف مانتے ہیں۔ وہ بھی لاکھوں کروڑ ہا کی تعداد میں ہر دور میں موجود رہا۔ اور تاقیامت رہے گا۔ اور احادیث نبویہ بھی صدیوں سے مدون صورت میں موجود ہیں۔ ان دونوں پر اس فقہ کا دارومدار ہے۔

جب فقہ حنفیہ کی بنیادیں موجود اور مستحکم ہیں۔ فقہ حنفیہ بھی موجود ومستحکم ہے۔ اس کے برخلاف فقہ جعفریہ کی ایک بنیاد بھی موجود نہیں۔ اور اگر ہے تو ناقابل اور اصلی ونقلی سب کچھ کامتر بہ ہے۔ لہٰذا جیسا اصل ویسی فرع۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دلیل دوم

بقول شیعہ قرآن کی تحریف تواتر سے ثابت ہے۔

فصل الخطاب

قد عرفت مشروحاً انّ النقصان انما تطرق علی القرآن بسبب خلافة اهل الجور والعدوان وبلوغ ما ذکرنا ونقلنا من اول المقدمات الی ههنا ان یزید من حد تواتر کما لا یخفی علی منصف مع عدم عنوان علی کثیر من کتب الاخبار وقد ادعی تواترها جماعة منهم: المولوی محمد صالح فی شرح الکافی حیث قال فی شرح ما ورد ان القرآن الذی جاء به جبرئیل الی النبی صلی الله علیه وسلم سبعة عشرة الف آیة وفی روایة سلید ثمانیة عشرة آیة واسقاط بعض القرآن وتحریفه ثبت من

طرقنا بالتواتر المعنوی کما یظھر لمن تامل
فی کتب الاحادیث من اولھا الی آخرھا و
منھم الفاضل قاضی القضاۃ علی بن عبد العالی
ما لفظہ ان ایراد الاکابر الاصحاب اخبارنا
فی کتبھم المعتبرۃ التی ضمنوا صحۃ مافیھا
قاض بصحتھا فان لھم طرقا فی تصحیحھا غیر
جمع الرواۃ کالاجماع علی مضمون المتن ولیس
عندی تنقیص ھولاء الفحول بصحۃ المتن بادون
من توثیق الرواۃ ومنھم الشیخ المحدث الجلیل
الشیخ ابو الحسن الشریف فی مقدمات تفسیرہ
ومنھم العلامۃ المجلسی قال فی مرأۃ العقول
فی باب انہ لم یجمع القرآن کلہ الا الائمہ
ومنھم السید المحدث الجزائری فی منبع الحیوۃ
ومنھم المولوی محمد نقوی المجلسی ومنھم
الفاضل الامیرزا علاؤ الدین کلستانی شارح
النھج وقال الفاضل المتبع المولوی الحاج محمد
الاردبیلی تلمیذ العلامۃ المجلسی فی اول کتاب
جامع الرواۃ و بالجملہ ببرکۃ نسختی ھذا یمکن
ان یصیر قریبًا اذا کثر من الاخبار التی کانت
بحسب المشھور بین علمائنا۔

(فصل الخطاب ص ۳۵۲ طبع قدیم)

ترجمہ:

تم بالتفصیل یہ جان چکے ہو۔کہ قرآن کریم میں نقصان (تحریف) اس وجہ سے ہوا۔کہ (اس کے جمع کرنے کے وقت) ان لوگوں کو خلافت ملی تھی۔جو ظلم و عدوان والے تھے۔اور قرآن کریم کی تحریف کے بارے میں جو روایات ہم نے مقدمہ سے لے کر اب تک ذکر کیں۔وہ حد تواتر کو بھی پھاند جاتی ہیں۔جیسا کہ صاحبِ انصاف پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔اگرچہ وہ ہمارے اکابر کی بہت سی کتابوں سے واقف نہ بھی ہو۔ان تحریفی روایات کے تواتر کا بہت سے ہمارے علماء نے دعوٰی بھی کیا ہے۔ان میں سے ایک مولوی محمد صالح ہے۔جس نے الکافی کی شرح میں اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔" وہ قرآن جو جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔وہ ستر ہزار آیات اور بروایت سلیم اٹھارہ ہزار آیات پر مشتمل تھا،، قرآن کریم کا کچھ حصہ حذف و ساقط کر دینا اور اس میں تحریف کا ہونا یہ ہمارے طریقہ پر تو تواتر سے ثابت ہے۔اگرچہ وہ تواتر معنوی ہی ہے۔جو شخص کتب احادیث کا مطالعہ کرتا ہے۔اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔

اُن (تحریفِ قرآن کے قائلین بحد تواتر) میں سے ایک اور الفاضل قاضی القضاۃ علی ابن عبدالعاص ہیں۔اُن کا کہنا ہے۔کہ ہم اہل تشیع کے اکابر علماء کا ان تحریف قرآن کے قائلین کی روایات کو اپنی کتب میں ذکر کرنا جو کتابیں بہر حال قابل اعتبار ہیں۔اس امر کی ضمانت بہم پہنچاتا ہے۔کہ انہوں نے جو کچھ نقل کیا۔اس کی صحت کی ذمہ داری بھی اٹھائی

کیونکہ کسی روایت کے صحیح ہونے کے لیے راویوں کے حالات کے علاوہ بھی کئی طریقے ہیں۔ جیسا کہ کسی کتاب کے متن پر اجماع ہو جائے۔ اور میرے نزدیک ایسے اکابر کا کسی متن کی صحت کا اقرار کرنا اس اقرار سے کم نہیں۔ کہ فلاں روایت کے راوی ثقہ ہیں۔ لہٰذا وہ صحیح ہے۔

ان میں سے ایک الشیخ المحدث الجلیل الشیخ ابوالحسن الشریف بھی ہیں انہوں نے اپنی تفسیر مراۃ الانوار کے مقدمہ میں یہ بات واضح طور پر لکھی ہے۔ (یعنی یہ کہ قرآن کریم میں تحریف ہوئی ہے۔)

ان میں سے ایک اور علامہ مجلسی بھی ہیں۔ انہوں نے مراۃ العقول کے ایک باب میں کہا ہے۔ دو قرآن کریم مکمل طور پر صرف ائمہ حضرات نے ہی جمع کیا تھا (موجود قرآن چونکہ غیر ائمہ کا جمع کردہ ہے۔ لہٰذا نامکمل ہے۔)

ان میں سے ایک اور السید المحدث الجزائری صاحب ہیں۔ انہوں نے ”منبع الحیوۃ“ میں اس کی صراحت کی۔

ایک اور صاحب مولوی محمد تقی المجلسی ہیں۔ ایک دوسرے فاضل میرزا علاؤالدین کلیسانی صاحب ہیں۔ انہوں نے نہج البلاغہ کی شرح کرتے ہوئے یہ مضمون بالتصریح بیان کیا۔ ایک اور صاحب جن کا نام مولوی الحاج محمد اردبیلی ہے۔ جو علامہ مجلسی کے شاگرد بھی ہیں۔ انہوں نے جامع الرواۃ کے ابتداء میں یہ مضمون ذکر کیا ہے۔

مختصر یہ کہ میری اس کتاب کی برکت سے ممکن ہے۔ کہ تحریف قرآن کے اثبات میں روایات کی تعداد بارہ ہزار یا اس سے بھی اوپر ہو۔ اور یہ روایات ان روایات کے مقابلہ میں ہوں۔ جو ہمارے علماء کے نزدیک مشہور ہیں۔

؎

اس عبارت درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ موجودہ قرآن میں تحریف اس وجہ سے ہوئی۔ کہ اس وقت خلافت ظالم و جابر لوگوں کی تھی۔

۲۔ تحریف قرآن کی روایات حد تواتر سے بھی زائد ہیں۔

۳۔ عام آدمی بھی ان روایات سے یہی نتیجہ نکالے گا۔ کہ قرآن نامکمل ہے۔ بشرطیکہ وہ صاحب انصاف ہو۔

۴۔ اہل تشیع کی ایک جماعت ان روایات کے تواتر کی مدعی ہے۔ جو تحریف قرآن کے اثبات میں ہیں۔

۵۔ تحریف قرآن کی روایات کا تواتر ماننے والے لوگوں میں سے نوسر کردہ شیعہ اکابر کے نام تحریر ہوئے ہیں۔

۶۔ جبرئیل نے جس قرآن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ اس میں سترہ یا اٹھارہ ہزار آیات تھیں (جو موجودہ قرآن میں ان کے نصف بھی نہیں)

۷۔ کتب شیعہ کا مطالعہ کرنے والا اس امر کو بخوبی جانتا ہے۔ کہ قرآن کے کچھ حصے ساقط ہونے کی روایت باعتبار معنی متواتر ہیں۔

۸۔ جن اکابر شیعہ نے تحریف کی روایات اپنی تصنیفات میں درج کیں۔ انہوں نے ان کی صحت کی ضمانت بھی اٹھائی ہے۔

۹ - ان اکابر کا روایات کی صحت کی ذمہ داری اٹھانا دراصل ان کے راویوں کی صحت کو تحقق کرنا ہے۔

۱۰ - تحریف سے پاک اور مکمل قرآن وہی تھا۔ جسے ائمہ اہل بیت نے جمع کیا تھا

۱۱ - اردبیلی نے کہا۔ کہ میری اس کتاب کی برکت سے تحریف قرآن کی روایات بارہ ہزار سے یا اس سے بھی زائد ہو جائیں گی جبکہ ہمارے اکابر ایسی روایات کے "مشہور" ہونے کے قائل بھی ہیں۔ (گویا مشہور سے بڑھ کر متواتر کا درجہ مل گیا ان روایتوں کو جو تحریف قرآن کے ثبوت میں ہیں)

نوٹ :-

ان گیارہ امور سے ہر صاحب انصاف یہی نتیجہ اخذ کرے گا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک موجود قرآن کریم کی تحریف یقینی ہے۔ اور اس مسئلہ کے اثبات پر شیعہ مذہب کی کتب میں بارہ ہزار سے زائد روایات ہیں۔ (جو صحیح مسند ہیں۔) گویا تواتر سے یہ ثابت ہوا۔ کہ موجود قرآن نامکمل ہے۔ اب اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ ہم تو اس قرآن کو کامل وغیرہ محرف سمجھتے ہیں۔ تو یہ اس کا "تقیہ" تو ہو سکتا ہے عقیدہ نہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دلیل سوم

بقول شیعہ اقرارِ تحریف ضروریات دین میں سے ہے کیونکہ یہ تحریف غاصبینِ خلافت کا سب سے بڑا کارنامہ ہے

تفسیر مراۃ الانوار

الفصل الرابع فی بیان خلاصۃ اقوال علمائنا فی تغییر القرآن وعلامۃ وتزییف استدلال من انکر التغییر۔

اعلم ان الذی یظهر من ثقۃ الاسلام محمد ابن یعقوب الکلینی طاب ثراہ انہ کان یعتقد التحریف والنقصان فی القران لانہ روی روایات کثیرۃ فی ھذا المعنی

فی کتاب الکافی صرح فی اولہ بانہ کان یثق
فیما رواہ فیہ ولم یتعرض لقدح فیہا ولا ذکر
معارضا لہا وکذالک شیخہ علی بن ابراھیم القمی
فان تفسیرہ مملوۃ ولہ غلو فیہ ووافق القمی
والکلینی جماعۃ من اصحابنا المفسرین کا
لعیاشی والنعمانی وفرات ابن ابراھیم وغیرھم و
ھو مذھب اکثر محققی محدثی المتاخرین
وقول الشیخ الاجل احمد بن ابی طالب الطبرسی
کما ینادی کتابہ الاحتجاج ونصرہ شیخنا العلامۃ
باقر علوم اھل البیت وخادم اخبارھم فی کتابہ
بحار الانوار وبسط الکلام فیہ بما لا مزید
علیہ وعندی فی وضوح ھذا القول بعد تتبع
الاخبار وتفحص الاثار بحیث یمکن الحکم یکون
من ضرویات مذھب التشیع وانہ اکبر مفاسد
غصب الخلافۃ فقد بر حتی تعلم توھم الصدوق
حیث قال فی اعتقاداتہ۔

(تفسیر مرآۃ الانوار تصنیف محدث اعظم
ابوالحسن شریف ص ۴۹ فصل رابع
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ محمد ابن یعقوب کلینی کا عقیدہ تھا۔ کہ

قرآن کریم میں آیات کم کرنے کی تحریف موجود ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی کتاب الکافی میں اس مضمون کی تائید کی بہت سی روایات ذکر کی ہیں۔ اور اس کتاب کے شروع میں اس نے یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ میری اس کتاب کی ہر روایت صحیح ہو گی۔ اور پھر ان روایات (جو تحریف کے اثبات پر ہیں۔) پر اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور نہ ہی ان کی کوئی معارض روایت ذکر کی۔

اسی طرح اس کے شیخ علی بن ابراہیم القمی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کی تفسیر بھی ایسی روایات سے بھری پڑی ہے۔ اور یہ صاحب ذرا دو قدم آگے ہی پھلانگ گئے ہیں۔ القمی اور الکلینی کے عقیدہ کی ہمارے مفسرین کی ایک بہت بڑی جماعت نے موافقت کی ہے۔ جیسا کہ عیاشی نعمانی اور فرات وغیرہ۔ اور متاخرین شیعہ میں سے صاحبان تحقیق اور محدثین کا یہی مذہب چلا آ رہا ہے۔ ان کے علاوہ الشیخ الاجل احمد بن ابی طالب الطبرسی کا قول جو اس کی تصنیف "الاحتجاج" میں ہے۔ وہ بھی اسی عقیدہ کی منادی کر رہا ہے۔ اہل بیت کی احادیث و اخبار کے حامل اور ان کے علوم کے ماہر علامہ باقر نے بھی بحار الانوار میں اسی عقیدہ کی نصرت اور تائید کی مذکور تصنیف میں اس موضوع پر اس قدر وضاحت ہے۔ کہ جس سے زیادہ ہونا ناممکن ہے۔

اور میرے نزدیک تحریف قرآن کا قول۔ جبکہ اس بارے میں اخبار و آثار کو اچھی طرح دیکھا جائے۔ تو یہ حکم رکھتا ہے۔ کہ یہ عقیدہ رکھنا ضروریات دین میں سے ہے۔ "مذہب شیعہ کا اس کے بغیر وجود ہی قائم نہیں رہ سکتا۔ اور

اس کی سب سے بڑی وجہ خلافت پر غاصبانہ قبضہ ہے۔ تم میری ان باتوں میں خوب غور کرو۔ تاکہ شیخ صدوق نے جو "اعتقادات" میں لکھا ہے۔ کہ قرآن کریم میں تحریف نہیں ہوئی۔ تمہیں اس کے اس وہم کا بخوبی علم ہو جائے۔

نوٹ:

عبارت بالا سے واضح طور پر معلوم ہوا۔ کہ قرآن کریم کی تحریف کے قائل "دو لگو پنجو" شیعہ نہیں۔ بلکہ محقق و محدث اس کے معتقد ہیں۔ اور اس پر تقریباً شیعہ برادری کا اجماع ہے۔ اسی وجہ سے یہ مسئلہ ان کے ہاں "ضروریات شیعہ" میں سے ایک ہے۔ اور جو شخص اپنے مسلک و شرب کی ضروریات میں سے کسی ایک کا منکر وہ اس مذہب کا بے ایمان۔ انوار نعمانیہ والا یہی تو کہہ رہا ہے۔

الوارد فی الکتاب والسنة المتواترة بحیث صار من الضروریات الدینیة بکفر منکرها اجماعا ووفاقاً۔

(ص ۲۸۴ جلد نمبر ۲)

ترجمہ:

قرآن کریم اور سنت متواترہ میں موجود مسئلہ جو ضروریات دینیہ میں سے ہو۔ اس کا منکر اجماعا اور اتفاقاً کافر ہے۔

دلیل چہارم

فصل الخطاب

الاخبار الکثیرة المعتبرة الصریحة فی وقوع السقط ودخول النقصان فی الموجود من القرآن

زیادة علی ما مر متفرقا فی ضمن الادلة السابقة وانه اقل من تمام ما نزل اعجازا علی قلب سید الانس والجان من غیر اختصاصها بایة وسورة۔

(فصل الخطاب ص ۲۳۵ طبع قدیم ایران)

ترجمہ:

کثیر التعداد صریح اور قابل اعتبار اخبار اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ موجود قرآن میں کمی اور تحریف ہوئی ہے۔ اور گزشتہ دلائل میں متفرق اس کا ذکر ہوا ہے۔ اور اس بات پر صاف دلالت کرتی ہیں۔ کہ جو قرآن کریم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور پر اترا۔ اُس سے موجود قرآن میں کہیں کم آیات ہیں۔ اور یہ کمی کسی آیت یا سورت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

عبارت بالا سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ بہت سی معتبر روایات ہیں۔ جو تحریف قرآن پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والے قرآن کی بہ نسبت موجود قرآن بہت کم ہے۔

۳۔ دو تحریف،، کسی آیت یا سورت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ (بلکہ پورے قرآن میں ہوئی ہے۔

نوٹ: اس حوالہ اور اس سے ثابت شدہ امور اس بات کو یقینی بنا دیتے

ہیں۔ کہ اہل تشیع کے ہاں وہ تحریف قرآن،، ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جو قابل اعتبار اور صریح روایات سے ثابت ہے

بقول نعمت اللہ جزائری شیعہ تحریف قرآن پر

دو ہزار سے زائد احادیث موجود ہیں

دلیل پنجم

فصل الخطاب

الاخبار الواردة فی الموارِد المخصوصة من القرآن الدالة علی تغییر بوض الکلمات والآیات والسور باحدی الصور المتقدمة وھی کثیرة جدا حتی قال السید نعمت اللہ الجزائری فی بعض مولفاته کما حکی عنه ان الاخبار الدالة علی ذالک تزید علی الفی حدیث وادعی استفاضتها جماعة کالمفید والمحقق الداماد والعلامة المجلسی وغیرهم بل الشیخ ایضا صرحها فی التبیان بکثرتها بل ادعی تواترها جماعة یاتی ذکرهم.....

اعلم ان تلک الاخبار منقولة من الکتاب المعتبرة

التی علیہا معول اصحابنا فی اثبات احکام الشریعۃ

و آثار النبویۃ۔

(فصل الخطاب ص ۲۵۱، ۲۵۲ مطبوعہ

ایران قدیم)

ترجمہ:

روایات جو مخصوص موارد میں قرآن سے وارد ہوئی ہیں۔ وہ کلمات قرآن کے ،، آیات اور سورتوں کے متغیر ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور وہ بکثرت ہیں۔ حتیٰ کہ سید نعمت الجزائری نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے۔ کہ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات کی تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ ایک جماعت نے ان روایات کے مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جن میں شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ شامل ہیں۔ بلکہ شیخ نے ،، التبیان ،، میں اس سے بھی زیادہ کی تصریح کی ہے۔ بلکہ ایک جماعت تو ان کے تواتر کی بھی مدعی ہے۔ اس کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔...... تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی آیات ان کتابوں سے نقل کی گئی ہیں۔ جن پر مذہب شیعہ کے اصحاب کا اس قدر بھروسہ ہے۔ کہ ان سے شرعی احکام اور آثار نبوی ثابت کرتے ہیں۔

نوٹ:-

مذکورہ حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱ - تحریفِ قرآن کے بارے میں مخصوص آیات کی تعداد تقریباً دو ہزار سے

اوپر ہے۔

۲۔ شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی نے ان روایات کو مستفیض کہا۔ جو تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔

۳۔ شیخ ابو جعفر طوسی اور ایک جماعت شیعہ نے ان روایات کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔

۴۔ تحریف کی روایات ان کتابوں میں موجود اور ان سے منقول ہیں جو مذہب شیعہ میں اس درجہ کی ہیں۔ کہ ان سے احکام شرعیہ ثابت ہوتے ہیں۔

دلیل ششم

فصل الخطاب

لا یخفی ان ھذا الخبر وکثیرا من الاخبار الصحیحة صریحة فی نقص القرآن وتغیرہ وعندی ان الاخبار فی ھذا الباب متواترة معنی وطرح جمیعھا یوجب رفع الاعتماد عن الاخبار راسًا بل ظنی ان الاخبار فی ھذا الباب لا یقصر عن اخبار الامامة فکیف یثبتونھا بالخبر۔

(فصل الخطاب ص ۵۲ مطبوعہ قدیم ایران)

ترجمہ:

یہ بات پوشیدہ نہ رہے۔ کہ یہ حدیث اور اس کے علاوہ بہت سی

صحیح احادیث اس بات پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ کہ قرآن کریم میں نقص اور تبدیلی ہوئی ہے۔ اور میرے نزدیک اس تحریف قرآن کے موضوع پر پائی جانے والی احادیث باعتبار معنی متواتر ہیں۔ اور ان تمام احادیث کو نہ ماننا اس بات کو لازم کردیتا ہے۔ کہ احادیث سے مکمل طور پر اعتماد ختم ہو جائے۔ بلکہ میرا ظن تو یہ ہے۔ کہ تحریف قرآن کے اثبات کے متعلق پائی جانے والی احادیث ان احادیث سے کم نہیں ہیں۔ جن سے مسئلہ خلافت ثابت ہوتا ہے۔ اگر اتنی روایات کو ناقابل عمل قرار دیں۔ تو مسئلہ امامت بھی کھٹائی میں پڑ جائے گا۔ اور روایات سے اس کا ثبوت مشکل ہو جائے گا۔

نوٹ

اہل تشیع کے مذہب کی جان اور روح رواں مسئلہ امامت ہے۔ اور یہ مسئلہ بہرحال احادیث و روایات سے وہ ثابت کرتے ہیں (وہ مستفیض ہوں۔ یا متواتر) لیکن مسئلہ تحریف قرآن کے لیے بھی مسئلہ امامت سے کم اور کم درجہ روایات نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شیعہ انہیں سرے سے نہیں مانتا۔ تو پھر اُسے مسئلہ امامت سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ لیکن وہ مسئلہ امامت کو چھوڑ نہیں سکتے۔ اس لیے تحریف قرآن کے عقیدہ کے بغیر چھٹکارا نہیں۔ اب نتیجہ یہ نکلا۔ کہ مسئلہ امامت بھی رہا۔ اور تحریف قرآن بھی مسلّم۔ لہٰذا قرآن کریم جو موجود ہے۔ وہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ یہی ان کا عقیدہ اور یہی ان کا دھرم ہے۔ جب موجود قرآن محرّف ہے۔ تو لازماً وہ قرآن جو غیر محرّف ہو۔ وہ کہیں نہ کہیں ہونا چاہیئے۔ اس لیے ان کے بڑے بڑے جگادریوں نے اس بات پر اتفاق کیا۔ اور ایک اس کا حل یہ پیش کیا۔ کہ وہ غیر محرف

قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ جب آئیں گے۔ ساتھ لائیں گے۔

دلیل ہفتم

قرآن میں سے دو تہائی حصہ تحریف کی نذر ہو گیا ہے صاحب شافی شرح کافی

صافی شرح اصول کافی

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان القران الذی جاء به جبرئیل علیه السلام الی محمد سبعة عشر الف آیة۔ شرح۔ روایت است از امام جعفر صادق گفت۔ بدرستیکہ قرآن کہ آوردہ آں را جبرئیل علیہ السلام بسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہفدہ ہزار آیت است۔ مراد انیست کہ بسیاری از آں قرآن ساقط شدہ ودر مصاحف مشہورہ نیست۔ زیرا کہ مجموعہ قرآنے کہ در مصاحف مشہورہ است عدد آیات آں نزد قرار اہل کوفہ چنانچہ موافق نقل صاحب مجمع البیان عدد آیات ہر سورۃ را در اول آں سورہ شش ہزار وسہ صدی پنجاہ وشش آیت است .... واحادیث صحاح در طریق خاصہ ودر طریق عامہ کہ دال است بر اسقاط بسیاری از قرآن در کثرت بحدے رسیدہ کہ تکذیب جمیع آنہا جرات است .... دعوی اینکہ قرآن ہمیں است کہ در مصاحف مشہورہ است

خالی از اشکال نیست۔ واستدلال برایں اہتمام اصحاب واہل اسلام بضبط بغایت رکیک است بعد ازاں اطلاع بر عمل ابوبکر وعمر وعثمان۔

(صافی شرح کافی کتاب فضل القرآن
جلد دوم جزء ششم باب النوادر ص ۷۵
مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ قرآن جو جبرئیل علیہ السلام لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔ اس روایت سے مراد یہ ہے۔ کہ اس قرآن کریم کا بہت سا حصہ ساقط کر دیا گیا ہے۔ اور موجود مشہور نسخوں میں وہ نہیں ہے۔ کیونکہ موجود نسخہ جات میں قرآن کریم کی آیات کی تعداد کوفی قراء کے نزدیک چھ ہزار تین سو چھین ہے۔ صاحب مجمع البیان نے یہ حساب لگایا۔

اور وہ احادیث جو عام و خاص طریقہ سے تحریف وسقوط قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔ اس قدر کثرت سے ہیں۔ کہ ان کو جھٹلانا ایک بہت بڑی دلیری ہو گی۔ (جو کوئی بھی نہیں کر سکتا) اور یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے جمع دہی ہے جواب نسخہ جات میں موجود ہے۔ یہ دعویٰ اشکال سے خالی نہیں ہے۔ اور اس پر یہ دلیل پیش کرنا کہ اس کے جمع کرنے والے اصحابِ رسول اور مسلمانوں نے بہت زیادہ احتیاط کی۔ یہ استدلال بہت کمزور ہے۔ کیونکہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان کے کرتوتوں پر مطلع ہونے والا شخص ان کے اہتمام اور احتیاط کو کچھ بھی نہیں سمجھتا

روایت بالا سے یہ امور ثابت ہوئے۔

۱۔ جبرئیل جس قرآن کو حضور کے پاس لائے تھے۔ وہ سترہ ہزار آیات والا تھا۔ جبکہ موجود قرآن صاحب مجمع البیان کے بقول صرف چھ ہزار تین سو اور چھپن آیات والا ہے۔ (گویا دو حصّے اڑا دیئے گئے ہیں۔ اور ایک حصّہ باقی وہ بھی گڑبڑ۔)

۲۔ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات کو ٹھکرانا اس کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔

۳۔ یہ دعوٰے کہ موجودہ قرآن مکمل قرآن ہے۔ اشکال سے خالی نہیں۔

۴۔ موجودہ قرآن کے مکمل ہونے پر یہ دلیل پیش کرنا بہت کمزور ہے۔ کہ اسے صحابہ کرام اور مسلمانوں نے بڑی احتیاط سے جمع کیا تھا۔ کیونکہ خلفائے ثلاثہ کے اعمال خود غیر محتاط تھے۔ اور جمع قرآن بھی تو ان کا ہی عمل ہے۔ (غیر محتاط اسی طرح کہ جب علی المرتضٰے نے ایک نسخہ پیش کیا تو اس کے ابتدائی صفحات پر مہاجرین وانصار کی مذمت تھی۔ جسے انہوں نے نکال دیا۔)

فصل دوم

تحریف قرآن کے قائل علماء شیعہ کی فہرست اور ان کی اس موضوع پر تالیفات و تصنیفات کے نام

عالم کا نام	تصنیف کا نام	القاب وغیرہ کا ذکر
۱ ۔ علی بن ابراہیم قمی	تفسیر قمی	الشیخ الجلیل المحدث ۔ کلینی کا شیخ
۲ ۔ محمد بن یعقوب کلینی	اصول کافی	ثقۃ الاسلام
۳ ۔ سید محمد کاظمی	شرح الوافیہ	
۴ ۔ علامہ مجلسی	مرآت العقول	
۵ ۔ محمد بن حسن صفار	کتاب البصائر	
۶ ۔ محمد بن ابراہیم النعمانی	التفسیر الصغیر	صاحب کتاب الغیبۃ ۔ شاگرد کلینی
۷ ۔ سعد بن عبداللہ قمی	ناسخ القرآن و منسوخہ	الثقۃ والجلیل
۸ ۔ محمد بن مسعود عیاشی	امام المفسرین	
۹ ۔ علی بن احمد کوفی	بدع المحدثہ	

عالم کا نام	تصنیف کا نام	القاب وغیرہ کا ذکر
۱۰ - فرات بن ابراہیم	تفسیر فرات	الشیخ الجلیل
۱۱ - محمد بن عباس ماہیار	تفسیر القرآن	الثقۃ الفقیہ
۱۲ - محمد بن نعمان المفید	مسائل سرویہ	الشیخ الاعظم
۱۳ - ابوسہیل اسماعیل بن علی بن اسحاق زبجنت	صاحب کتب کثیرہ	شیخ المتکلمین
۱۴ - ابومحمد حسن بن موسیٰ		صاحب تصانیف جیدہ
۱۵ - ابواسحاق ابراہیم بن نوبخت		الشیخ الجلیل الشیخ الاقدم الامام الاعظم امام غائب کا مصاحب ۔
۱۶ - اسحاق الکاتب		
۱۷ - ابوالقاسم حسین بن روح بن ابوبحر نوبختی		رئیس طائفہ امامیہ شیعوں اور امام غائب کے درمیان تیسرا سفیر۔
۱۸ - صاحب بن لیث		العالم الفاضل المتکلم
۱۹ - فضل بن شاذان	کتاب الایضاح	الشیخ الفقیہ الجلیل الاقدم۔

عالم کا نام	تصنیف کا نام	القاب وغیرہ کا ذکر
۱۰ - فرات بن ابراہیم	تفسیر فرات	الشیخ الجلیل
۱۱ - محمد بن عباس ماہیار	تفسیر القرآن	الثقۃ الفقیہ
۱۲ - محمد بن نعمان المفید	مسائل سرویہ	الشیخ الاعظم
۱۳ - ابو سہیل اسماعیل بن علی بن اسحاق نوبخت	صاحب کتب کثیرہ	شیخ المتکلمین
۱۴ - ابو محمد حسن بن موسیٰ		صاحب تصانیف جیدہ
۱۵ - ابو اسحاق ابراہیم بن نوبخت		الشیخ الجلیل الشیخ الاقدم الامام الاعظم امام غائب کا مصاحب -
۱۶ - اسحاق الکاتب		
۱۷ - ابوالقاسم حسین بن روح بن ابو بحر نوبختی		رئیس طائفہ امامیہ شیعوں اور امام غائب کے درمیان تیسرا سفیر -
۱۸ - صاحب بن لیث		العالم الفاضل المتکلم
۱۹ - فضل بن شاذان	کتاب الایضاح	الشیخ الفقیہ الجلیل الاقدم -

ان شیعہ علماء کے نام جنہوں نے تحریف قرآن پر مستقل کتابیں لکھیں۔ ان کے اور اُن کی کتابوں کے نام

مصنف کا نام	کتاب کا نام	لقب
۲۰۔ محمد بن حسن شیبانی	تفسیر نہج البلاغہ	الشیخ الجلیل
۲۱۔ احمد بن محمد خالد	کتاب التحریف	الشیخ الفقیہ صاحب تصانیف کثیرہ
۲۲۔ محمد بن خالد	کتاب التنزیل والتفسیر	الشیخ الفقیہ
۲۳۔ علی بن حسن بن فضال	التنزیل والتحریف	وہ محدث جس کی کتاب میں کوئی غلطی واقع نہ ہوئی۔
۲۴۔ محمد بن حسن صیرفی	کتاب التحریف والتبدیل	قرآن کے محرف ہونے پر مستقل کتاب لکھی۔
۲۵۔ احمد بن محمد بن سیار	کتاب التنزیل والتحریف	قرآن کے محرف ہونے پر مستقل کتاب لکھی۔

مصنف کا نام	کتاب کا نام	لقب وغیرہ
۲۶- محمد بن عباس بن علی	مشہور تفسیر القرآن	الفقیہ الجلیل۔ جس نے فضائل اہل بیت کی روایات درج کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔ تحریف کے موضوع پر بکثرت روایات ذکر کیں۔
۲۷- بن مروان الماصیار المعروف ابن حجام		قرآن کے محرف ہونے پر مستقل کتاب لکھی۔
۲۸- ابو طاہر عبد الواحد بن عمر القمی	قرأت امیر المومنین	″ ″ ″
۲۹- کتاب تفسیر القرآن		″ ″ ″
۳۰- صاحب کتاب الرد علی اہل التبدیل	الرد علی اہل التبدیل	
۳۱- مولوی محمد صالح	شرح الکافی	
۳۲- قاضی القضاۃ علی بن عبد العالی		الفاضل
۳۳- ابو الحسن شریف		الشیخ المحدث الجلیل
۳۴- نعمت اللہ الجزائری		المحدث الجزائری
۳۵- مولوی محمد تقی المجلسی		
۳۶- میرزا علاؤ الدین کلیسانی	شارح نہج البلاغۃ	الفاضل
۳۷- المولوی الحاج محمد اردبیلی	جامع الرواۃ	الفاضل علامہ مجلسی کا شاگرد

مصنف کا نام	کتاب کا نام	لقب وغیرہ
۳۸۔ حسین محمد بن تقی نوری طبرسی		
۳۹۔ نعمانی	تفسیر عیاشی	

نوٹ:۔

مندرجہ بالا نام تفسیر مراۃ الانوار، فصل الخطاب، انوار نعمانیہ میں سے اخذ کیے گئے ہیں۔ یہ تینوں کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتب شیعہ میں دیگر ایسے علماء شیعہ کے نام درج ہیں۔ جو تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ ہم اُن کی تعداد بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ ان کے علماء میں سے صرف چار ایسے ہیں۔ جو تحریف قرآن کے قائل نہیں۔ باقی سب ہی ایک ہی بھٹہ کی انٹیں ہیں۔

ان چار شیعہ علماء کے نام جو تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں

۱۔ شیخ صدوق۔ ۲۔ شریف مرتضےٰ۔ ۳۔ ابو جعفر طوسی۔ ۴۔ ابو علی طبرسی
یہی چار بڑے شیعہ مولوی اور علامہ ہیں۔ جو اس بات کے مدعی ہیں۔ کہ

موجودقرآن مکمل ہے۔ اور اس میں کوئی تحریف واقع نہیں ہوئی۔ ان چار کا مسلک چونکہ تمام سے جدا ہے۔ اس لیے ان کو قائلین تحریف کی تنقید کا نشانہ بنانا پڑا۔ اس کا تذکرہ ہم فصل سوم میں انشاء اللہ کریں گے۔

لہٰذا اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمادیں

فصل سوم

عدم تحریف کے قائل ان چار شیعہ علماء
شیعہ محققین کی تنقید

سب سے پہلے ان شیعہ مجتہدین کا دور ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ مذہب شیعیت کی تاریخ کے اس دور کے علاوہ ادوار میں قرآن کریم کے بارے میں ان کے عقائد سامنے آسکیں۔ ان چار مشائخ شیعہ کا زمانہ بالترتیب یوں ہے۔

۱۔ شیخ صدوق کا انتقال ۳۸۱ھ میں ہوا۔

۲۔ شیخ ابو علی طبرسی ۵۴۸ھ میں فوت ہوا۔

۳۔ شریف مرتضیٰ نے ۴۳۶ھ میں انتقال کیا۔

۴۔ اور ابو جعفر طبرسی کا سن وفات ۴۶۰ھ ہے۔

گویا ان چاروں کا دور ۳۰۰ھ سے لے کر ۵۴۸ھ تک پھیلا ہوا ہے۔ ان میں سے پہلا شخص شیخ صدوق ہے۔ جو قرآن کریم کی تحریف کا قائل نہیں گویا تاریخ شیعیت میں پہلی تین صدیاں ایسی گزری ہیں۔ جن میں سب کے سب شیعہ قرآن کریم کے نامکمل اور محرف ہونے کے معتقد تھے۔ اس صدیوں پرانے

عقیدہ کی مخالفت کرنے والا پہلا شخص شیخ صدوق ہے۔ اور آخری ابو علی طبرسی ہے۔ جو چھٹی صدی ہجری میں انتقال کر گیا۔ چھٹی صدی ہجری سے لے کر پھر وہی اجتماعی عقیدہ چلا آ رہا ہے۔ جو تیسری صدی تک تھا۔ اس طرح زمانہ شیعیت کو ہم تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا دور شیخ صدوق تک جس میں کوئی بھی قرآن کریم کے محرف ہونے کا منکر نہ تھا۔ دوسرا دور شیخ صدوق سے ابو جعفر طبرسی تک کہ جس میں صرف چار علماء اس بات کے قائل نظر آتے ہیں۔ کہ موجود قرآن مکمل ہے پھر تیسرا دور جو علامہ طبرسی کے بعد سے آج تک کا ہے۔ اس میں بھی پہلے دور کی طرح تمام اصاغر و اکابر شیعہ وہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ جو دور اول کی اہل تشیع کا تھا۔ اس سے آپ بخوبی جان چکے ہیں۔ کہ مذہب شیعیت کے یہ باغی چار آدمی کس طرح مصائب اور تنقید کا نشانہ بنے ہوں گے۔ ان کے غیر اجتماعی عقیدہ کی دوسرے اہل تشیع علماء نے خوب تردید کی۔ اس طرح ثابت کیا گیا۔ کہ ہم اہل تشیع میں سے ان چار کی بات غیر مقبول ہے۔ لہٰذا مقبول و اجماعی عقیدہ یہی ہے۔ کہ موجود قرآن واقعۃً نامکمل اور محرف ہے۔ چند تردیدی اقوال ملاحظہ ہوں۔

شیخ صدوق کی عدم تحریف پر دلیل اور اس کا رد

فصل الخطاب

و بعد ملاحظة ما ذكرنا تعرف ان دعواه جرأة عظيمة و كيف يمكن دعوى الاجتماع بل

الشهرة المطلقة على مسئلة خالفها الجمهور القدماء وجل المحدثين وساطين المتاخرين -
(فصل الخطاب ص ۳۵)

ترجمہ:

ہماری ذکر کردہ باتوں کے بعد شیخ صدوق کا یہ دعوٰے کرنا کہ قرآن کریم کی عدم تحریف پر اجماع ہے۔ ایک بہت بڑی جرأت ہے بھلا ایسے مسئلہ پر اجماع کا دعوٰے بلکہ مطلق شہرت کا دعوٰے کب درست ہو سکتا ہے۔ جس پر تمام قدماء اور متاخرین کے تمام محدث اور علماء کا خلاف موجود ہو۔

تنبیہ:

صاحب فصل الخطاب نے جہاں شیخ صدوق وغیرہ کی اس دلیل کی نفی کر دی۔ کہ قرآن کریم کا مکمل ہونا اجماعی عقیدہ ہے۔ وہاں یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اس کی بجائے متقدمین و متاخرین شیعہ کا اجماعی عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ غیر محرف ہونے کا عقیدہ اجماعی تو بہت دُور کی بات ہے۔ اس عقیدہ کو تو دنیائے شیعیت کے کسی دور میں شہرت بھی نہ ملی۔

فصل الخطاب:

قلت انه لشدة حرصه على اثبات مذهبه يتعلق بكل ما يحتمل تائيد مذهبه ولا يلتفت الى لوازمه الفاسدة التى لا يمكنه الالتزام به

فان ما ذكره من الشبهة هي الشبهة التي ذكرها المخالفون بعينها واوردوها على اصحابنا المدعيين لثبوت النص الجلي على امامة مولانا علي عليه السلام واجابوا عنها بما لا يبقى معه ريب وقد احياها بعد طويل المدة غفلة او تناسيًا عما هو مذكور في كتب الامامية

(فصل الخطاب ص ۳۵ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:

میں (علامہ نوری طبرسی) کہتا ہوں۔ کہ شیخ صدوق اپنے مسلک کو ثابت کرنے میں اس قدر حریص ولالچی ہے۔ کہ کسی بات سے اگر اسے اپنے مذہب کی معمولی سی تائید ہوتی نظر آئے۔ تو فوراً اُسے نقل کر دے گا۔ اور یہ نہیں دیکھتا۔ کہ اس کے گندے نتائج کیا نکلیں گے۔ لیکن ان نتائج کو تسلیم کرنا اس کے لیے ممکن نہیں۔ جو اعتراض اس نے قرآن کریم کی تحریف (کے عدم ثبوت) پر کیا ہے۔ ایسا ہی اعتراض ہمارے مخالفین اس نص جلی پر کرتے ہیں۔ جس میں حضرت علی المرتضیٰ کی امامت کا مطالبہ ہے۔ ہمارے شیعہ علماء نے ان مخالفین امامتِ علی کو ایسے جواب دیئے۔ کہ ان کے بعد شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ شیخ صدوق وغیرہ نے ایک عرصہ طویل کے بعد اسی اعتراض کو پھر سے ہوا دی۔ معلوم نہیں ان لوگوں نے ایسا غفلت سے کیا۔ یا کوئی نسیان ہو گیا تھا۔ کیونکہ امامیہ مسلک کی کتابوں میں جو کچھ ہے۔ وہ اس کے خلاف ہے۔

لمحہ فکریہ:

"نتائج فاسدہ کی طرف شیخ صدوق کا خیال نہیں گیا"۔ یہ ایک معمہ ہے۔ کہ قرآن کریم کو مکمل ماننے پر کون سے فاسد نتیجے نکلیں گے۔ جس سے دنیائے شیعیت کے کیے پر پانی پھر جانے کا اندیشہ ہے۔ علامہ نوری طبرسی دراصل کہنا یہ چاہتا ہے۔ کہ شیخ صدوق نے قرآن کریم کے مکمل اور غیر محرف ہونے کی جو یہ دلیل پیش کی ہے۔ کہ اسے جمع کرنے والے صحابہ کرام تھے۔ انہوں نے نہایت دیانت داری اور احتیاط سے اُسے اکٹھا کیا۔ لہٰذا ان کی دیانت داری دلیل ہے۔ اس بات پر کہ موجود قرآن مکمل ہے۔ اب اس کے نتائج فاسدہ دیکھئے کیا ہیں۔ پہلا نتیجہ اس کا یہ نکلے گا۔ کہ اگر ابوبکر و عمر و عثمان، دیانت داری دار مان لیے جائیں۔ تو پھر خلافت میں بھی وہ دیانت داری پر ہوں گے۔ لہٰذا خلیفہ بلا فصل کا سارا گھروندا دھڑام سے آگرے گا۔ اور اسی میں تو اہل تشیع بستے ہیں۔ پھر باغ فدک کا مسئلہ جڑ سے اکھڑ جائے گا۔ حالانکہ اسی کے سایہ میں ان کا ڈیرا ہے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ شیخ صدوق نے قرآن کریم کے بارے میں جو کہا۔ وہ اس کی غفلت کا نتیجہ ہو۔ یا بھول کر ایسا لکھ گیا ہو۔ کیونکہ مسلک امامیہ ایسے قول کی ہوش و حواس درست ہوتے ہوئے کہنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کا یہ عقیدہ پختہ اور ناقابلِ تبدیل ہے۔ کہ موجود قرآن کریم میں تحریف ہوئی لہٰذا یہ نامکمل ہے"۔

☆

ان چاروں مشائخ کی ایک اور دلیل اور اس کی تردید

قرآن کریم کے مکمل ہونے پر ان کی ایک دلیل یہ تھی۔ کہ موجود قرآن نقل متواتر سے ثابت ہے۔ اور تواتر سے نقل میں کمی بیشی متصور نہیں ہو سکتی۔ اب اس کی تردید علامہ کاشانی سے سنیئے۔

تفسیر صافی:

اقول لقائل ان يقول كما ان الدواعى كانت متواترا على نقل القران وحراسته من المومنين كذالك كانت متوفرة على تغييره من المنافقين المبدلين للوصية المغيرين للخلافة لتضمنه مايضاد رأيهم وهواهم والتغير وقع انما وقع قبل انتشاره فى البلاد واستقراره على ماهو عليه الآن والضبط الشديد انما كان بعد ذالك فلا تنافيه بينهما بل لقائل ان يقول انه ماتغير فى نفسه۔

(تفسیر صافی مقدمہ سادسہ جلد اول ص ۳۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

میں کہتا ہوں۔ کوئی کہنے والا یوں کہہ سکتا ہے۔ کہ جس طرح مومنوں کے لیے قرآن کریم کی نقل اور اس کی حفاظت کے اسباب بکثرت تھے اسی طرح منافقین کے لیے ایسے اسباب بھی بہت زیادہ تھے۔ جن سے قرآن کریم میں تبدیلی ہوتی ہے۔ انہی اسباب کی وجہ سے ان لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت تبدیل کر دی۔ اور خلافت میں تغیر کر دیا۔ کیونکہ قرآن کریم میں ایسی باتیں تھیں۔ جو ان کی رائے کے بالکل ضد تھیں۔ اور انہیں اپنی رائے زیادہ پیاری تھی۔ اور قرآن کریم میں جو تغیر و تبدل ہوا۔ وہ اس کے مختلف علاقہ جات میں پھیلنے سے قبل ہوا۔ اور جو اس کی موجودہ شکل ہے۔ اس میں آنے سے پہلے ہی تبدیل ہو گیا تھا۔ جہاں تک قرآن کے ضبط اور حفظ شدید کا معاملہ ہے۔ وہ ان مراحل کے بعد کی بات ہے۔ لہذا ان دونوں باتوں میں باہم منافات نہیں۔ (یعنی اگر یہ کہا جائے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اسے نہایت احتیاط کے ساتھ اور ضبط شدید کے ساتھ جمع کیا گیا۔ تو ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ کیونکہ "تحریف" ضبط شدید سے پہلے ہو چکی تھی۔ گویا محرف قرآن کو ضبط شدید کے ساتھ مختلف ممالک میں پھیلایا گیا۔)

لمحہ فکریہ:

دراصل قرآن کریم کے بارے میں خود موجود قرآن میں اللہ تعالیٰ کا دعویٰ

ہے۔ کہ وہ ہم نے ہی یہ اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں،، اس آیت کے پیش نظر شیخ صدوق وغیرہ کی چار ٹولی کا مذہب درست نظر آتا تھا۔ لیکن جمہور اہل تشیع اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ تو اس کشمکش سے علامہ کاشانی نے نجات پانے بلکہ اپنی برادری کو نجات دینے کی کوشش کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت اس وقت شروع فرمائی۔ جب یہ ابوبکر و عمر وغیرہ نے جمع کر دیا تھا۔ یہ اسی کی حفاظت کا نتیجہ ہے۔ کہ ہر دور میں تواتر کے ساتھ اس کی ایک ایک آیت کے ناقل موجود ہیں۔ اور اس وقت سے اب تک اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوا۔ لیکن جمع سے قبل اللہ تعالیٰ کی حفاظت نہ تھی۔ اس لیے اس دور میں قرآن کریم کے اندر کمی بیشی ہوتی رہی۔

اس تاویل اور جواب کی تہہ میں جانے کی کوشش کی جائے۔ تو صاف نظر آئے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے بگاڑنے کے بعد حفاظت کا ذمہ لے رہا ہے جیسا اس نے نازل فرمایا۔ اس کی حفاظت نہیں کی گئی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ کہ خوب بگاڑو۔ حتیٰ کہ ایک تہائی رہ جائے۔ اور وہ بھی تمہاری مرضی کا۔ پھر میں اس کا بقیہ کی حفاظت کروں گا۔ خدا نہ ہوا۔ یہ تو کوئی چوکیدار ہو گیا۔ جو مالک سے ڈر کر مالک کی مرضی پر چلتا ہے۔ پھر اسی تاویل کا رُخ دوسری طرف پھیریئے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے جو جمع کیا تھا۔ کیا اس سے پہلے بکھرے ہوئے قرآن کی حفاظت خدا کے ذمہ تھی۔ یا جمع کرنے کے بعد ذمہ داری اٹھائی۔ اگر یہی تاویل و جواب دو غیر معصوم،، کے جمع کردہ پر نسخہ گڑھی جائے۔ تو پھر امام غائب کے پاس بھی ایسا ہی قرآن ہو گا۔ جیسا موجود ہے۔ لہٰذا دونوں محرف ہوئے۔ پھر ایک کی تحریف اور دوسرے کی تکمیل کا اقرار و عقیدہ کس منہ سے ؟

ان چار کی ٹولی کے علاوہ پانچواں کوئی نہیں۔ جو تحریف قرآن کا منکر ہو۔ تو پنجو کی بات نہیں۔ بلکہ قابل ذکر مجتہد اور مسلم شیعہ عالم پانچواں مشکل سے ہی ملے گا۔ اور یہی بات خود صاحب فصل الخطاب نے صراحۃً کہی ہے۔

فصل الخطاب:

ولم يعرف من القدماء موافق لهم۔۔۔۔ ولم يعرف الخلاف صريحا الا من هذه المشائخ الاربعة۔

(ص ۳۲، ۳۵)

ترجمہ:

شیعہ مذہب کے متقدمین میں سے کسی سے بھی ان چار کی موافقت نظر نہیں آتی۔۔۔۔۔۔ تحریف قرآن میں دو ٹوک انداز میں مخالفت صرف ان چار مشائخ سے ہی کی ہے۔

نوٹ:-

ان تمام حوالہ جات اور ابحاث سے واضح طور پر یہ نتیجہ سامنے آتا ہے۔ کہ وہ تمام شیعہ برداری کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ موجود قرآن محرف ہے۔ اس کی تغیر و تبدل ہو چکا ہے۔ اور اصلی قرآن یہ نہیں بلکہ امام غائب کے پاس ہے۔ صرف چار مشائخ شیعہ نے تحریف کا انکار کیا۔ لیکن ان کی اس دعوی پر مٹی پلید کر دی گئی۔ کیونکہ اجماعی عقیدہ کے خلاف چلنے والوں کے ساتھ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل چہارم

"شیعوں کے اصل قرآن" کی تعلیمات کا مختصر نمونہ

آج شیعوں کے جو خلافِ اسلام عقائد ہیں عقل سلیم کا فیصلہ ہے کہ یہ اسی قرآن کی تعلیمات ہو سکتی ہیں جو شیعوں کے نزدیک امام غائب کے پاس ہے۔ تو آئیے ہم آپ کو بعض شیعی عقائد اور ان کے اصلی قرآن کی تعلیمات کا نمونہ دکھلاتے ہیں۔

۱۔ مشرک کی تعریف — تفسیر عیاشی

عن جابر عن ابی جعفر علیہ السلام قال! اما قولہ۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ یعنی انہ لا یغفر لمن یکفر بولایۃ علی واماقولہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء، یعنی لمن والی علیا علیہ السلام۔

(تفسیر عیاشی جلد اول ص ۲۴۵ سورہ نساء زیر آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الخ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

۱، ۲، ۱۰۸

۲۔ نانی راوی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کرتا ہے۔ کہ امام نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرمایا۔ "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ" (یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کرنے کو ہرگز معاف نہ کرے گا۔) کہ یہاں شرک کا معنی یہ ہے۔ کہ جو شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت کا انکار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت نہ فرمائے گا۔ اور اس کے ساتھ والا اللہ تعالیٰ کا قول "و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء" کا معنی یہ ہے کہ جو شخص حضرت علی المرتضیٰ سے محبت رکھے۔ پھر اور گناہ کرتا ہے تو اس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دے گا۔

"شرک" یہ ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت کا انکار کرنا اس انوکھے معنی پر اہل تشیع کے مفسرین کو دل کھول کر شاباش دیجئے۔

تفسیر قمی:

لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین۔ قال لئن امرت بولایۃ احد مع ولایۃ علی من بعدک لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین۔

(تفسیر قمی طبع جدید صفحہ نمبر ۵۱۰ ۔ طبع قدیم ص ۵۸۰ جلد دوم)

ترجمہ:

اے محمد! اگر تو نے شرک کیا یعنی حضرت علی المرتضیٰ کی اپنے بعد وراثت میں کسی اور کی ولایت کا اقرار واعلان کیا۔ تو تیرے تمام نیک اعمال چھین لیے جائیں گے اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

"شرک" کا معنیٰ حضرت علی کی ولایت میں کسی اور کو شریک کرنا ہے۔ دونوں آیات میں مذکور شرک سے مراد یہ ہوئی کہ حضرت علی المرتضیٰ کی ولایت کا انکار بھی شرک اور ان کے علاوہ کسی دوسرے کو ولی ماننا بھی شرک یعنی وہ جرم جسے اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ ولایت علی کا اقرار کرو۔ اور دوسرے کسی کی ولایت تسلیم نہ کرو۔ پھر جو مرضی کرتے پھرو۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مل جائے گی۔

میرا عشق کم خرچ بالا نشین ہے۔

(۲) رسالت کی شان اور رسول کی ذمہ داری

تفسیر فرات ابن ابراہیم کوفی

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ولو لم ا بلغ ما امرت به لحبط عملی ...

(تفسیر فرات کوفی ص ۶۳ مطبع حیدریہ نجف اشرف)

ترجمہ:

اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا۔ اس کی تبلیغ کر دو۔ اس آیت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر میں اس بات کو لوگوں تک نہ پہنچاؤں جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ تو اللہ کی طرف سے وعید کی وجہ سے میرے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

مناقب ابن شہر آشوب

عیسیٰ بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ فی قولہ "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک فی علی وان لم تفعل عذبتک عذابا الیما۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۱۰۷

مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

عیسیٰ ابن عبداللہ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا معنی یہ ہے۔ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک اے رسول! آپ پر حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق جو باتیں اور وحی نازل کی گئی وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اور اگر تم نے نہ پہنچائیں۔ تو پھر میں تمہیں دردناک عذاب دوں گا۔

لمحہ فکریہ

ذکر شدہ دو عدد حوالہ جات کی روایات سے معلوم ہوا۔ کہ اگر اصلی قرآن باقی رہتا

تو اس کی تعلیمات کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رسالت اور اس کی ذمہ داری یہ ہوئی۔ کہ "ولائت علی" کی تبلیغ کرتے رہو۔ اور اگر اس سے آپ نے روگردانی کی۔ تو رسالت تو رسالت بقیہ نیک اعمال سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ نہیں نہیں بلکہ اس لاپرواہی پر دردناک عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ خلاصہ یہ کہ نہ تو ولائت علی کا انکار کرو۔ اور نہ اس میں کسی کو دخیل کرو۔ کیونکہ یہ شرک ہے۔ اور اس کی معافی ہرگز نہ ہوگی۔ اور ہر وقت ہر دم ولائت علی کی تبلیغ کرتے رہو۔ کیونکہ تمہیں رسالت دی ہی اس کی تبلیغ کے لیے تھی۔ اگر اس کو بجا نہ لایا گیا۔ تو رسالت بمعہ تمام نیک اعمال چھین لیے جائیں گے۔ اور اس میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔ اور وہ بھی اے پیغمبر تمہارا۔ گویا۔ حضور کی رسالت درحقیقت ولائت علی کی تبلیغ کی رہینِ منت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

۳۔ عدلِ آخرت کی کیفیت:

تفسیر مراۃ الانوار:

عن الامام الباقر قال فی حدیث له ذکر فیه طینة المومن و طینة الکافر ما معناه ان الله سبحانه وتعالیٰ یامر یوم القیامة ان یؤخذ حسنات اعدائنا فترد علی شیعتنا و یؤخذ سیئات محبینا فترد علی مبغضینا قال علیه السلام وهو قوله تعالیٰ اولئک یبدل الله سیئاتهم

حسنات۔

(تفسیر مراۃ الانوار جلد اول ص ۱۰۱)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے انہی ایک حدیث میں مومن اور کافر کی مٹی کے بارے میں فرمایا۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حکم دے گا۔ کہ ہم اہل تشیع کے دشمنوں کی نیکیوں کو حاصل کر کے ہمارے شیعوں کے نامہ اعمال میں ڈال دو۔ اور ہمارے چاہنے والوں کی برائیاں سے کر ہمارے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والوں کے نامہ میں ڈال دو۔ اس کے بعد امام نے فرمایا۔ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "او لئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات" کا مطلب یہی ہے۔

لمحہ فکریہ

"قیامت حق ہے" یہ عقیدہ اصول دین میں سے اور شیعہ سنی کے مابین متفق علیہ ہے۔ اور پھر اس روز ہر شخص کو اپنے اعمال کا جوابدہ ہونا پڑے گا۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ کرے گا۔ اب اس اصول دینی کی تفسیر و توجیہ جو شیعہ مفسر نے امام باقر کی زبان سے بیان کی۔ اسے دیکھئے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ قیامت دراصل سنیوں کو ہی سزا دینے کے لیے قائم ہوگی۔ کیونکہ "محبان علی" جو بھی کرتے رہیں ان کی برائیاں سنیوں کے کھاتے میں اور سنیوں کی نیکیاں ان کے حساب میں ڈال دی جائیں گی۔ لہذا کوئی شیعہ دوزخ میں نہیں جا سکتا۔ اور کوئی سنی جنتی نہ ہوگا۔ یہ ہے۔ ان اہل تشیع کے اصل قرآن کا قیامت کے دن عدل کا معیار۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اہل تشیع کی مہار کھلی ہے۔ متعہ کریں۔ بھنگ چرس پی کر وہ کچھ کریں۔ جو نہ کرنا ہو۔

اور پھر عالم کیف و مستی میں ملنگانہ نعرہ لگائیں۔ یا علی ہم تیرے ہیں دوزخ کے بیے اور بہتیرے ہیں۔ قربان جائیے ایسی شریعت اور ایسے قرآن پر جس نے دنیا میں گل چھرے اڑانے کی کھلی چھٹی دے دی۔ اور قیامت میں براءۃ کا پروانہ جاری کر دیا۔ سبحان ربك رب العزۃ عما یصفون

۴۔ صحابۂ رسول کے لیے اصل قرآن کے کلمات

تفسیر مراۃ الانوار

و ما رواہ الشیخ وغیرہ عن داؤد بن کثیر قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام و ذکر الحدیث و فیہ قل یا داؤد عدو نافی کتا باللہ الفحشاء و المنکر و البغی و الخمر و المیسر و الانصاب و الازلام و الاوثان و الجبت والطاغوت و المیتۃ و الدم ولحم الخنزیر۔

(تفسیر مرأۃ الانوار جلد اول ص ۲۵۸
باب الفاء من البطون
و التاویلات)

ترجمہ:

شیخ وغیرہ نے داؤد سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا۔ اے داؤد! قرآن کریم

میں ہمارے دشمنوں (صحابہ کرام اور ان کے متبعین اہل سنت) کے لیے یہ الفاظ آئے ہیں۔ الفحشاء، المنکر، البغی الخمر، المیسر، الازلام، الانصاب الی اخرہ،

لمحہ فکریہ:

حضرات صحابہ کرام کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام بجا لانا متفق علیہ امر ہے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کرتے وقت وضو کا پانی نیچے نہ گرنے دیتے تھے۔ بلکہ اسے ہاتھوں میں لے کر اپنے اپنے مونہہ پر مل لیا کرتے تھے۔ بلکہ آپ کا لعاب دہن بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ حوالہ کے لیے حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۶۲، باب ۴۲ دربیان غزوہ حدیبیہ ملاحظہ ہو۔ اسی جگہ اس کتاب میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ صلح کے لیے کفار کی طرف سے نمائندہ عروہ بن مسعود تھا۔ اس نے کفار مکہ کو بتایا۔ کہ میں نے بڑے بڑے حکمرانوں اور بادشاہوں کو دیکھا۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ایسی اطاعت اور فرمانبرداری کسی کی نہ ہوتے دیکھی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ کفار مکہ بھی یہ جانتے تھے۔ کہ صحابہ کرام ایسی تعظیم و تکریم کوئی دوسرا اپنے بڑے کی نہیں کرتا۔ جتنی یہ اپنے پیغمبر کی کرتے ہیں۔ لیکن اہل تشیع کا اصل قرآن انہی جلیل القدر ہستیوں اور آسمان ہدایت کے ستاروں کو وہ الفاظ دے رہا ہے۔ جس سے ان کی توہین میں کوئی کسر باقی نہیں رہ جاتی۔ یعنی بے حیاء، سرکش، شراب، جواء، مردار، بت شیطان، خون اور خنزیر کا گوشت۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اصل قرآن جو امام غائب کے پاس ہے۔ اور جسے معصوم نے جمع کیا۔ اس کے چند مضامین آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ توحید کا مفہوم، نبی کی نبوت و رسالت کی ذمہ داری

عدل باری تعالیٰ کی کیفیت اور صحابیانِ رسول محترم کے بارے میں جو کچھ کہا گیا۔ ہم نے بالاختصار ذکر کیا۔ یہ ہے وہ مذہب کہ جس کی تعلیمات یہ ہیں۔ بلکہ یہ ہے وہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے بھول کر علی المرتضٰی کی بجائے رسول کریم پر نازل کر دیا۔ اور جبرئیل جیسے سے کرائے۔ اس کی آیات میں سے تین حصے اِدھر اُدھر اڑ گئے۔ اور بقیہ بھی تحریف سے پاک نہیں ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

حجۃ الکاملین، زبدۃ العارفین وارثِ رحمۃ للعالمین

شیخ المشائخ قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کا ایک محققانہ اور فاضلانہ

بیان

الحمد للہ الذی انزل الفرقان الذی ھو فی اللوح محفوظ والصلوۃ والسلام علی من بلغ رسالتہ تبلیغا کاملا وعلی الہ واصحابہ الذین فازوا بالسعادۃ الابدیۃ۔ اما بعد

قرآن کریم وہ عظیم کتاب ہے۔ جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اوپر چھوڑی ہے۔ اور دیگر کتب سماویہ سے اس کی مابہ الامتیاز ایک چیز یہی ہے۔ اور تقاضائے عقل بھی یہی ہے۔ کہ تا قیامت بنی نوع انسان کے پاس کوئی چیز ہدایت ہونا چاہیئے۔ کیونکہ رسالت و نبوت حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل فرما دی گئی ہے۔ اس لیے آپ پر اتاری جانے والی کتاب من و عن محفوظ ہو کر باقی رہنا ضروری ہے۔ اسی لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو سکے۔ ایک قرآن کریم اور دوسری اہل بیت۔"

لیکن اس کے برعکس اہلِ تشیع کا اجماعی عقیدہ ہے۔ کہ موجودہ قرآن نامکمل

اور محرف ہے۔ اور اس سلسلہ کی تائید میں ان کے ہاں اس قدر روایات پائی جاتی ہیں۔ جو ان کے بقول حد تواتر سے بھی بڑھ جاتی ہیں۔ ان کے عقیدہ کی ترجمانی کے لیے ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مرأة الانوار:

واعلم ان الاحادیث الغیر المحصورة تدل علی هذا الامور المذکورة بل اکثرها مما هو مجمع علیه عند علمائنا الامامیین وقد نص علی حقیقتها بل کون جلها من ضروریات هذا المذهب۔

(تفسیر مرأة الانوار جلد اول ص ۱۹)

ترجمہ:

تمہیں اچھی طرح جان لینا چاہیئے۔ کہ ان مذکورہ امور (قرآن کریم کے محرف اور نامکمل ہونے) پر لاتعداد احادیث دلالت کرتی ہیں۔ بلکہ ان میں اکثر پر شیعہ امامی علماء کا اجماع ہے۔ اور ان کے حق ہونے پر نص کی گئی ہے۔ بلکہ یہ بات تو شیعہ مذہب کی ضروریات دینیہ میں سے ہے۔

جب تحریف قرآن روایات متواترہ متکاثرہ سے ان کے ہاں ثابت اور محقق ہے۔ اور یہ ان کے ضروریات دینیہ میں سے ایک امر ہے۔ تو اس کا لازماً نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ جو شیعہ قرآن کریم کی تحریف کا منکر ہو۔ وہ ان کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ صرف زبانی بات نہیں۔ بلکہ اہل تشیع اس کی بھی صراحت کر چکے ہیں۔

انوارنعمانیہ

الوارد فی ھذا الکتب والسنۃ المتواترۃ بحیث صار من الضروریات الدینیۃ یکفر منکرھا اجماعا ووفاقا۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵۷)

ترجمہ:

اس بارے میں روایات واحادیث متواترہ اس درجہ کی ہیں۔ کہ جو اسے ضروریاتِ دینیہ میں شامل کردیتی ہیں۔ اور ان کا منکر بالاتفاق اجماعاً کافر ہے۔

علاوہ ازیں اہل تشیع یہ بھی نظریہ رکھتے ہیں۔ کہ اہل قرآن حضرت علی المرتضیٰ لے کر آئے تھے۔ جس میں صحابہ کرام اور قریش وغیرہ کی مذمت تھی۔ جب اسے ابوبکر و عمر نے دیکھا۔ تو رد کر دیا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ نے کہا۔ کہ اب یہ قرآن تمہیں نہیں ملے گا۔ چنانچہ خلفائے ثلاثہ نے ملی بھگت سے اِدھر اُدھر سے اپنی مرضی کے آیات جمع کیں۔ اور بوجہ غاصب اور ظالم ہونے کے انہوں نے اپنے حق میں بہت سی آیات جمع کر دیں۔ اور اصل قرآن میں سے وہ آیات جو ائمہ اہل بیت کے اسماء گرامی پر مشتمل ہیں۔ جن میں ان کے فضائل و مناقب تھے۔ نکال باہر کر دیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امام جعفر صادق ہر نماز کے بعد (بقول اہل تشیع) ان لوگوں پر لعن طعن کیا کرتے تھے۔

فروع کافی:

سمعنا ابا عبد اللہ علیہ و ھو یلعن فی دبر کل مکتوبۃ اربعۃ من الرجال واربعامن

من النساء فلان وفلان ومعاویۃ ویسمیھو وفلانۃ وفلانۃ وھند وام الحکم اخت معاویۃ

(فروع کافی جلد ۳ص ۳۴۲)

ترجمہ:

ہم نے امام جعفر صادق سے سُنا۔ کہ وہ ہر فرضی نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔ فلاں فلاں اور معاویہ مردوں میں سے۔ فلاں فلاں ہند اور امیر معاویہ کی بہن ام الحکم۔ امام موصوف ان اٹھوں کے نام لے کر ایسا کرتے تھے۔

نوٹ:

ملا کلینی صاحب فروع کافی نے "تقیہ" سے کام لیتے ہوئے تین مردوں اور دو عورتوں کا نام ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ روایت کے الفاظ یہ کہتے ہیں۔ کہ امام جعفر ان اٹھوں کے نام لے کر لعن طعن کیا کرتے تھے۔ بقیہ تین مرد اور دو عورتیں ان کی کتب سے چھان بین کے بعد یہ ہیں۔ ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، سیدہ حفصہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان حوالہ جات کے ذکر کرنے کا مقصد وحید یہ ہے۔ کہ اہل تشیع موجود قرآن کریم کو نامکمل اور محرف تسلیم کرتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر اور داماد کو معاذ اللہ ظالم، کافر اور ملعون قرار دیتے ہیں۔ ایسے بدعقیدہ لوگوں سے کسی سُنّی کا دینی اور مذہبی تعلق کب جائز ہے؟

رہا دوسری بات پر ایمان یعنی یہ کہ "اہل بیت" کے ساتھ تمسک واعتصام تو اس بارے میں بھی ان کے نظریات کا خلاصہ سن لیجئے۔

رجال کشی: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہشام ابن حکم راوی کہ

امام فرماتے ہیں۔ لوگوں نے ہماری احادیث کو خلط ملط کر دیا جس کی وجہ سے غلط اور صحیح کا امتیاز بہت مشکل ہو گیا ہے۔ لہذا طریقہ یہ ہے کہ ہماری احادیث و روایات کو جب تم سنو۔ تو قرآن پر پیش کرو۔ جس کو قرآن کے مطابق پاؤ۔ اس پر عمل کرو۔ دوسری کو چھوڑ دو۔

(رجال کشی ص ۱۹۵)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت کی احادیث و مرویات کو صحیح و غلط کے امتیاز کے لیے کس قرآن پر پیش کریں۔ موجود قرآن تو ویسے ہی محرف اور ناکمل ہے۔ جس نے اُن احادیث کو امتیاز نہ دینا تھا۔

لہذا اب کوئی طریقہ ایسا نہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت کی باتوں کی صحت معلوم کی جا سکی۔ اس لیے گمراہی سے بچنے کا دوسرا سہارا بھی ہاتھ سے گیا۔

مختصر یہ کہ اہل تشیع کا نہ موجود قرآن پر ایمان ہے اور نہ ہی ان کے پاس ائمہ اہل بیت کے صحیح فرامین و ارشادات موجود ہیں۔ یہی دو باتیں تھیں۔ کہ جن کو مضبوطی سے تھامنے کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حکم دیا ہے۔ ان دونوں سے محرومی کے علاوہ سرکار دو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال (ابوبکر، عمر فاروق) اور آپ کے داماد (حضرت عثمان) اور دیگر صحابہ کرام کو مسلمان نہ سمجھتے ہوئے ان پر لعن طعن کرنا جائز قرار دیا۔ تو ایسے لوگوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ ان سے اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کب راضی ہو سکتے ہیں؟ اور پھر اس پر فخر یہ کہ وہ محب اہل بیت،، یہی ہیں؟

لہذا میں اپنے تمام مریدین، متوسلین اور متعلقین کو حکم دیتا ہوں۔ کہ ان گستاخ لوگوں کے ساتھ نہ رشتہ ناطہ کریں کرائیں۔ اور نہ ہی ان کی محافل و مجالس

میں شمولیت کریں۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہی نکلے گا۔ کہ نہ ہی اس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی رہیں گے۔ اور

خسر الدنیا و الاخرۃ ذالک ھو الخسران المبین

کے مصداق بننا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ میرے یہ چند کلمات مقبول و منظور فرمائے۔ اور انہیں باعث ہدایت بنائے۔ آمین

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

سید محمد باقر علی شاہ

خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

ضلع گوجرانوالہ

(۶ ذی الحجہ شریف ۱۴۰۷ھ)

ماخذ و مراجع

عقائد جعفریہ جلد سوم میں جن شیعہ کتب سے استفادہ کیا گیا

کتاب	مصنف	طبع کتابت
اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی	تہران جدید
روضہ کافی	" " "	"
انوار نعمانیہ	نعمت اللہ جزائری	ایران قدیم
احتجاج طبرسی	احمد بن علی طبرسی	نجف اشرف جدید
فصل الخطاب	حسین بن محمد نوری	ایران قدیم
تذکرۃ الائمہ	ملاں باقر مجلسی	" "
ترجمہ مقبول	علامہ مقبول احمد مترجم	اسلام پورہ لاہور
قرب الاسناد	عبداللہ بن جعفر قمی	نولکشور (قدیم)
صافی شرح کافی	ملاں خلیل قزوینی	نولکشور (قدیم)
تفسیر مجمع البیان	علامہ طبرسی	تہران جدید
تفسیر صافی	علامہ فیض کاشانی	" "
تفسیر لوامع التنزیل	علامہ حائری	لاہور قدیم
تفسیر قمی	علامہ علی بن ابراہیم قمی	ایران قدیم

کتاب	مصنف	طبع کتاب
تفسیر منہج الصادقین	ملاں فتح الکاشانی	تہران جدید
تفسیر حسن عسکری	امام حسن عسکری	لکھنو قدیم
تفسیر فرات	فرات بن ابراہیم کوفی	نجف اشرف قدیم
نہج البلاغہ	سید شریف رضی	بیروت طبع جدید
رجال کشی	محمد بن عبدالعزیز کشی	کربلا (جدید)
اساس الاصول	دیدار علی مجتہد شیعہ	"
تہذیب الاحکام	ابوجعفر طوسی شیخ الطائفہ	تہران جدید
امالی صدوق	محمد بن علی صدوق	ایران قدیم
عدۃ الاصول	ابوجعفر طوسی	بمبئی قدیم
رسالہ تحریف قرآن	علامہ حائری شیعہ	لاہور
تفسیر عیاشی	محمد بن مسعود عیاشی	تہران جدید
تفسیر مرأۃ الانوار	محدث ابوالحسن	تہران جدید
مناقب شہر آشوب	محمد بن علی بن شہر آشوب	قم جدید
اسعاف المأمول	بہاء الدین شیعہ	لکھنؤ قدیم
تنقیح المقال	علامہ مامقانی	تہران قدیم
مرأت العقول	ملاں باقر مجلسی	تہران جدید
من لا یحضرہ الفقیہ	ابن بابویہ قمی	" "
ارشادِ مفید	محمد بن نعمان مفید	قم جدید
مجالس المومنین	نور اللہ شوستری	تہران قدیم
توضیح المسائل	آیت اللہ خمینی	تہران جدید

کتاب	مصنف	طبع کتاب
کشف الغمہ	ابوالحسن اردبیلی	تبریز
حیات القلوب	ملا باقر مجلسی	نولکشور قدیم
فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی	تہران جدید
حلیۃ الابرار	سید ہاشم بحرانی	تہران جدید